UNIVERSAL LIBRARY
OU_224959
UNIVERSAL LIBRARY

Checked 1975
٧٨٦

حیاتِ صدّیقؓ وخالدؓ

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.

یعنی

مصری علّامہ رفیق بک العظم کے مصنّفہ سلسلہ

سیرۃ الخلفاء الراشدین ومشاہیر اسلام

کے

پہلے حصّہ کا اردو ترجمہ

جسے

کارخانہ وطن لاہور نے ابنائے ملّت کی افادہ کیلئے

حمیدیہ سٹیم پریس لاہور مین طبع کرا کے

شائع کیا۔

طبع اوّل

(رجسٹرڈ)

قیمت عمر

عرض حال

عالی دماغ مصنف نے جس غرض سے یہ سلسلہ شروع کیا ہے اسنے اوسکی کماحقہ وضاحت اپنے دیباچہ مین کر دی ہے۔ اسی سے وہ مقصد واضح ہو رہا ہے جو اردو مین اس موضوع پر متعدد کتابین پہلے سے موجود ہونے کی باوجود اس ترجمہ کا محرک ہوا۔ موجودہ کتب و تالیفات مین کئی ایک اس کتاب سے بیشک بہتر ہونگی لیکن واقعات مندرجہ کی صحت و درستی اور اخذ نتائج اور ضروریات موجودہ کے مفید ہدایات مستنبط کرنیکے معاملہ مین شاید ہی کوئی کتاب اس پایہ کی ابتک لکھی گئی ہوگی [illegible] مصر کے مشاہیر اہل قلم مین سے ہین اور جو ہر دلعزیزی انکو بلاد عربیہ مین حاصل ہے وہ کسی اور مصنف کی ہر دلعزیزی سے کمتر نہین۔ ایسے فاضل کے خیالات سے مسلمانان ہندوستان کو روشناس کرنا ایک مناسب قومی خدمت ہے۔ دعا ہے کہ قوم اپنے خادم کارخانہ وطن کی اس خدمت کو بھی بنظر استحسان دیکھے۔ آمین ثم آمین

مورخہ ۷ جولائی ۱۹۰۷ء

راقم بندہ محمد انشاء اللہ عفی عنہ
ایڈیٹر وطن لاہور۔

۲۹۳۳

۲۹۷۶ ۹۷۱

ked 1978

رب یسر وتمم بالخیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

لاریب وہ قادر وحکیم بے حد حمد وثنا کا سزاوار ہے جس نے انسان کو عقل دیکر تمام مخلوقات پر شرف بخشا اور علم کو انسانی ترقی کا زینہ بنا کر اپنی ایک عجیب نشانی دکھائی۔ "ورفع بعضکم فوق بعض درجٰت" اسی لئے آدمی اطراف زمین میں پھیلے۔ اور حصول ترقی کے لئے جد وجہد کی اور کرتے ہیں۔ اور بڑے بڑے گاؤن کو بسا کر کے ایک دوسرے سے سبقت لیجانے کی کوشش کرتے رہے اور کرتے ہیں تمدن قائم کیا ملک آباد کئے۔ ہزارون قومین مٹ گیئں اور ہزارون باقی ہیں۔ جو اسی دھن میں لگی رہیں اور لگی ہوئی ہیں

اور بیشک صلوٰۃ کاملہ کا مستحق ہے انسان کامل محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) جس نے اتحاد وعدالت واخوت کے ارکان پر شریعت اسلام کی عمارت بلند کی۔ جس کے دین کے سامنے قوموں نے اپنے سر جھکا دئے جس کے کارنامہائے عظیم کے سامنے پہاڑون کی چوٹیاں بھی پست ہو گیئں۔

اے خدا تو اپنی رحمت نازل کر اپنے رسول پر اور اسکی پاک آل اور اصحاب پر جنہوں نے حق کی نصرت کی۔ اور جنکی حمایت سے تیری شریعت کا بول بالا ہوا۔ اور اُن خلفا پر بھی جو اپنے نبی کی سنت پر چلے۔ اور جنکے سامنے قومون نے بغیر خوف ورجا کے اپنا سر اطاعت جھکا دیا۔

اما بعد۔ جب سے کہ اللہ تعالےٰ نے زمین کو آبادی کے قابل بنایا گروہ کا گروہ جانفشانی اس میں مسابقت کی کوشش کرتے رہتے ہیں اور برابر چالوں سے آگے بڑھنے کی تگاپو مین رہتے ہین مگر انسان ان سب میں بڑھ چڑھکر اور میدان مسابقت میں گوئے سبقت لیجانے والا رہا ہے۔ آدمیون کا ایک گروہ دوسرے سے اعلےٰ ہونے کی ہمیشہ سے آرزو رکھتا رہا اور رکھتا ہے۔ اور ہر فرد مدارج شرف کے لئے کوئی نہ کوئی نیا راستہ ڈھونڈتا اور نکالتا رہا ہے اور ہے مگر جس نے سعی وکوشش کی حبل المتین کو پکڑا وہ

فائز المرام ہوا۔ اور جس نے لیت ولعل کی اسکو ناکامی ونامرادی سامنے آئی۔ اسی طرح کوئی اعلےٰ ہوا کوئی ادنیٰ کوئی مشہور ہوا کوئی گمنام۔ کوئی امیر کبیر بنا۔ اور کوئی فقیر حقیر۔ ولم ار امثال الرجال تفاوتاً الی الفضل حتی عدالف بواحد۔ اکثر ایک ادنیٰ کے ذات سے سلطنت قائم ہوئی اور قوم نکبت وادبار کی گدڑی سے نکلکر سعادت واقبال کے معراج کو پہنچیں۔ اور بسا اوقات ایک ہی نے سلطنت کو مٹا دیا۔ اور قوم کی قوم کو شقی وبدبخت بنادیا۔ دُنیا کی تاریخ بتارہی ہے دولت وسلطنت کا آغاز اور قوم کی سعادت کی ابتدا قوم کے محدود اشخاص اور چند مردان کار کے ہاتھون سے ہوئی جنکی بلند ہمتون نے ادنےٰ اور ناپاک امور سے اکراہ کر کے محال وکمال کو نصب العین بنایا۔ اور اپنے کارناموں سے ایسی زندگی پائی جسکو موت ہی نہیں آسکتی۔ گو انکا جسم باقی نہ رہا۔ لیکن وہ ایسے آثار اپنے بعد چھوڑ گئے جو کبھی نہیں مٹ سکتے۔

ایسے والاہمت برگزیدہ افراد سے کوئی زمانہ اور کوئی سلطنت خالی نہیں ہوئی اسلئے کہ یہی لوگ قطب عالم ہوتے ہیں یہی نہ ہوں تو پھر کچھ بھی نہیں انہین سے انسانی اجتماع وتمدن کا وجود ہے خاصکر رجال سیاست ومردان جنگ جنہون نے سلطنتوں کی عمارتین اپنی سعی وکوشش کے ہاتھوں سے بلند کین اور ممالک عظیمہ کو پامال وفتح کیا۔ باوجودیکہ ایسے لوگ کم ہی ہوتے ہیں لیکن کوئی تاریخ اور کوئی قوم اُنکے ذکر سے خالی نہین ہے۔ بلکہ روئے زمین پر اُنکے مفاخر کی نشانیان چمک رہی ہین اور روئی زمین کی قومون کو ایسے لوگون کے یاد اور یادگار قائم رکھنے کی طرف خاص توجہ ہے۔ جو ہر زمانہ میں کسی خاص صورت میں ظاہر ہوتی رہتی ہے بہت سی قدیم قومون نے ایسے لوگوں کو خداوند معبود کا درجہ دیا اور اپنے معبدون میں اُن کے بت بنا کر رکھے۔ اور اُنکی عبادت واجب کی۔ لیکن جب تمدن کا زمانہ آیا تو متمدن اقوام نے اس افراط کو چھوڑ کر ایسے برگزیدہ لوگوں کی تاریخیں لکھین جو اُنکے ذکر حمیدہ کی مظہر ہیں اور اُنکے نام سے مختلف قسم کے آثار قائم کئے تاکہ دیر تک اُنکا نام تعظیم سے لیا جاتا رہے۔ زمانہ تاریخ کے شروع ہونے سے آجتک ایسے برگزیدہ اور چیدہ لوگ گذرے ہیں اگر اُنکی تاریخ پڑھی جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ رجال اسلام اُن سب سے بڑھے چڑھے ہیں جنکے کارنامون کی ابتدا عرب جیسے غیر متمدن اور غیر آباد ریگستان سے شروع ہوئی اور فارس وترکستان چین ومغرب یورپ وروم پر اُسکا خاتمہ ہوا اُس وقت کی روئے زمین کی بڑی بڑی سلطنتون نے اُنکی اطاعت کا کلمہ پڑھا۔ اور زبردست سے زبردست قومون اور متمدن سے متمدن ممالک فارس سوم گاتھ وغیرہ نے انکے سامنے سر جھکا دیا۔

ہنیبال قرطاجنہ کا ہیرو اپنے زمانہ مین بڑا نامور گذرا ہے جس نے روم جیسے زبردست سلطنت

حملہ کیا اور اپنی فوج جرار کو لئے ہوئے برناٹ کے پہاڑوں سے گذر گیا۔ تاکہ ملک کے بیچ میں گھس کر لڑے اور سربرآوردگان روم کو کبر و نخوت کے تختوں سے نیچے اتارے۔ لیکن باوجود اس عظیم الشان کام کے اسکو موسی ابن نصیر اور اسکے غلام طارق سے کیا نسبت جو عرب کے بعید ترین کنارے سے اقصائے مغرب پہنچے اور جنہوں نے شمالی افریقہ مین ہنیبال کے ممالک کو روندا۔ اور بارہ ہزار جوان لیکر۔ اور لشکر اسلام سے بالکل جدا کر بیہ کے راستہ سے یورپ میں گھس پڑے۔ اندلس کو فتح کیا۔ اور گاتہ کی سلطنت کا قلع قمع کر دیا۔ یہ تو یہ ہنیبال کو عبد الرحمن بن عبداللہ غافقی سے بھی کچھ لگا نہیں۔ جو ہشام اموی کے زمانہ مین برناٹ سے دوسری طرف نکل گیا۔ اور اپنی تھوڑی سی فوج لیکر۔ قلب فرانس میں جا پہنچا۔ یہانتک کہ جبل طارق سے ہزار میل آگے بڑھکر۔ پواتو اور برگنڈی میں جا دھمکا۔ جس سے تمام یورپ میں ایک تہلکہ پڑ گیا۔ اور یورپ مقابلہ کے لئے نکلا۔ فرانس کا سن گاتہ جرمن متفقہ فوجون سے بمشکل تمام عبد الرحمن کے بڑھنے کو روک سکے جو قریب تھا کہ تمام یورپ کو تہ و بالا کر دیتی۔ نیپولین کی شہرت دنیا میں پھیلنے نہ پائی اور یورپ اسکو دنیا کے مشہور سپہ سالارون میں شمار کرتا ہے لیکن وہ بھی کوئی سلطنت فتح نہ کرسکا اور قتیبہ کے درجہ کو بھی نہ پہنچا جس نے سندھ و ترکستان فتح کئے۔ نہ عبد الملک بن مروان کو جس نے تخت خلافت پر بیٹھتے ہی اپنے آپ کو مخالفون کے نرغہ مین پایا۔ اور مسلمان فرقہ بندی مین مبتلا ہو چکے تھے۔ لیکن اسنے تمام گرد و پیش کی مشکلات کو اپنی مدبرانہ تدابیر سے صاف کیا۔ اور آخر کار سب خرخشون کو مٹاکر اور مخالفون کو مطیع بناکر اور انتظام بٹھاکر نئی فتوحات پر کمربستہ ہوا اور مسلمان نئے نئے ممالک میں گھستے ہوئے فاتحانہ سمندرون کے کنارے تک پہنچ گئے۔

اگرچہ مسلمانون میں ایسے نامور بہت گذرے ہیں لیکن ایسی کتابیں جن مین انکے تمام و کمال حالات اور انکی زندگی کی تاریخ علیحدہ علیحدہ لکھی گئی ہو بہت ہی کم ہیں اور نہ مورخوں نے بھی اس امر کی طرف توجہ کی ہے۔ ان تواریخ سیر کی کتابون میں انکے حالات بکھرے ہوئے کچھ ملتے ہیں جنسے اہل قلم ہی کچھ استفاضہ کرسکتے ہیں۔ اور اہل سیف بالکل محروم ہیں۔

بعض مورخون نے خاص خاص رجال اسلام کے متعلق بھی تاریخیں لکھی ہیں جیسے سیرت سلطان محمود غزنوی۔ سیرت صلاح الدین۔ سیرت تیمور لنگ لیکن ان کتابون میں اکثر کتابیں ادب کی کتابیں کہلانے کی زیادہ مستحق ہین بہ نسبت اسکے کہ سیرت و تاریخ کہلائیں چنانچہ سیرت سلطان محمود الموسوم بہ تاریخ یمینی سیرت تیمور لنگ المعروف بہ عجائب المقدور ہیں۔ اسلئے کہ ان کتابون کے مولفوں نے قافیہ اور سجع وغیرہ کا ایسا التزام کیا ہے۔ جو تاریخی بیانوں کی ادا میں سخت مخل ہے۔ اس سے بھی قطع نظر

کرو اور یہاں لو کہ یہ کتابیں تاریخ ہی کی ہیں لیکن ایسی کتابیں بہت کم ہیں اور مسلمانوں میں رجال سعادت وجنگ بہت ہوئے ہیں۔ اگر انمیں سے ہر ایک کے متعلق سیرت کی ایک کتاب لکھی جائے یا کسی خاص تاریخ میں اُن سب کو یا چند چند کو جمع کیا جائے تو یہ اُنکی یاد کے باقی رہنے کے لئے زیادہ مناسب اور اُنکی شہرت کے پھیلنے کے لئے زیادہ عمدہ طریقہ ہے اور طالبان حال کو باسانی اُنکے حالات معلوم ہو سکتے ہیں۔ اور اُنکی پیروی سے لوگ فائدہ اُٹھا سکتے ہیں۔ اور زیادہ عبرت پکڑ سکتے ہیں۔ اسلئے کہ بعض آدمیوں کو شہرت وعظمت حاصل کرنے کی طرف طبعی میلان ہوتا ہے جب اُنکو معلوم ہوگا کہ اُنکے اسلاف نے کیونکر سعادت وعظمت حاصل کی اور اُنکے بڑوں نے کیونکر نام پیدا کیا۔ خواہ مخواہ اُنکا بھی جی چاہیگا کہ ویسے ہی کام کریں اُنہیں کے نقش قدم پر چلیں۔ اُنکی اصابت کی پیروی کریں اُنکی خطا جس سے اُنکو نقصان اُٹھانا پڑا معلوم کرکے اس سے بچیں۔ اُنکی عادات میں سے جو باتیں مناسب وقت ہوں اُنپر کاربند ہوں۔

یہ راز چونکہ اہل مغرب نے معلوم کرلیا ہے اسلئے اُنہوں نے اپنے قومی ہیروں کی جدا جدا تاریخ ہی لکھنے پر اکتفا نہیں کیا بلکہ اکثر اُنکے بت بنوا بنوا کر راستوں میں شہروں کے بیچ میں کھڑے کردئیے ہیں اُنکے نام سے بڑے بڑے آثار از قسم مدارس وقلاع بنائے ہیں تاکہ لوگوں کی توجہ اُنکی طرف اچھی طرح سے منعطف ہو — اور اُنکا ذکر خیر دیر تک باقی رہے۔ اسکے ساتھ ہی اُنہوں نے سیرت و تاریخ کی کتابوں میں تخیلات شعری استعارات ومجاز اور القاب کی بھرمار کو جو صاحب سیرت کی صفات پر پردہ بنجاتی ہیں اور تنقید کرنے والے کو ٹھیک باتیں ہی معلوم نہیں ہوسکتیں چھوڑ دیا ہے صاحب سیرت کا حال نہایت صفائی اور سادگی سے بیان کرتے ہیں۔ ابتدا سے لیکر اخیر تک اُسکے تمام حالات سے پردہ اُٹھا دیتے ہیں جس سے کتاب کا مطالعہ کرنیوالا۔ دیکھتا ہے کہ گویا صاحب سیرت اُسکے سامنے موجود ہے۔

واقعی قوم کے ہیرو اسی توجہ وتعظیم اور دنیا میں اسی طور پر بقائے نام کے مستحق وسزاوار ہیں اور چونکہ اسلام نے اس قسم کے لوگ بکثرت پیدا کئے۔ اور اُنکا تذکرہ تاریخوں اور سیرت کی کتابوں میں متفرق طور پر موجود ہے۔ مجھے شوق ہوا کہ ان مشاہیر روزگار کے حالات واخبار کا تتبع کروں اور اُنہیں مشاہیر سیاست وحرب کی سیرت پر روشنی ڈالنے کے لئے خاص جداگانہ تاریخ تالیف کروں جس میں معتنابہ حالات اُنکی فتوحات سیاست واخلاق اور جو کچھ کہ ضروری اور ایسے لوگوں کی تاریخ کے واسطے مناسب ہو اسلوب جدید پر بیان کروں جو کہ طالب وشائق جس کے متعلق جو حال دریافت

کرنا چاہے بآسانی پاسکے تمام وہ اوصاف اُس کتاب مین موجود ہون جن سے صاحب سیرت کی تصویر آنکھون کے سامنے پھر جائے اور شائق کو کسی مزید بات کی تلاش کی ضرورت باقی نہ رہے اور نہ مختلف کتابون کے پراگندہ اوراق کی چھان بین اور ترتیب واقعات اور اُنسے نتیجہ نکالنے کی زحمت اور جواہر و سنگریزوں میں تفریق کرنے کی دماغی زحمت اُٹھانی پڑے۔

ان سب باتون کے علاوہ میں نے یہ امر بھی اپنے اوپر واجب ٹھہرالیا ہے کہ ہر موقعہ پر اُسکے مناسب حال قول یا اپنے خیال کو ضرور بیان کرون اسلئے کہ ممکن ہے اسطرح ان امراض اجتماعیہ تک ذہن کی رسائی ہو جائے جسمین مسلمان مبتلا ہیں اور مجھی ایسی نصیحت کرنے کا موقع ملجائے جنسے میں اپنی اُس قوم کی یک گونہ خدمت بجالاسکون جسکی نسبت یہ خیال نہیں کرتا کہ وہ ناصحوں کی نصیحت اعراض کرنیوالی ہے خاصکر ایسی حالت میں جبکہ میرے اقوال کی تائید سیرت صحابہؓ اور دین کی مستند تاریخ بھی کر رہی ہو۔

جب میں یہ ارادہ کرچکا کہ رجال اسلام کے متعلق ایک تاریخ مرتب کرون سوچا کہ تمام مشاہیر اسلام اور رجال امتہ کے بالاستیعاب حالات لکھنے کے لئے ایک شخص کی تمام عمر بھی کافی نہیں ہوسکتی اسلئے میں نے اپنی تاریخ اشہر مشاہیر اسلام ہی پر منحصر کرنا مناسب جانا ہان اشہر مشاہیر سے خدا نے چاہا تو فارغ ہوکر عام مشاہیر اسلام کے حالات مخلص طور پر اسمین بیان کردونگا جو ان بزرگون کی فہرست کا کام دیگی اور اُنکی مختصر تاریخ بھی اُسمین آسکیگی۔

اگرچہ میرا ارادہ تھا کہ اُن فسادات کے بیان سے اجتناب کرون جو خلیفہ ثالث حضرت عثمان اور حضرت علی و امیر معاویہ کے زمانہ مین مفسدہ پردازون کی وجہ سے واقع ہوئی لیکن یہ ممکن نہ تھا کہ اُن فسادات کی وجہ سے ان ہرسہ اکابر اسلام ہی کو چھوڑ دون اور خلافت راشدہ میں سے صرف شیخین ہی کے حالات پر اکتفا کرون کیونکہ یہ سب اسلام کے رکن تھے جنپر اُسکی عمارت بلند ہوئی اور دین کے بازو تھے جس سے اسکا بول بالا ہوا اسلئے بالآخر یہ فیصلہ کیا کہ ان تینوں صاحبون کی سیرت سے وہی مہتم بالشان باتیں لکھون جنکے ذکر سے ان فسادات کی بابت طبیعت پر کوئی خاص بُرا اثر نہ پڑے ہان اگر کوئی ایسی ہی حجت یا فائدہ کی بات سامنے آگئی جس سے غافل متنبہ ہون اور جاہل نصیحت پکڑین اُسکے بیان سے کنارہ بھی نہ کرونگا۔ امید ہے مذکورہ بالا وجہ سے ان اکابر اسلام کی سیرت مین جو اختصار مین کرنیوالا ہون اُسپر مین معذور اور ناقابل گرفت سمجھا جاؤنگا۔

اس کتاب کے میں نے متعدد حصّے کردئے ہیں اور پہلے انہیں مشاہیر خلفا و سلاطین کو بیان کیا ہے

جو بلحاظ عظمت مقدم ہیں اسی عظمت کی ترتیب کو آخر کتاب تک ملحوظ رکھا ہے اور اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف اُترتا چلا آیا ہوں! اور ہر خلیفہ یا سلطان کے ذکر کے ساتھ اس شخص خاص کا بھی ذکر کرونگا جو کہ خلافت یا سلطنت میں سیاست و جنگی کارناموں اور شہرت کی وجہ سے زیادہ نامآور اور سر برآوردہ ہوا ہے اور جس نے اسلام میں نام پایا ہے۔ واللہ المسئول ان یعصمنا من الخطاء ولیفیض علینا روح النطق بالحق والصواب انہ مجیب السوال۔

خلفاء راشدین کی سلطنت

خلافت راشدہ نے اسلام کے مجد و شرف کی بنیاد ڈالی اور دین برحق کا بول بالا کیا۔ اور اُسکے فتحمندی کی رَو۔ مشرق و مغرب تک پہنچی۔ سادگی اس عہد کا زیور تھا۔ اس مبارک عہد والے رو گردان اور غیروں کا ناحق مال و منال چھیننے سے مجتنب رہتے یہی وہ دولت تھی جس سے اسلام کو فخر حاصل ہوا اور اسی حکومت نے اسلام میں وہ فروغ و شرف حاصل کیا جس سے بالاتر وہم و خیال میں بھی نہیں آسکتا۔ خلفاء اربعہ اس دولت کا دور ختم ہوا۔ یہی قدسی نفس دولت اسلام کی بنیاد رکھنے والے ہیں اور اسلام میں جن لوگوں کو جو فضل و شرف حاصل ہوا وہ ان سب سے افضل اور وہی اس شرف کے بانی مبانی تھے۔

اُنکے مبارک عہد میں جو اسلام کا بہترین عہد تھا بہت سے صاحب شجاعت اور مردانِ جنگ پیدا ہوئے جنکے کارنامے آجتک تاریخ امم کی چھان بین کرنیوالوں کو حیرت و استعجاب میں ڈال رہے ہیں۔ انہیں مردان کار نے روم و فارس کی سلطنتوں کو تہ و بالا کیا۔ انہیں اشہر مشاہیر میں جو اپنے زمانہ میں یکہ تھے خالد ابن ولید فاتح عراق عرب و شام اور ابو عبیدہ بن الجراح فاتح شام اور عمرو بن العاص فاتح مصر اور سعد بن ابی وقاص فاتح عراق عجم و تخت ستان فارس اور آصف بن قیس فاتح خراسان اور مغیرہ بن شعبہ جامع رموز سیاست ہوئی ہم ان سب ہیروز کی سیرت اسکے عہد کے خلیفہ کے ساتھ ساتھ بیان کرینگے سوائے احنف اور مغیرہ کے اسلئے کہ وہ خلافت راشدہ کے عہد اول سے آخر تک کارنامہائے عظیم کے مظہر ہوئے اور دیگر مذکورہ بالا ہیروز کی طرح کسی خلیفہ کے ساتھ انکی خدمت کا خاتمہ نہیں ہوگیا۔ اسلئے خلفاء راشدین کے تاریخ کے بعد اُن دونو کا علیحدہ ذکر کرین گے۔

واللہ المستعان +

ابو بکر صدیق

"نسب واصل اور زمانہ جاہلیت کی حالت"

آپ کا نام عبداللہ اور آپکے والد ابو قحافہ کا نام عثمان ہے - جاہلیت میں عبدالکعبہ کہلاتے تھے آنحضرتؐ نے عبداللہ رکھا - اور بسبب جمال کے عتیق سے ملقب کیا - اور یہ کہا جاتا ہے کہ آنحضرتؐ نے آپکو عتیق من النار فرمایا تھا اسوجہ سے یہ لقب ہوا - اور تصدیق رسالت میں پیشقدمی کرنے کی وجہ سے صدیق مشہور ہوئے - آپکا سلسلہ نسب یہ ہے - عبداللہ بن عثمان ابن عامر ابن عمرو ابن کعب ابن سعد ابن تیم ابن مرہ ابن کعب ابن لوی ابن غالب ابن فہر ابن مالک ابن النضر ابن کنانہ - مرہ پر آپ آنحضرتؐ سے نسب میں ملجاتے ہیں - اور باعتبار شمار اجداد ایک ہی درجہ میں ہیں کیونکہ دونو میں مرہ تک چھ چھ پشتوں کا فاصلہ ہے - آپکی نسبت تیم کی طرف ہوتی ہے اسوجہ تیمی کہلاتے ہیں آپکی والدہ کا نام سلمی بنت صخر بن کعب ابن سعد ابن تیم ہے - یہ ابو قحافہ کی چچازاد بہن تھیں اور ام الخیر کرکے مشہور تھیں - آپ آنحضرت سے ڈھائی برس بعد پیدا ہوئے -

زمانہ جاہلیت میں قریش کی شرافت وحکومت دس گھرانوں میں بٹی ہوئی تھی - خون بہا اور تاوان کا فیصلہ آپ کے ہاتھ میں تھا - چونکہ یہ دسوں گھرانے جاہلیت واسلام میں سربرآوردہ ہوئے ہیں اور ہمکو ان لوگوں کے کارنامے دکھانا ہیں - اسلئے تفصیلاً ہر ایک بطن کا نام اور منصب بیان کرتے ہیں تاکہ بار بار بیان کرنا نہ پڑے -

۱ ہاشم - ۲ امیہ - ۳ نوفل - ۴ عبدالدار - ۵ اسد - ۶ تیم - ۷ مخزوم - ۸ عدی - ۹ جمح - ۱۰ سہم - یہ دسوں بطن قریش ہی نے جاہلیت میں عباس ابن مطلب کے متعلق سقایت یعنی حاجیوں کو پانی پلانا تھا - یہ کام اسلام میں بھی ان ہی کے حلقہ میں رہا بنی امیہ ابو سفیان بن حرب کے -

بنی نوفل میں حرث ابن عامر کے متعلق رفادہ حاجیوں کو توشہ اور زاد سفر دینا تھا - بنی عبدالدار میں عثمان بن طلحہ کے پاس جھنڈا اور خانہ کعبہ کی کنجی اور دربانی تھی اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ دارالندوہ بھی انہی میں تھا - اور بنی اسد میں یزید بن ربیعہ ابن اسود کے متعلق مشورہ تھا جب کوئی معاملہ پیش آتا تو انکے سامنے پیش کیا جاتا اگر انکی رائے کے موافق ہوتا تو اسکو نافذ کردیتے ورنہ اپنی رائے سے فیصلہ کرتے اور تمام قریش اسکے موافق عمل کرتے یہ طائف میں آنحضرتؐ کے ساتھ حاضر ہوئے تھے - اور بنی تیم میں ابو بکر الصدیق کے متعلق خونبہا اور تاوان کا

فیصلہ تھا جسکو یہ مان لیتے تمام قریش اُسکو روا رکھتے اور اگر کوئی دوسرا اقرار کرتا تو کوئی بھی ساتھ نہ دیتا۔ اور بنی مخزوم بن خالد ابن ولید کے متعلق قبہ اور اعنہ تھا۔ جب کبھی کوئی جنگ پیش آتی تو یہ قبہ نصب کرتے اور تمام لوگ اُسمین سامان جنگ لا کر جمع کرتے اور اعنہ قریش کے گھوڑے پر تھا وہ لڑائی مین سب سے آگے چلتا تھا۔ اور بنی عدی میں عمر بن الخطاب کے متعلق سفارت تھی جب کبھی جنگ یا قومی مفاخرت کا موقع ہوتا تو یہ سفیر بنکر جاتے تھے۔ اور بنی جمح بن صفوان بن امیہ کے پاس شگون کے تیر رہتے تھے۔ جب کوئی بڑا واقعہ پیش آتا تو یہ پہلے تیرون کو چلا کر شگون لیتے تھے۔ اور بنی سہم میں حرث ابن قیس کے یہان حکومت اور بتوں کا چڑھاوا رہتا تھا یہ قریش کے مکارم اور فضائل ہیں جو انہین جاہلیت میں حاصل تھے اور جنکی پشتہا پشت سے برابر وارث ہوتے چلے آتے تھے اور اسلام میں بھی جاتے رہے۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ کو اس شرافت و فضیلت کے علاوہ ذاتی قابلیت کے سبب بہت بڑا رسوخ اور اثر تھا۔ قریش باوجود اپنے مناصب جلیلہ اور عالی تباری کے صنعت و تجارت سے ننگ و عار نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی قوت بازو سے کما کر کھاتے اور دوسرون پر بھروسہ کرنا یا آبائی دولت پر ہاتھ پیر توڑ کر بیٹھ جانا عیب سمجھتے اسی لئے انمین سے ہر ایک کوئی نہ کوئی پیشہ ضرور کرتا چنانچہ ہم اس جگہ ان بزرگوارون کے مکاسب بیان کرتے ہیں جنکے حالات ہمکو قلمبند کرنا ہیں۔ حضرت عمرؓ تجارت کرتے تھے۔ سعد ابن ابی وقاص تیر بناتے تھے۔ عثمانؓ بن عفان بزازی کیا کرتے تھے۔ عمرو ابن العاص جانور ذبح کرتے تھے۔ ابو بکر صدیقؓ کپڑے کی تجارت کرتے تھے انکا سرمایہ بہت بڑا تھا کہتے ہیں کہ چالیس ہزار درہم سے آپکی تجارت جاری تھی بعد اسلام کے آپنے ۵ ہزار مسلمانون کی ضرورتوں پر خرچ کر دیا جو باقی رہا اس سے آخر عمر تک تجارت کرتے رہے۔

آپ اپنی قوم میں بہت معزز ہر دلعزیز مانے جاتے تھے اسیوجہ سے ابن دغنہ نے ایک دن آپ کی شان مین فرمایا کہ یہ صلہ رحم کرتے سچ بولتے محتاجون کو مالدار بناتے فلک زدون کی مدد کرتے مہمانون کی خاطر مدارات اور تواضع کرتے ہیں۔ آپ انساب و اخبار عرب کے بڑے ماہر تھے طبعاً برائیون اور کمینہ خصلتون سے محترز رہتے جاہلیت ہی مین شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا چنانچہ جلال الدین سیوطی نے کہا ہے کہ ابو نعیم نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے روایت کی ہے کہ آپنے جاہلیت مین شراب کو اپنے اوپر حرام کر لیا تھا۔ خدا اکی شان ہے کہ بتوں میں پرورش پائین کہ جہان نہ کوئی شریعت کہ برائیون سے روکے۔ بخدا جو شخص باوجود بتون کے اور کفر میں پرورش پانے کے ایسا نیک نفس اور پاک امن ہو اسی لائق ہے کہ اسلام کو نقد دل دے کر

خریدے اور سب سے پہلے داعی الی اللہ کی صدا لبیک کہے اور مخالفین اسلام سے میدان کو صاف کر کے آئندہ کے واسطے راہِ حق کو صاف کر دے۔

راویوں کا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کون ایمان لایا بعض کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ ہیں اور بعض کا قول ہے کہ حضرت ابوبکرؓ اور بعض کا قول ہے کہ حضرت خدیجہؓ۔ ابن عساکر نے بذریعہ حارث کے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ اول من اسلم ابوبکر صدیق یعنی ابوبکر صدیقؓ ایمان لائے اور اسی کی تائید حسان ابن ثابت کے اس قول سے ہوتی ہے ؎ اذا تذکرت شجوا من اخی ثقۃ۔ فاذکر اخاک ابابکر بما فعل۔ خیر البریۃ اتقاہا واعدلہا۔ الا النبی واوفاہا بما حملا۔ والثانی التالی المحمود مشہدہ۔ واول الناس منہم صدق الرسلا۔ سیوطی نے کہا کہ ان اقوال میں یوں تطبیق دیگئی ہے لڑکوں میں پہلے سب سے حضرت علیؓ اور مردوں میں حضرت ابوبکرؓ اور عورتوں میں خدیجہ ایمان لائیں۔ اس تاویل کو سب سے پہلے امام اعظم رحمۃ اللہ نے بیان کیا اور یہ حق ہے۔

آپ مجسم خیر بے عیب۔ سلیم الطبع۔ حق پرور تھے۔ انہیں صفات حسنہ اور کمالات عالیہ کی وجہ سے جب آپ کو آنحضرتؐ نے دعوت اسلام کی فوراً قبول کر لیا اور کچھ پس وپیش نہ کیا اور نصرت اسلام کا وعدہ کیا اُسکو پورا کر دکھایا اسی واسطے آنحضرتؐ نے فرمایا کہ بجز ابی بکر کے جسکو میں نے دعوت اسلام دی اُسنے کچھ پس وپیش ضرور کیا آپ تمام سابقین پر سبقت لے گئے اور فضائل اسلام میں سب سے بڑھگئے۔ آپ ہی کی شان میں آنحضرتؐ نے فرمایا ہے کہ بجز نبی کے اور کسی پر جو ابوبکرؓ سے بہتر ہو آفتاب نہ طلوع ہوا اور نہ غروب ہوا اس حدیث کو عبد الرحمٰن بن حمید نے اپنی مسند میں اور ابونعیم و دیگر محدثین نے بروایت ابوالدرداء بیان کیا ہے۔ اور چونکہ آپ قریش میں ہر دلعزیز تھے اسوجہ سے بہت سے لوگ آپکے سمجھانے سے ایمان لے آئے انہیں میں عثمان ابن عفان اور طلحہ بن عبید اللہ اور سعد بن ابی وقاص تھے۔

آپ اسلام لانے سے وفات تک برابر آنحضرتؐ کے ساتھ رہے آپ بہترین وعزیزترین صحابی تھے آپ نے آنحضرتؐ کی وجہ سے قریش کی وہ وہ تکلیفیں برداشت کیں کہ جنکو سخت سے سخت پہاڑ بھی نہیں اُٹھا سکتا بارہا سینہ سپر ہو کر کفار کے حملوں کو آپ سے دفع کیا ہجرت میں یار غار ہوئے آپ بسبب غم کے کہ مبادا کہیں آنحضرت کو کوئی رنج نہ پہنچے تین دن تک پلک نہیں جھپکائی یہانتک کہ آنحضرتؐ نے آپکو تسلی دلانے کے واسطے فرمایا کہ تم کچھ غم مت کرو ہمارا خدا ہمارے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ثانی اثنین اذ ہما فی الغار اذ یقول لصاحبہ لا تحزن ان اللہ معنا فانزل اللہ سکینتہ علیہ

آپ اس بات کو خوب سمجھے کہ اللہ کا بندون پر حق اور ایمان کے واسطے قرآن پر عمل شرط ہے اور خدا نے اپنے کلام پاک مین فرمایا ہے کہ اللہ نے مومنون سے بعوض جنت کے انکا جان ومال خرید لیا ہے پس آپ نے اپنے مال کو خدا کی راہ مین خرچ کر دیا اور اُن مسلمانون کو جو اسلام کی وجہ سے طرح طرح کی مصیبتون مین مبتلا تھے خرید خرید کر آزاد کیا یہانتک کہ خدا راضی ہوگیا اور اپنے کلام مین تعریف فرمائی اور اپنی جان کو خدا کی مرضی مین لڑا دیا اور دشمنون سے اُسکے رسول کی ہر طرح سے حفاظت کی اور اپنے آپ کو خطرون مین ڈالا مگر رسول برحق پر آنچ نہ آنے دی۔

بزاز نے اپنی مسند مین حضرت علی مرتضیٰ سے روایت کی کہ آپ نے فرمایا کہ بتاؤ کون بڑا شجاع ہے لوگون نے فرمایا کہ آپ۔ حضرت علی نے جواب دیا کہ مین تو جس سے لڑتا ہون اُسکو مغلوب کر دیتا ہون یہ بتاؤ کہ سب سے شجاع کون ہے۔ لوگون نے جواب دیا کہ ہمکو نہین معلوم آپ ہی بتایئے آپنے فرمایا کہ وہ ابُوبکرؓ ہین کیونکہ جب بدر کا معرکہ ہوا اُس دن آنحضرتؐ کے واسطے عرش بنایا گیا اور کہا کہ کون آپکے ساتھ رہیگا تاکہ مشرکون مین سے کوئی آپ پر نہ ٹوٹ پڑے۔ بخدا بجز ابوبکر کے اور کوئی بھی نہ قریب ہوا وہ ننگی تلوار لیکر آپ کے سرہانے کھڑے ہوئے جو شخص اسطرف کا رخ کرتا اُسپر ٹوٹ پڑتے تھے وہی سب سے شجاع ہین۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا ہے کہ مین نے آنحضرتؐ کو دیکھا کہ انکو ایک مرتبہ کفار نے پکڑ لیا اور وہ کہتے تھے کہ تو ہی خدا کو ایک بتاتا ہے حضرت ابُوبکرؓ یہ دیکھکر دوڑے اور کہا کہ تم ہلاک ہوجاؤ کیا تم اسوجہ سے قتل کرتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب خدا ہی اسکے بعد حضرت علیؓ اپنی چادر اُٹھاکر رونے لگے یہانتک کہ تر ہوگئی۔ پھر پوچھا کہ مومن آل فرعون بہتر تھا یا ابُوبکرؓ۔ لوگ خاموش ہوگئے اور کچھ جواب دیا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا کہ کیون نہین جواب دیتے بخدا ابُوبکر کی ایک ساعت مومن آل فرعون کی ہزار ساعتون سے بہتر ہے۔ وہ اپنے ایمان کو چھپائے ہوئے تھا اور یہ برملا ظاہر کر رہے ہین۔

خلافت کے بیان کرنے سے پہلے ایک تمہید کا بیان کرنا ضروری ہے جس سے تاریخ اسلام مین غور کرنیوالے کو چارہ نہیں وہ یہ کہ قانون واحکام کے واسطے قوت کی امداد ضروری ہے کہ کوئی حاکم ہو جو لوگون کو اسپر عمل کرنے کی طرف خواہ بزور خواہ بنرمی آمادہ کرے چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معھم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس۔ یعنے ہمنے رسولون کو ظاہر دلیلون اور کتاب اور میزان کے ساتھ بھیجا تاکہ لوگون کو عدل پر قائم کرین۔ اور لوہے کو اُتارا جس مین سختی اور منافع ہین

اس آیت مین اس امر کی طرف اشارہ ہے کہ دین کے واسطے قوت ضروری ہے تاکہ لوگون پر رعب پڑے اور سرکش درست ہوجائین جو صرف باتون کے سمجھانے سے باز نہین آتے اور یہ قوت حاکم اور فوج سے پوری ہوتی ہے اور اسی کی تکمیل سے سلطنت کمال پاتی ہے اور یہ امر مسلم ہے کہ رسول کا کام پہنچا دینا اور لوگون میں اُسکا بیان کرنا ہے اور اسکے بعد رسول کے کامون سے کوئی کام مابعد والون کے واسطے نہیں رہتا بجز ان احکام کے نافذ کرنے کے اس عمل کے واسطے مسلمانون کے نزدیک چار شرطین ہین دیت ۔ عقل ۔ عدالت ۔ علم ۔ نبوت کا کوئی جزو اسمیں شرط نہیں ۔ اسکو مرتبہ نبوت سے کیا نسبت وہ خلافت الہی ہے اُسکا کام قوانین دین کا مقرر کرنا لوگون کو پہنچانا او یہ دنیوی حکومت ہے اسکا کام صرف اُن احکام کی تعمیل کرنا ان دونو مرتبوں مین وآسمان کا فرق ہے ۔ اسی وجہ سے بالتخصیص اہل بیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تاکیداً فرمایا کہ جو کوئی مسلمانون اپر غنیا رکھتا ہو اُسی کی اطاعت کرو خواہ وہ کسی قبیلہ کا ہو اور اسی کی تائید آپکا عمل بھی کرتا ہے کہ آپ اس جہان فانی سے اہل بیت کو نامزد کئے بغیر تشریف لے گئے ۔ اور جب آپکے چچا عباس رضی اللہ عنہ نے چاہا کہ انکے متعلق کوئی امر فرمائیں آپ نے انکار کیا تاکہ یہ خیال نہو کہ امارت نبوت کا جزو اور آل ہاشم کا حصہ ہے ۔ اور اسی بناپر امام حسن رض نے فرمایا کہ اللہ تعالے خلافت وامارت دونو ہمیں نہیں دینا چاہتا ۔ اہل بیت کو یہی کیا کم فخر ہے کہ نبوت انمین ہے ۔

ہمنے خلافت کو ریاست دنیاوی اسلئے کہا ہے کہ خلافت ایک الگ منصب ہے ۔ اور نبوت الگ اور یہ جو مشہور ہے کہ خلافت دینی ریاست ہے اس اعتبار سے کہ اسکا کام دینی احکام کا قائم کرنا ہے لیکن خلافت اس حال پر خلفاء راشدین سے آگے نہین بڑھی پھر تو محض دنیاوی حکومت رہگئی کیونکہ خلفاء نے اصل الاصول امامت یعنی لوگون کے ساتھ نماز پڑھنے کو چھوڑ دیا جسکے ذریعہ سے رسول خدا نے حضرت ابوبکر کو خلیفہ کیا تھا دینی اور دنیاوی دونو کے امیر ہوگئے اور اسی مقام سے امیر المومنین کا لقب نکالا گیا کیونکہ ہر امت اور گروہ کے واسطے ضروری ہے کہ کوئی سردار ہو جو اسکے احکام کو قائم اور سیاسی امور کی نگرانی کرے خصوصاً اسلام کہ جو دین و دنیا دونو کا جامع ہے نہ صرف عبادت وشحانہ وروزے کا بلکہ اسلام تمام ضرورتون کا کفیل اور تمام حاجتوں کا پورا کرنیوالا ہے ۔

انہیں اغراض ومقاصد کو مدنظر رکھکر تمام مہاجرین وانصار کا سب سے پہلا فرض بعد وفات آنحضرت صلعم کے خلیفہ کا مقرر کرنا تھا تاکہ لوگوں کو کتاب اللہ وسنت رسول اللہ پر جمع کرے اور جو احکام دینی مین خلل ڈالنے والے ہون اُنکو بزور دفع کرے ۔ مگر اس امر میں اختلاف ہوا کہ یہ منصب جلیل

کس کو دیا جائے۔ مگر یہ اختلاف کسی ذاتی غرض سے نہ تھا بلکہ صرف دینداری اور نیک نیتی سے تھا تاکہ حقیقت حال کھل جائے اور بحث و مباحثہ سے معلوم ہو جائے کہ جمہور کا میلان کس کی طرف ہے اور کس کے ہاتھ میں خلافت پایدار ہو سکتی ہے اور مخالفین کو کلام کی گنجایش کس کے حق میں نہیں ہے پس اس منصب رفیع کے واسطے بعد رد وکد کے حضرت ابوبکر صدیق کو پسند کیا گیا رضی اللہ تعالیٰ عنہ

یہ امر جمہور صحابہ و مسلمین کی پسندیدگی سے ہوا اگر یہ لوگ اس بارہ میں کچھ بھی خلاف نبوی خبر رکھتے ہوتے تو ہرگز ہی اہل بیت سے عدول نہ کرتے بلکہ اُسوقت میں عباسؓ اس امر کے سب سے زیادہ مستحق تھے کیونکہ انحضرتؐ کے چچا تھے یا علی بن ابیطالب یہ سابقین اسلامین سے اور آپکے چچازاد بھائی اور داماد تھے۔

بعض بنی ہاشم و بنی امیہ کو خیال تھا کہ منصب خلافت حضرت علی کے سوا کسی کو نہ ملیگا۔ لیکن اس خیال کا منشا اور مبنی صرف حضرت علی کے خصوصیات اور فضائل تھے جو انکو اس خیال تک لیجاتے تھے کہ عامہ مسلمین انہیں کو پسند کرینگے نہ یہ کہ خلافت بنی ہاشم سے مخصوص ہے۔ کیونکہ اگر اسکا کچھ اثر ہوتا تو اسکے واسطے حضرت عباس زیادہ احق تھے کیونکہ چچا تھے اور حضرت علی ہرگز ہرگز چھ ماہ کے بعد بیعت نہ کرتے کیونکہ ان کو سب سے زیادہ اپنے آپ کو اس امر کے اہل ہونے کا خیال تھا یہ بھی اسوقت کہا جا سکتا ہے جبکہ معلوم ہو جائے کہ آپ نے بیعت سے اعراض کیا مگر یہ صحیح نہین ہان ابوبکرؓ و عمرؓ پر بسبب میراث سے محروم کر دینے کے ناخوش ہوگئے تھے اسکا سبب یہ تھا کہ ابوبکر کو یہ معلوم تھا کہ آنحضرتؐ نے فرمایا ہے لانورث اترکناہ صدقۃ انما یاکل آل محمد من ہذا المال) یعنی جو کچھ کہ ہمنے صدقہ چھوڑا ہے وہ میراث نہیں ہاں اس سے اہل بیت کھاتے رہینگے چنانچہ ابوبکر نے یہ بھی فرمایا تھا کہ جو صدقہ آپ کے زمانہ مین مقرر تھا اس سے مین ذرا بھی تغیر نہ کرونگا اسپر حضرت فاطمہ ناخوش ہوگئین اور علیحدہ ہوکر چلی گئیں انکے ساتھ حضرت علی بھی چلے گئے یہانتک کہ چھ ماہ کے بعد حضرت فاطمہؓ کا انتقال ہوگیا اب حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی لوگون مین وہ وجاہت جو پہلے تھی نہ رہی اور صلح کرنا چاہی حضرت ابوبکرؓ نے فوراً صلح کرلی اس سے راویون نے یہ خیال کرلیا کہ بیعت بھی چھ مہینے کے بعد کی مگر یہ صحیح نہین کیونکہ آیندہ ہم روایت سے ثابت کرینگے کہ آپ نے تھوڑے ہی دنون کے بعد بیعت کرلی تھی۔

مگر کیا کیجئے اس دین متین کو منافقوں سے پالا پڑا بارے جبتک رسولؐ خدا زندہ رہے کسی کی نہانی والی نہ گلی جب آپ اس جہان فانی سے راہی ملک بقا ہوئے ان کمبختون کو اور تو کوئی موقع نہ ملا۔

سیاست وحکومت کو ذریعہ انتقام بنایا اور طرح طرح کی پیچیدگیان اور شرائط لگائیں تاکہ حدود الہی
اور شعار دین کو بیکار کردیں یعنی گمان کیا کہ خلافت نبوت کی فرع ہے اور اسکی اہلیت بجز معصوم سادات
کے اور کسی مین نہیں انکے سوا کوئی اس امر کا مستحق ہی نہیں ہو سکتا اور جبتک امام ان صفات سے
متصف نہ ہو نہ اُسکا اتباع درست اور نہ اقامت نماز وحدود جائز ہیں۔ یہ اس قسم کے خیالات ہین
کہ جنہون نے مسلمانون کو متفرق کیا اور وحدت اسلام کے شیرازہ کو بکھیر دیا ان فاسد اصول کی جہان
مین آجتک پابندی چلی آتی ہے اور جو اپنے آپ کو شیعہ اہل بیت شمار کرتے ہیں وہ امام موہوم کے انتظار
مین اختر شماری کر رہے ہیں کہ وہ آکر ارکان اسلام کو قائم کرینگے اور اپنی اس جہالت کو نہیں سمجھتے کہ اس
بناء فاسد سے انہون نے حدود الہی واحکام خداوندی کو بالکل معطل کر رکھا ہے۔
افسوس ہے ان عقلون پر کہ آجتک منافقین بے دین کی غرضون تک نہ پہنچی اور نہ جانا کہ انہون
نے امام معصوم کے مسئلہ کو احکام دین کے قائم کرنے کے واسطے کیسا سد راہ بنا دیا کہ جس کا قیامت تک
اٹھنا دشوار ہے کیونکہ اسکی بنیاد ہے مہدی کی احادیث موضوعہ واخبار مصنوعہ پر جنکا دروغ عیاں ہے
ایسے توہمات سے اسلام اور مسلمانون کو جو ضعف لاحق ہوا ہے اور جو تفرقہ پڑا ہے اُسکو خدا اور خدا کا
رسول اپنے دین وامت کے واسطے کبھی گوارا نہین کرسکتے اگر انمیں ذرہ برابر بھی صداقت ہوتی تو
خدا آجتک اپنے بندون کو بے امام معصوم کے وادی ضلالت مین نہ بھٹکتا چھوڑتا عصمت خدا او
رسول کا حصہ ہے آجتک کسی امت وملت مین ائمہ وسلاطین معصوم نہین بھیجے گئے اس عالم
میں ہمیشہ مختلف فرقے اور مذہب کے لوگ برابر حکومت کرتے چلے آئے ہیں اور قیامت تک آتے
رہینگے۔ انمیں بت پرست اور خدا پرست سب ہی قسم کے ہیں دیکھو جاپان اس زمانہ میں کیسا منتظم ہے
اور سلف میں بھی بڑے بڑے عادل ومنصف مثل نوشیروان وغیرہ کے حکومتین کر چکے ہین
بارخدایا توان لوگوں کو سمجھ دے کہ اپنے خیالات درست کرین اور دین کی حبل المتین کو مضبوطی سے
پکڑین اب ہم اصل مطلب یعنی خلافت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا حال شروع کرتے ہیں۔
جب آنحضرتؐ کی وفات ہوئی اُسوقت آپ موجود نہ تھے جب آپکو یہ خبر جانکاہ پہنچی آپ تشریف
لائے لوگون کو عجیب اضطراب وحیرت میں پایا کوئی تو بالکل اسکی تکذیب کرتا اور کوئی سچ جانتا
آپ سیدھے پیغمبر خدا کے مکان پر چلے گئے اور رُوئے انور سے چادر اُٹھا کر بوسہ دیا اور روتی فداہ
کہکر کہنے لگے کہ آپ نے اپنی موت پائی اسکے بعد آپ کو کبھی موت نہ آئیگی پھر باہر آکر خدا کی حمد وثنا
کے بعد فرمانے لگے۔ لوگو جو شخص محمدؐ کی عبادت کرتے تھے سن لیں وہ تو یقیناً مر گئے اور جو خدا کی عبادت

کرتے تھے اُنکا خدا زندہ ہے اُسکو کبھی نہ موت آئیگی اور یہ آیت شریف پڑھی (وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افان مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم لن یضر اللہ شیئا وسیجزی اللہ الشاکرین- جب آپ نے یہ آیت پڑھی تو لوگون کو دہشت کے مارے یہ پتہ تک نہ چلا کہ یہ قرآن مجید مین موجود ہے- حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ اسکے سنتے ہی میرے پاون میں کھڑے ہونے کی طاقت نہ رہی مین پر گر پڑا سبحان اللہ کیا ایمان وصحبت ہے کہ فرط محبت سے مفارقت کی خبر سُن کر بیہوش ہوگئے اور کھڑے ہونے کی تاب نہ رہی اور پھر ایک آیت کے پڑھنے سے ہوش وحواس کی طرف رجوع کر آئے- یا الٰہی ہمکو بھی ایسے جوانمرد پاک نفس عطا فرما جنکا پیمانہ نور ایمان سے لبریز ہو-

ابھی آپ اسی حال میں تھے کہ ایک شخص نے آکر خبر دی کہ انصار بنی ساعدہ کے سقیفہ میں خلافت کے واسطے مشورہ کرنے کو جمع ہوئے ہیں حضرت ابوبکرؓ وعمرؓ معہ دیگر مہاجرین کے اس امر کے تدارک کیواسطے پہنچے تاکہ وحدت اسلامی میں کہین تفرقہ نہ پڑجائے یہان کیا دیکھتے ہیں کہ انصار سعد ابن عبادہ کے ہاتھ پر بیعت کرنے کو تیار ہیں فوراً لوگون کو روک کر حضرت ابوبکر نے خطبہ دینا شروع کیا-

اے گروہ انصار جو کوئی بات بیان کیجائے تم اسکے اہل ہو مگر عرب خلافت کا مستحق بجز قریش اور کسی کو نہیں جانتے- قریش تمام عرب میں باعتبار نژاد وشرافت افضل ہیں- اور عمر ابن خطاب اور ابو عبیدہ بن جراح کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا کہ مین ان دونو کو تمہارے واسطے پسند کرتا ہون جسکو چاہو اختیار کرلو اسپر انصار مین بہت شور وغوغا ہونے لگا اور یہ صدا بلند ہونے لگی کہ ایک امیر ہمارا اور ایک تمہارا ہو حضرت عمر نے یہ خیال کرکے کہ جتنی دیر ہوگی اُسیقدر یہ معاملہ طول کھینچتا جائیگا لہذا جلدی کرنی چاہئیے اور بعض انصار مثل بشیر ابن سعد وغیرہ کی بھی یہی رائے ہوئی کہ مہاجرین میں خلیفہ ہو آپ نے حضرت ابوبکرؓ سے فرمایا کہ ہاتھ پھیلائیے ہاتھ پھیلاتے ہی بشیرؓ نے سب سے پہلے خود بیعت کی اسکے بعد حضرت عمرؓ کا ہاتھ بڑھا اور پھر سب نے بیعت کرلی-

صرف حضرت علیؓ وطلحہؓ وزبیرؓ وبنی ہاشم رہگئے- انکا خیال تھا کہ خلافت بنی ہاشم سے باہر نہ جائیگی چنانچہ عقبہ ابن ابی لہب نے اُس دن یہ شعر کہا ہے ؎ ماکنت احسب ان الامر منصرف عن ہاشم ثم منہم عن ابی الحسن- مجھے وہم وگمان بھی نہ تھا کہ خلافت بنی ہاشم اور بنی ہاشم میں سے علی کو نہ ملیگی-

جب بنی ہاشم نے دیکھا کہ لوگون نے حضرت ابوبکر کی خلافت پر اتفاق کرلیا اور انسے خوش وہیں یہ انکو خود معلوم تھا کہ خلافت نبوت سے جدا ہے اور ابوبکر خلافت کے احق ہیں انہین کو

آنحضرت صلعم نے مرض الموت میں اپنا نائب مقرر کیا تھا تو انہوں نے پھر بیعت کر لی اور چند دنوں کے بعد حضرت علیؓ نے بھی نہ کہ چھ مہینے میں جیسا کہ اوپر اسکی طرف اشارہ ہو چکا ہے اسکی دلیل یہ ہے کہ ابو سعید خدری نے ایک طول طویل حدیث میں بیان کیا کہ ابوبکرؓ منبر پر چڑھے اور جماعت میں زبیرؓ کو نہ دیکھا انکو بلایا اور کہا اے رسول خدا کے پھوپھی زاد بھائی اور خالص دوست کیا مسلمانوں کے اتفاق کی لڑی کو توڑنا چاہتے ہو انہوں نے جواب دیا کہ یا خلیفہ رسول اللہ کوئی بھی خلاف نہیں ہے کیونکہ انہوں نے بیعت کر لی اسکے بعد پھر حاضرین کو بغور دیکھا حضرت علیؓ کو نہ پایا انکو بلوا کر کہا کہ رسول خدا کے چچا زاد بھائی اور داماد کیا مسلمانوں کے اتحاد کی قوت توڑنا چاہتے ہو۔ انہوں نے بھی مثل زبیرؓ کے جواب دیکر بیعت کر لی۔

ابن عساکر نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کی ہے کہ نبی صلعم نے ابوبکرؓ کو میری موجودگی اور تندرستی میں نماز پڑھانے کا حکم دیا پس ہمنے دنیا کے واسطے بھی انہیں کو اپنا امام بنایا جسکو آنحضرت صلعم نے دین کا امام بنایا تھا۔ اور خطیب و ابن عساکر نے حضرت علیؓ سے روایت کی کہ آنحضرت صلعم نے فرمایا کہ میں نے تین مرتبہ خدا سے تمہیں آگے کرنے کی درخواست کی مگر خدا نے بجز ابوبکرؓ کے اور کسی کو پسند نہ کیا۔ یہ روایتیں صاف بتا رہی ہیں کہ حضرت علیؓ نے چند دن سے زیادہ توقف نہیں کیا بعض بنوامیہ ابوسفیان جیسوں نے جب آپکو خلیفہ بنانا چاہا آپ نے انکو جھڑک دیا۔ اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ آپکو بیعت میں کچھ تردد نہ تھا۔

جب خلافت آپ کی پوری ہوگئی آپ منبر پر چڑھے حمد و ثنا کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

اے لوگو میں تمہارا والی ہوا ہوں لیکن تمسے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں نیک کام کروں میری مدد کرو اگر برائی کروں میری اصلاح کرو۔ راستی امانت اور جھوٹ خیانت ہے۔ قوی میرے نزدیک کمزور ہے جبتک کہ میں اس سے حق نہ لے لوں۔ اور کمزور زور آور ہے جبتک کہ اسکا حق نہ دلا دوں انشاء اللہ۔ جہاد مت چھوڑو جو جہاد چھوڑیگا وہ ذلیل و خوار ہوگا جبتک میں خدا و رسول کی فرمانبرداری کروں تم میری فرمانبرداری کرو اور جب نافرمانی کروں تم بھی اطاعت مت کرو۔ اٹھو نماز کے واسطے خدا تم پر رحمت کرے۔

یہ کلمات ہیں جنسے اسلامی سیاست کی شان ٹپک رہی ہے اور مدعیان آزادی کو ایسے نتائج تک پہنچنے سے مایوس کر رہے ہیں۔

یہ اسلام کے خلیفہ اول کا کلام ہے جو ذلت و خواری کے دور کرنے کی بشارت

دے رہا ہے بلکہ اسلامی حکومت کے واسطے اصول کو قائم کرتا ہے اور جو شخص ایمین تساہل کرے اُسپر بدبختی کی مہر لگاتا ہے۔

مسلمانون کا خلیفہ مقرر کرنا ہی کوئی ایک مہم نہ تھی بلکہ وفات کی خبر پھیلتے ہی نفاق کی کی آگ سارے عرب مین مشتعل ہوگئی اور زکوٰۃ دینے سے ہاتھ رک گئے مسلمانوں پر ہر طرف سے مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑے ادھر نبی برحق کی مفارقت مسلمانوں کی قلت۔ اُدھر مخالفین کی کثرت وشوکت۔ غرضکہ مسلمان ایک عجیب کشمکش میں پڑے ہوئے تھے۔

آنحضرت صلعم نے وفات سے پہلے ایک لشکر شام کی طرف روانہ کرنے کو تیار کرکے اسامہ بن زید کو امیر مقرر کیا تھا یہ لشکر آپکی بیماری ووفات کی وجہ سے رُکا رہا جب حضرت ابُوبکر کی خلافت مسلم ہوگئی آپ نے سب سے پہلے اس لشکر کے روانہ کرنے کا قصد کیا۔ لوگون نے سمجھایا کہ یہ ہے مسلمانون کا لشکر۔ اور عرب کا یہ حال ہے کہ اس سرے سے اُس سرے تک سب آمادہ فساد ہین ایسے نازک وقت مین اس لشکر کو دور نہ کرنا چاہئے آپ نے دلیری واستقامت سے جواب دیا کہ بخدا اگر مجھکو یہ معلوم ہوجائے کہ درندے میری ٹانگ پکڑ کر گھسیٹ لیجائیں گے تب بھی مین اس لشکر کو آنحضرت صلعم کے منشا کے موافق روانہ کرنے سے باز نہ رہونگا۔ یہ ہے ثابت قدمی واتباع کہ ہر طرف سے مصائب وخطرات میں گھرے ہوئے ہیں مگر تیور پر بل نہیں اور نہ دل مین ہراس یہ وہ موقع تھا کہ مسلمانون کے حوصلے بدلے ہوئے تھے مگر ابُوبکر کا عزم تھا کہ لشکر روانہ ہو فوراً حکم دیا کہ جو اسامہ کے لشکر مین بھیجا گیا تھا سامان لیکر لشکرگاہ میں آجائے انمیں جو لوگ بعد ہجرت کے اپنے اپنے گھر واپس میں چلے گئے تھے اُنکو قید کردیا جب لشکر تیار ہوگیا اسامہ نے حضرت عمر کو آپکے پاس بھیجا کہ لوگون کو واپس کرلین کیونکہ بڑے بڑے آدمی سب میرے ساتھ ہیں مجھکو خوف ہے کہ کہین مشرکین حملہ کرکے مسلمانون اور خلیفہ کو نہ ستائین۔ اور جو انصار اسامہ کے ساتھ تھے اُنہون نے کہا کہ ہماری طرف سے یہ عرض کردینا کہ اسامہ سے جو بڑا ہو اُسکو ہمپر حاکم بناؤ حضرت عمر رضی نے آکر اسامہ کا پیغام پہنچایا۔ آپ نے اپنی ثابت قدمی کا اظہار کیا کہ اگر مجھکو کتے اور بھیڑئے اُٹھا لیجائیں بلیمن تن تنہا رہ جاؤں تو بھی اس لشکر کو آنحضرت صلعم کے حکم کے موافق روانہ کرونگا۔ اسکے بعد حضرت عمر رضی نے انصار کا پیغام پہنچایا کہ وہ کسی سن رسیدہ کو اپنا سردار دیکھنا چاہتے ہیں آپ فوراً انکا عندیہ سمجھ گئے کہ انکے دلوں میں ابھی تک فخر ومباہات کا مادہ باقی ہے اسلئے کہ اسامہ آنحضرت صلعم کے غلام تھے آپ نے مناسب سمجھا کہ انکے دلون سے کبر کے

اثر کو بالکل مٹادین اور بجز تقوی وطہارت کے کسی چیز سے فخر وفضل کا دعوی نکرین اور اسکی تعلیم اپنے نفس سے شروع کی اور کیاہی اچھی طرح مثال بنکر دکھایا۔

آپ وہان بنفس نفیس پہنچے اور انکو رخصت کیا اور خود پیدل اسامہ کی رکاب مین چلے۔ اسامہ نے کہا یاتو آپ سوار ہوجائیے یا مین اتر پڑون آپ نے جواب دیا کہ نہ مین سوار ہونگا اور نہ تم اترو اور میرا نقصان کیا ہوگا اگر اللہ کی راہ مین تھوڑی دور پیدل چلون جب انصار نے یہ حال دیکھا دنگ ہوگئے اور بجز خاموش رہنے کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا بلکہ جبرا قہرا اس تواضع کا سبق پڑھا تھا اسکا موقع جنگ پر کامیابی کے ساتھ امتحان دیا۔

جب آپ نے لوٹنے کا ارادہ کیا اسامہ سے کہا کہ اگر عمرؓ کو میری مدد کے واسطے چھوڑ دو تو بہتر ہے انھوں نے اجازت دیدی۔

سبحان اللہ کیا عمدہ تعلیم ہے کہ آپ نے عمرؓ کو اپنے پاس رکھنا چاہا گو آپ بلا اجازت کے روک سکتے تھے مگر لوگون کو نصیحت کرنے کے واسطے کہ جبتک ایک شخص کسی کے ماتحت ہے اسکی اجازت و رضامندی کے بغیر کوئی کام نہ کرنا چاہئے اگرچہ یہ نصیحت زبان سے بھی کر سکتے تھے مگر انکو عمل کر کے دکھادیا کہ یون امیر کی اطاعت کرتے ہین تاکہ اور لوگ انہین کے ادب کی پیروی کرین اور اپنے نفوس کو اسی طرح ادب دین۔

آپ نے لوٹنے سے پہلے تمام لوگوں کو وصیت فرمائی جسکی بابت اس سے زیادہ نہین کہہ سکتے کہ ممالک متمدنہ کے مہذب اور مہذب دینی نوع کے لیے جو بڑے دعویدار ہین ان مین سے کسی نے آجتک اپنی فوج کو اسکے عشر عشیر بھی وصیت نہین کی وہ گران بہا وصایا یہ ہین۔

نہ خیانت کرو۔ نہ غدر کرو۔ نہ غنیمت کا مال چھپاؤ۔ نہ مثلہ کرو۔ نہ لڑکون بوڑھوں عورتون کو قتل کرو۔ نہ کھجور کاٹو۔ نہ کسی پھلدار درخت کو گراؤ۔ نہ درخت جلاؤ۔ نہ بکری گائے۔ اونٹ کھانے کی ضرورت کے بغیر ذبح کرو جب ایسے لوگون پر گذرو گے کہ انہوں نے اپنے آپ کو دنیاوی تعلقات سے الگ کر کے عبادتخانون میں پرستش کے واسطے وقف کردیا ہے تم انسے کچھ تعرض نہ کرو۔ تمکو ایسے لوگ بھی ملینگے جنکے سر گھٹے ہوئے پٹے بڑھے ہوئے ہونگے انکو تلوار کے گھاٹ اتار دو۔ اٹھو اللہ کا نام لو اور آنحضرتؐ کے احکام کی پوری پوری تعمیل کرو۔

بعض لوگ اہل عرب کی ارتداد کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ وہ مسلمین سے پھر کافر بنگئے تھے جیساکہ حال مین بعض لوگون نے اسکے متعلق مناظرہ میں مجھسے یہ خیال ظاہر کیا تھا مگر حقیقتاً یہ ردت

کفر و شرک کی ردت نہ تھی بلکہ ایک رکن اسلام کے متعلق تھی یعنی زکوٰۃ دینی چھوڑ دی تھی اس باب میں علماء اسلام و مورخین نے بہت کچھ گفتگوئیں کی ہیں جنکا خلاصہ ہم بیان درج کرتے ہیں تاکہ حقیقت حال ظاہر ہو جائے۔

آنحضرتؐ کی وفات کے بعد مسلمانوں کی کمزوری اور اضطراب کے ساتھ مسیلمہ کذاب طلیحہ اسدی وغیرہ کے زور و شور کو دیکھکر عرب نے آپسمیں زکوٰۃ نہ دینے کے متعلق چرچے شروع کئے۔ یہ لوگ آزادی کے خوگر تھے کبھی کسی کو خراج وغیرہ تو دیا ہی نہ تھا اسلام میں زکوٰۃ کو خراج سمجھکر سبھوں نے ایک دم بند کر دیا جب یہ خبر حضرت ابو بکرؓ کو پہنچی اُنہوں نے اس بارے میں مشورہ لینے کے لئے صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کو جمع کیا بعض کی یہ رائے ہوئی کہ انکے ساتھ مشرک و کافر کی طرح قتال نکرنا چاہئے اور بعض نے کہا کہ نہیں جیساکہ بالکل اسلام ترک کرنے پر قتال کیا جاتا ہے اسی طرح ایک رکن کے ترک پر بھی کرنا چاہئے اسی رائے کو حضرت ابو بکرؓ نے پسند کیا اور فرمایا کہ اگر ایک دانہ بھی دینا بند کر دینگے جو آنحضرتؐ کے وقت میں دیتے تھے تو برابر اُنسے لڑونگا اور خود اُنکے قتال پر آمادہ ہو گئے۔ تمام صحابہ نے آپکا ساتھ دیا حضرت عمرؓ نے اپنے زمانہ خلافت میں ان لوگوں کے قیدیوں اور مال و اسباب کو واپس کر دیا۔

صحابہؓ نے اہل ردت کے قتال کے متعلق جو بحثیں کی ہیں اُنسے ظاہر ہو جاتا ہے کہ انکی ردت کس طرح تھی ابن شاکر نے عیون التواریخ میں بیان کیا ہے کہ حضرت ابو بکرؓ نے جب صحابہ کو مشورہ کے واسطے جمع کیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ قتال نکرنا چاہئے حضرت ابو بکرؓ نے فرمایا کہ اگر ایک مثقال بھی بند کر دیں تو میں لڑونگا۔ حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ انسے کیونکر لڑنا درست ہو سکتا ہے آنحضرتؐ نے تو فرمایا ہے۔ امرت ان اقاتل الناس حتیٰ یقولوا لا الٰہ الا اللہ وان محمد رسول اللہ فمن قالہا عصم منا مالہ ودمہ الا بحقہا وحسابہم علے اللہ۔ یعنی مجکو لوگوں سے اُسوقت تک لڑنے کا حکم ہے کہ جبتک وہ خدا کی وحدانیت اور میری رسالت کا اقرار نکریں اور جب اُنہوں نے اقرار کر لیا تو انکی جان و مال امان میں آگئیں مگر حق کی وجہ سے اور اُنکا حساب خدا پر ہے۔

ابو بکر صدیقؓ نے فرمایا کہ جسنے نماز و زکوٰۃ میں فرق کیا میں اُس سے لڑونگا کیونکہ زکوٰۃ مال کا حق ہے اور انہ الا بحقہا فرمایا ہے۔ حضرت عمرؓ فرماتے ہیں کہ مجھپر منکشف ہو گیا کہ ابو بکرؓ کی رائے درست ہے۔

علامہ ابو الحسن عروہ حنبلی نے کتاب الکواکب کے بیسویں جزو میں لکھا ہے کہ ابو بکرؓ کا ارادہ

صرف زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے تھا اور اس بحث میں یہ بھی بیان کیا ہے کہ جس طرح اسلام کے ترک پر جہاد کیا جاتا ہے اُسی طرح ایک رکن کے ترک پر بھی اور چونکہ زکوٰۃ رکن دین ہے اس لئے آپ نے عرب پر جہاد کیا۔

ابن مسعود کی حدیث میں ہے کہ فواللہ ما رضی منہم الا بالخطۃ المخزیۃ او حرب المجلیۃ فاما الخطۃ المخزیۃ فان یقروا بان من قتل منہم فی النار۔ یہ صاف بتا رہی ہے کہ عرب کی ردت بے شرک نہ تھی ورنہ اقرار کے معنی کیا ہوئے اگر وہ مشرک ہی ہوجاتے تو دوزخی ہونا یقین تھا خواہ اقرار کریں یا انکار۔

عرب کے زکوٰۃ نہ دینے کا باعث یہ تھا کہ وہ اسکو مثل خراج کے خیال کرتے تھے چنانچہ مورخون نے بیان کیا ہے عمرو ابن عاص جیفر سے واپسی کے وقت بنی عامر کے پاس سے گذرے اور قرہ بن ہبیرہ کے مہمان ہوئے یہ زکوٰۃ کے بارے میں متردد تھا اور بنی عامر کا لشکر لئے ہوئے پڑا تھا۔ انکی اچھی طرح مہمانی کی اور تخلیہ میں لیجا کر کہنے لگا کہ عرب تمکو خراج دینے پر نہیں راضی ہیں اگر اسکو معاف کردو تو اطاعت کریں ورنہ کوئی پاس بھی نہ پھٹکے گا۔ چونکہ یہ قریش کے سردارون میں سے تھے لہذا اسکی بات کی کچھ پرواہ نہ کی اور بڑائی اور دلیری سے کہا۔ اکفرت یا قرہ وتخوفنا بالعرب فواللہ لاوطئن علیک الخیل فی حفش وامک واحفاش بیت یستتر فیہا النساء ثم قام وذہب۔

یہ اُن لوگون کی ردت تھی جو بالکل مرتد ہوکر مسیلمہ وغیرہ سے نہیں ملے تھے۔ اگرچہ یہ بظاہر ایک چھوٹی بات معلوم ہوئی تھی مگر اسکا تدارک نہ کیا جاتا تو اس سے بڑے بڑے شر پیدا ہوتے۔ اللہ ابو بکرؓ کو جزائے خیر دے کہ جس نے اپنے مستقل ارادون سے اس آتش فساد کو بجھایا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ جس طرح مہاجرین وانصار نے آنحضرتؐ کی مدد کی قتال مرتدین اور اعلاء کلمۃ اللہ میں نصرت کی اور مخالفون کو نیچا دکھایا اسی طرح عام قریش نے بھی اپکی وفات کے بعد مرتدون کی آتش فساد کو اپنی تلوارون اور خون سے بجھایا اور تمام عرب کو اسلام کا حلقہ بگوش بنا دیا۔ اسوقت بجز قریش وثقیف کے تمام قبائل منہ موڑ چکے تھے اور ہر چہار طرف مخالفت کی آگ بھڑک رہی تھی ایسے نازک وقت میں یہی قریش مہاجرین وانصار کے ساتھ ملکر اس طوفان متلاطم میں گھسے اور باد مخالف کے تیز تیز جھونکون کو روکا۔ قریش میں سے جن لوگون کے واسطے لڑائی کے جھنڈے باندھے گئے اُنکے اسماء گرامی یہ ہیں۔ خالد ابن ولید۔ عکرمہ ابن ابی جہل۔ عمرو بن العاص۔ خالد ابن سعید۔ مہاجر ابن امیہ۔ حضرت ابو بکرؓ نے ہنوز ردت کی آگ ٹھنڈی نہیں کی تھی کہ فوراً سرداران قریش کو قیصر وکسریٰ کے مقابلہ پر روانہ کردیا آپ کے بعد

حضرت عمر نے آپکی پیروی کی۔ ان دونوں بزرگوں کی طرف سے جو افسران لشکر قیصرو کسرے کی ممالک کی بیخ کنی کے واسطے اور اسلام کی اشاعت کے لئے مقرر تھے اُنکے نام نامی یہ ہیں۔ خالد بن ولید خالد ابن سعید۔ عمرو بن العاص۔ ابو عبیدہ ابن الجراح۔ یزید ابن ابی سفیان۔ معاویہ ابن ابی سفیان۔ عیاض بن غنم۔ حبیب بن مسلمۃ الفہری۔ سعد بن ابی وقاص اور قریش کے دیگر نام برآوردہ جنہوں نے بڑی بڑی سختیوں کو جھیلکر مہمات کو سر کیا۔ اگرچہ انمیں بعض سے فساد کے زمانے میں کچھ ایسے امور صادر ہوئے کہ جو حزم و احتیاط کے خلاف ہیں مگر پھر بھی انکے فضائل و خدمات کا جو انہوں نے فتوحات اسلام میں کین اُنکا ہرگز ہرگز انکار نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ انسان خطا و نسیان سے مرکب ہے۔ عصمت خدا و انبیا کی شان ہے۔ اب ہم اہل ردت کے قتال کا ذکر شروع کرتے ہیں :۔

عبداللہ بن مسعود نے بیان کیا کہ آنحضرتؐ کی وفات کے بعد ہم ایسی حالت پر پہنچ گئے تھے کہ اگر ابو بکرؓ جیسا شخص ہماری مدد نکرتا تو ہم ہلاک ہوجاتے ہمنے اتفاق کر لیا تھا کہ ٹیوالوں کو لڑنا چھوڑ دین اور بدویانہ طریق سے زندگی یاد خدا مین کاٹکر مرجائیں۔ اللہ نے ابو بکرؓ کو مرتدین کے قتال پر ثابت رکھا یہانتک کہ اُنکو ذلت وجلا وطنی تک پہنچا دیا ذلت یہ کہ اُنہوں نے اقرار کر لیا کہ جو انمیں سے مارا گیا وہ دوزخ میں اور جو ہم میں مارا وہ جنت میں اور یہ کہ ہمارے مقتولوں کو دیت دیں اور جو مال لیگئے وہ واپس کریں۔ اور اُنکا مال ہمارے واسطے غنیمت ہو اور جلا وطنی اسطرح کہ اپنے گھر بار چھوڑ کر باہر نکل گئے۔

آپ نے عزم بالجزم کر لیا تھا کہ جب تک عرب اسلام کو پورے طور سے اختیار نہ کر لیں اُنکو کسی وادی و غار میں کبھی قرار نہ لینے دیں اور تلوار کے سر اُنسے نہ اُٹھاوین آپکو صرف اسامہ کے لشکر کی واپسی کا انتظار تھا اس اثنا مین عطفان۔ طے۔ عبس تین قبیلوں نے ملکر آپکے پاس وفد بدلے لیکر بھیجے اُنکی غرض یہ تھی کہ ہدیہ لے لو۔ اور زکوۃ چھوڑ دو آپ نے اس سے انکار کیا یہ لوگ واپس جاکر مسلمانوں کی کمی اور ضعف کا حال بیان کرنے لگے اور انہوں نے اپنی کثرت اور مسلمانوں کی قلت کے گھمنڈ میں چھاپہ مارنے کا قصد کیا۔ اور یہ نہ سمجھے کہ مسلمان اگرچہ تعداد مین کم ہیں مگر قوت و شجاعت میں ہرگز کم نہیں۔ کیونکر وہ جماعت کم ہوسکتی ہے جس مین حیدر کرار۔ عمر۔ طلحہ۔ زبیر جیسے شیر دل موجود ہوں ؟

حضرت ابو بکر وفد کے جاتے ہی تاڑ گئے کہ یہ رات کو چھاپہ مارینگے۔ اسلئے حضرت علی طلحہ

زبیر بن مسعود کو شہر و مسجد نبوی کی حفاظت پر مامور کیا۔ وفد کو گئے ہوئے تین دن گذرے تھے کہ رات کو دشمن آپہونچے آپ نے کچھ جماعت کو ذی حسیٰ مقام پر جو مدینے سے تھوڑی دور ہے چھوڑ دیا اور مقام نقاب پر پہنچے وہاں سپاہ موجود تھی انہوں نے انکو روکا اور حضرت ابو بکر کو خبر کر دی آپ مسلمانوں کو اونٹوں پر سوار کرکے لیکئے دشمن کو بھگا کر تعاقب کیا جب ذی حسیٰ پر پہنچے جو لوگ پہلے سے بیٹھے ہوئے تھے مشکیزے ہوا سے بھر کر نکلے اور انکو زمین پر پٹخنا شروع کیا اس سے مسلمانوں کے اونٹ بھڑک گئے اور وہاں سے بھاگ کر مدینہ مین چلے آئے خیریت یہ ہوئی کہ مسلمانوں میں سے کوئی گرا نہیں۔

پھر حضرت ابو بکر رات کو مسلمانوں کو لیکر نکلے صبح ہوتے ہی اُس ٹیکرے پر پہنچ گئے جہاں دشمن پڑے تھے۔ انکو پتہ تک نہوا یہانتک کہ مسلمانوں نے قتل شروع کر دیا اور وہ جان چرا کر بھاگے آپنے تعاقب کیا یہانتک کہ وے قصبہ مین پہنچ گئے۔ یہ آپکی پہلی فتح تھی۔ اس مقام پر نعمان بن مقرن کو ایک جماعت کے ساتھ چھوڑ کر آپ مدینہ کو واپس ہوئے۔ آپکے پہنچتے ہی باہر سے صدقات اور اسامہ معہ لشکر کے آموجود ہوئے۔ اسامہ کو آرام کے واسطے مدینہ منورہ مین چھوڑ دیا اور خود معہ ہمراہیون کے نکل کھڑے ہوئے حضرت علی اور دیگر مسلمانون نے باصرار کہا کہ آپ ٹھہرئے مگر آپنے نہ مانا اور کہا کہ میں تمہاری رفاقت کرونگا۔ اور لشکر کو لیکر ذی حسیٰ و ذی قصہ پر پہنچے اور ابرق مین اُتر کر وہاں کے لوگون کو مار بھگایا اور بنی ذبیان اور انکے علاقہ پر قبضہ کرکے مسلمانون کے باشندون کی چراگاہ مقرر کی اور مدینہ کو مراجعت فرما ہوئے اس اثنا میں اسامہ بھی دم لے چکے تھے اور مختلف اطراف سے صدقات کا مال بھی آگیا تھا آپ نے مرتدین کی طرف لشکر روانہ کرنے شروع کر دئے۔

اہل ردت کے قتال کے واسطے گیارہ نشان بنائے۔

پہلا۔ خالد ابن ولید کو دیکر طلیحہ ابن خویلد کی طرف جانے کا حکم دیا وہان سے فارغ ہو کر مالک ابن نویرہ کی طرف مقام بطاح میں پہنچنے کا ایما فرمایا۔

دوسرا۔ عکرمہ ابن ابی جہل کو دیکر مسیلمہ کیطرف روانہ کیا۔ دیا

تیسرا۔ مہاجر ابن مخزومی قرشی کو عنسی کے لشکر کا امیر بنا کر یمن بھیجا۔ اور قیس بن مکشوح کے خلاف ابناء کو مدد دینے کا حکم دیا وہان سے فارغ ہونے کے بعد حضرموت کندہ کی مہم کرنے کو فرمایا۔

چوتھا۔ خالد ابن سعید کو دیکر شام کی طرف روانہ کیا۔

پانچوان عمرو ابن العاص قرشی کو دیکر قضاعہ پر مامور کیا۔

در اسلام لایا لیکن
جس میں چالیس ہزار

ساتوان - عرفجہ ابن ہرثمہ بارقی کو دے کر مہرہ کی طرف بھیجا۔
آٹھوان شرحبیل ابن حسنہ حلیف بنی زہرہ کو دیکر عکرمہ کی مدد پر روانہ کیا اور کہا بعد فراغت قضاعہ سے جا ملے۔
نوان معن بن حاجز سلمی کو دیکر بنی سلیم و ہوازن کی جانب روانہ کیا۔
دسوان سوید ابن مقرن اوسی کو دیکر تہامہ یمن پر چڑھائی کرنے کا حکم دیا۔
گیارہوان علاء بن حضرمی حلیف بنی امیہ کو بحرین کی طرف رخصت کیا۔
ان سردارون کو ایک ایک ہدایت لکھکر دی اور مرتدون کے نام ایک نامہ دیا جنکا بیان آپ کے خطون اور خطبون میں آئیگا۔

باب الحروب

طلیحہ اسدی

طلیحہ ابن خویلد اسدی بنی اسد ابن خزیمہ میں ہے استے آنحضرتؐ کی حیات میں نبوت کا دعوے کیا تھا بہت سے لوگ اسکے پاس جمع ہو گئے تھے جب آپ کی وفات ہوئی اسوقت بہت سے عرب صاحب عصبیت اسکے دام میں آگئے زیادہ تر قبائل اسد، غطفان وطی کے تھے جب مدینہ منورہ پر دھاوا کرنے کا قصد کیا ان قبائل نے اسکے بھائی حبال کی مدد کی اسوقت دو جماعتین ہوگیئن - ایک تو ربذہ میں ٹھہر گئی دوسری ذی القصہ میں چلی گئی وہان جاکر حضرت ابوبکرؓ کے پاس وفد بھیجا جیساکہ اوپر بیان ہوچکا دوسری جماعت کو خالد بن ولید نے بھگادیا انمین سے عیینہ بن فزاری کو گرفتار کرلیا جیساکہ اس نامور غارتگر کا ذکر آگے آئیگا۔
یہ لوگ یہان سے بھاگ کر ام زمل سلمی بنت مالک ابن حذیفہ ابن بدر کے پاس جمع ہوئے - یہ رسول خداؐ کے زمانہ میں گرفتار ہوکر آئی تھی - اور عائشہؓ کو ملی تھی انکے آزاد کردہ لوگ وانہیلہ میں واپس چلی آئی جب اسکے پاس یہ مفرورین جمع ہو گئے اسنے لڑنے کا حکم دیا مسلمانون کی نے یہان بھی نہ چھوڑا فوراً آکر اسکو قتل کرڈالا اور جماعت کو متفرق کر دیا۔

(تمیم وسجاع)

ہیں مگر قوت و

عمر، طلحہ، زبیرؓ جانے چھ امیر یعنے زبرقان ابن بدر، قیس ابن عاصم صفوان بن صفوان حضرت ابو وکیع ابن مالک - مالک بن نویرہ بنی تمیم پر مقرر فرمائے تھے - جب ان

لوگوں کو وفات کی خبر معلوم ہوئی تو صفوان ابن صفوان بنی عمرو کے صدقات لیکر چلے راستے میں زبرقان سے ملاقات ہوئی انہوں نے رباب و عوف و انبا کے صدقات بھی ہمراہ کر دئے۔ "رباب بنت اُد ابن طانجہ واعدی و عکل و ثور جو عبد مناف کی اولاد میں بنی تمیم کے مجموعہ کو کہتے ہیں" یہ سب تمیم کی نسل میں ہیں انہیں مین قیس بن عاصم اور مالک بن نویرہ بھی تھے۔ قیس تو صدقات لیکر علاء ابن خضری کے ساتھ چلے۔ اور مالک ابن نویرہ تردد میں پڑ گئے اور بنی تمیم آپس ہی میں لڑنے لگے جو اسلام پر قائم تھے وہ اسکی طرفداری کرتے اور جو مرتد ہو گئے تھے اُنسے لڑتے تھے یہاں یہ اختلاف پڑ رہا تھا کہ جزیرہ سے سجاع بنت حارث ابن سوید ابن عقفان تمیمیہ جس نے بنی تغلب میں نبوت کا دعویٰ کیا تھا اور ابُوبکرؓ سے لڑنے کے قصد سے نکلا تھا آپہونچا اور مالک ابن نویرہ سے مدد کا خواستگار ہوا اسنے اسکو مدد دیکر کہا کہ وہاں جانے کو رہنے دو اور یہیں جو مسلمان ہیں پہلے انسے لڑو۔ اب ان بیچارے مسلمانوں کو جان کے لالے پڑ گئے ایک تو پہلے ہی کمزور تھے اب یہ اور مصیبت آن پہنچی آخر بجز بھاگنے اور جان بچانے کے کوئی تدبیر نہ سوجھی یہ تو بھاگ گئے وہ ابُوبکر صدیق سے لڑنے کے ارادہ سے آگے بڑھاہی تھا راہ میں اوس ابن خزیمہ ہجیمی نے بنی عمرو تمیم کو لیکر چھاپا مارا اور بھتیروں کو قید کر لیا آخر کار اس امر پر صلح ہوئی کہ طرفین قیدیوں کو رہا کر دیں اور سجاع یہیں سے واپس چلی جائے وہ یہاں سے بے نیل مرام یمامہ کو بھاگی وہاں اُسکو مسیلمہ سے ایسے امور پیش آئے کہ جنکے ذکر کا یہاں موقع نہیں وہاں سے بھی واپس ہو کر جزیرہ میں چلی گئی۔ قحط سالی میں معاویہؓ اُسکو مع قوم کے لے آئے اور وہ اپنی قوم کے ساتھ مسلمان ہو گئی اور اسی پر قائم رہی۔

تمام بنی تمیم اپنے کئے پر نادم ہوئے اور اسلام کی طرف لوٹ آئے بجز مالک ابن نویرہ کے کہ یہ اس تردد پر جما رہا اور اپنی قوم کو بطاح پر جمع کیا۔ خالد ابن ولید طلیحہ اسدی سے فارغ ہو کر اسطرف متوجہ ہوے۔ جب مالک کو خبر لگی اسنے اپنے لوگوں کو متفرق حصّوں میں بھگا دیا خالد ابن ولید نے انکے پیچھے لشکر دوڑایا جو اُسکو مع ایک جماعت کے پکڑ لایا انہوں نے انکے قتل کا حکم دیکر قتل کرا دیا اسکی تفصیل خالد ابن ولید کے حالات میں انشاللہ آئیگی۔

مسیلمہ

مسیلمہ اپنی قوم بنی حنیفہ کو لیکر آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اسلام لایا لیکن جب واپس پہنچا خود نبوت کا دعوے کرنے لگا اور اسکی قوم اسپہ ایمان لے آئی جس میں چالیس ہزار

مرد جنگ آزما تھے۔ آنحضرتؐ کی وفات پر حضرت ابوبکر نے عکرمہ ابن ابی جہل کو یمامہ روانہ کیا اور شرجیل کو انکی مدد پر مقرر کیا لیکن عکرمہ نے مدد کے آنے کا بھی انتظار نہ کیا اور جا کر لڑنے لگے نتیجہ یہ ہوا کہ شکست کھائی۔ جب یہ خبر حضرت ابوبکر کو پہنچی بہت ناخوش ہوے اور لکھا کہ میں تجکو دیکھنا نہیں چاہتا تو لوگوں کو کمزور کرتا ہے جا سیدھا حذیفہ و عرضجہ کی راہ سے اور اہل عمان سے لڑ پھر اپنے لشکر کو لیکر روانہ ہوا اور مہاجرین ابن امیہ سے یمن و حضرموت میں ملنے تک آسودہ ہو لینے دے۔

اُدھر شرجیل کو لکھا کہ خالد ابن ولید کے آنے تک توقف کر جب آجائیں تو مسیلمہ سے فارغ ہوکر عمرو بن العاص کے ساتھ ہوکر قضاعہ سے لڑو۔ ادھر خالد بن ولید بطاح سے واپس آکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور جو کچھ کہ مالک بن نویرہ اور اُسکی قوم کے ساتھ گذرے تھے اُس سے معافی مانگی۔ آپ نے درگذر کی اور مہاجرین و انصار کی ایک مزید جماعت کے ساتھ مسیلمہ کی طرف روانہ کیا مہاجرین پر ابو حذیفہ و زید ابن خطاب کو سردار مقرر کیا اور انصار پر ثابت بن قیس بن شماس کو پیچھے سے ایک لشکر بماتحتی سلیط اور روانہ کیا تاکہ عقب سے کوئی حملہ نکرے مسیلمہ نے یہ خبر سُن کر یمامہ کے میدان میں لشکر جمع کیا اور اپنے حامیوں کو بلوایا جنکی ایک بہت بڑی جماعت جمع ہوگئی۔

خالد نے اپنے مقدمہ پر شرجیل کو مقرر کرکے آگے بڑھنے کا حکم دیا جب ایک رات کی مسافت کا فاصلہ رہگیا بنو حنیفہ کی ایک جماعت ملی جو بنی تمیم سے اپنا بدلہ لیکر واپس آرہی تھی۔ خالد نے انکے قتل کا حکم دیدیا صرف انکے سردار مجاعہ ابن مرارہ کو امارت و شرافت کی وجہ سے چھوڑ دیا۔ پھر آگے بڑھکر مقام عقربا پر دونو لشکروں میں مقابلہ ہوا اور بہت سختی کے ساتھ جنگ ہوئی اور بڑے بڑے نامور و تجربہ کار آدمی مسلمانوں کے شہید ہوے آخر کار بنو حنیفہ کے پیر اکھڑے اور مسیلمہ کذاب مارا گیا جسکے تفصیلی حالات خالد ابن ولید کی سیرت مین آئینگے۔

ارتداد اہل بحرین

قبائل ربیعہ جو بحرین میں رہتے تھے آنحضرتؐ کی خدمت مین آکر مشرف باسلام ہوے آپ نے منذر ابن ساوی کو انکا امیر مقرر کرکے بھیج دیا۔ جب آنحضرتؐ نے وفات پائی منذر بیمار تھے تھوڑے ہی دنوں میں آپ نے بھی داعی اجل کو لبیک کہا۔ اہل بحرین یہ دیکھکر مرتد ہوگئے

قبیلہ بکر تو اپنی ردت پر جا رہا مگر عبد قیس جارود بن المعلی العبدی کی فہمایش سے اسلام کی طرف ہوگیا۔ جارود آنحضرتؐ کی خدمت میں رہکر علوم دین کی تکمیل کر گئے تھے جب اپنی قوم مین پہنچے اور لوگوں کو مرتد ہوتے ہوے دیکھا لوگون کو جمع کیا اور وجہ دریافت کی معلوم ہوا کہ انکا خیال ہے کہ اگر محمدؐ نبی ہوتے تو ہرگز نہ مرتے۔ آپ نے پوچھا بھلا یہ تو بتاؤ کہ محمدؐ سے پہلے بھی نبی ہوئے ہیں یا نہیں۔ اُنہون نے کہا ہان ہوئے ہیں۔ پھر آپ نے پوچھا کہ وہ کیا ہوے۔ اُنہوں نے جواب دیا کہ مرگئے۔ آپ نے کہا کہ اسی طرح محمدؐ نے وفات پائی مین گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اور محمدؐ اُسکا رسول ہے۔ اس تقریر دلپذیر کو سُن کر سب مسلمان ہوگئے اور پھر ثابت قدم رہے۔

اسی طرح ایک شخص کی برکت سے قوم کی قوم درست اور ایک کی بدی سے تمام تباہ ہو جاتی ہے۔ ہدایت وضلالت میں صرف ایک گھاٹی ہے جسکو وہی لوگ قطع کرتے ہیں جو اپنی نفسانی خواہشوں پر قادر اور مزاج کے مستقل ہوتے ہیں۔ نہ خواہش اُنکو اپنا غلام بناتی ہے اور نہ کورانہ تقلید اُنکو اندھا کرتی ہے۔

اسلام کو ابتدا مین جہاں فتنہ انگیزون اور گمراہون سے سابقہ پڑا تھا جن کا کام یہی تھا کہ دن رات نئے نئے شر کھڑے کرتے رہین وہان خدا نے اُنہیں مین ایسے نیک دل روشن ضمیر عالی ہمت بھی پیدا کئے تھے جو اسلام کے خادم کفر کے ہادم قوم کے مقوم تھے انہین بزرگوارون میں جنسے اسلام کو قوت کفر کو ذلت گمراہون کو ہدایت حاصل ہوئی جارود بن المعلی عبدی۔ صفوان بن صفوان تمیمی۔ عدی ابن حاتم طائی تھے۔ جنہوں نے مرتدون کو نیچا دکھایا اور دین کا بول بالا کیا اور مشرکون کو خاک میں ملا کر صفحہ ہستی سے معدوم کر دیا۔

جب جارود کی قوم اس نیک مرد کی برکت سے اسلام کی سیدھی راہ پر آگئی تو حطم ابن ضبیعہ مرتدوں اور مشرکوں کو لیکر چڑھ آیا تا کہ انکے علاقے چھین لے اور قطیف وہجر پڑ ڈیرے ڈالکر اصحاب جارود کا محاصرہ کرلیا۔ حضرت ابو بکر نے یہ خبر سُن کر جارود کی حمایت کی واسطے علاء بن حضرمی کو روانہ کیا جب یہ یمامہ کے قریب پہنچے ثمامہ ابن اثال حنفی اپنی قوم مسلمہ اور قیس ابن عاصم المنقری اپنی قوم کے ساتھ اور بہت سے یمنی لوگ انکے لشکر مین شامل ہوگئے ان سب کو ساتھ لیکر دہناء کو چلے یہ ابھی دہناء کے ریگستان ہی مین تھے کہ قیام کا حکم دیا کیونکہ رات ہوگئی تھی اس اثنا مین اونٹ بھڑک گئے اور معہ اسباب غائب ہوگئے۔ اب سواری رہی نہ توشہ نہ پانی۔ سب ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھ رہے علاء نے یہ حالت دیکھکر لوگون کو بلایا اور کہا کیون رنجیدہ

بیٹھے ہوکہا کیا کرین ہملوگ تو زیست سے نا امید ہوچکے کل آفتاب نکلتے ہی ہماری جان کے لالے پڑجائینگے اور اس میدان بے آب وگیاہ مین مرکر رہجائینگے۔ واقعی یہ نازک وقت زندگی سے مایوس کردینے والا تھا۔ اونٹ آب وخورش لیکر بھاگ گئے تھے۔ جھلستی ہوئی بالو کا ریگستان تھا وہ بھی آبادی سے دور جہان نہ پانی میسر آسکتا تھا نہ کھانا مل سکتا تھا اور ایسے بے آب وگیاہ تفتیدہ سرزمین میں بے یار ومددگار مسلمان پڑے ہوئے تھے۔ مگر علاء کا دل اسوقت بھی خدا کی رحمت سے مایوس نہ تھا خدا پر بھروسہ کرکے لوگوں کی تشفی کرنے لگے۔ تم کچھ خوف مت کرو تم مسلمان ہو۔ اللہ کی راہ میں جہاد کرتے ہو۔ اعلاء کلمۃ اللہ میں ساعی ہو اپنے دلون سے غم دور کرو۔ اللہ تمکو کبھی نہ ضائع کرے گا۔ صبح ہوتے ہی نماز کے بعد درگاہ قاضی الحاجات مین دست استدعا کو بڑھایا ہی تھا کہ سامنے سے پانی چمکتا ہوا نظر آیا۔ سب خوش خوش اُٹھکر اُسکی طرف گئے نہائے دھوئے پانی پیا خدا کا شکر ادا کیا۔ ابھی آفتاب بلند نہ ہوا تھا کہ ہر چہار طرف سے اونٹ بھی لدے لدائے آنے شروع ہوگئے پکڑ کر سب کو پانی پلایا اور مشکیزون میں بھرا اور سفر کو تیار ہوگئے۔

اس واقعہ سے اللہ نے ان لوگون کا امتحان لیا تھا کہ کہانتک انکو توکل اور بھروسہ ہے اور جن لوگون کے دل مین کچھ تردد تھا انکو اسطرح تعلیم کردی کہ وہ اُس سے مایوس نہون۔ اور ساتھ ہی لوگون پر اپنے خالص العقیدت بندے کی بزرگی کو بھی ظاہر کردیا۔

پھر علاء نے جارود کو کہلا بھیجا کہ تم حطم کی طرف اُتر آؤ۔ اور خود ہجر کے قریب جا اترے ادھر مشرک بھی حطم کے پاس اکٹھے ہوگئے مگر دارین والے نہیں آئے مسلمانوں نے اپنے اپنے واسطے ایک ایک گڑھا کھود لیا دن بھر لڑتے رات کو اسمین آکر پڑرہتے ایک رات مشرکوں کی طرف بہت شور مچا علاء نے ایک آدمی خبر لینے کے واسطے روانہ کیا اسنے آکر بیان کیا کہ شراب سے مست وبدحواس پڑے ہین۔ مسلمانون نے فرصت وغنیمت جانکر دھاوا کیا اور اچھی طرح ان کی خبر لی یہانتک کہ بھاگ نکلے بہت سے قتل وقید ہوئے انکا سردار حطم بھی مارا گیا۔ جو بھاگ نکلے وہ دارین جاکر جمع ہوئے مگر مسلمانون نے وہان بھی پیچھا نہ چھوڑا اور تعاقب کرکے تہ تیغ بیدریغ کیا اور کامل فتح کے بعد حضرت ابوبکرؓ کو فتح کا پیغام بھیجا۔

عمان ومہرہ

جب اہل عمان آنحضرتؐ کی حیات میں مسلمان ہوے تھے توآپ نے جیفر وعباد کو

جو جلندی کے بیٹے تھے حاکم مقرر کر دیا۔ عمان میں ایک شخص ذوالتاج لقیط ابن مالک ازدی نے
بہت زور پکڑ لیا تھا جاہلیت میں اسکو بھی جلندی کہتے تھے۔ اسنے بھی زمانہ کا رنگ دیکھکر
نبوت کا دعوی کر دیا اور عمان پر اپنا تسلط جمانا چاہا۔ بہت سے لوگ اسکے دام تزویر مین آگئے
مگر جلندی کے بیٹوں نے اسکا ساتھ نہ دیا اور حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں سارا قصہ لکھ بھیجا
آپنے مدد کے واسطے حذیفہ بن محصن۔ عرفجہ ابن ہرثمہ کو روانہ کیا اور ان دونو کے پیچھے پیچھے
عکرمہ ابن ابی جہل کو یمامہ مین شکست کھانے کے بعد روانہ کیا وہ بھی راستہ مین آکر مل گئے
جب عمان کے قریب پہنچے جیفر کو خط لکھا وہ خط دیکھتے ہی آملے اور صحار میں جو عمان کا پایتخت
ہے ڈیرے ڈالدئے۔ لقیط نے بھی اپنا لشکر جمع کر کے دبا میں مقام کیا اور بڑی گھمسان کی لڑائی
ہوئی قریب تھا کہ مسلمانون کے پاؤن اکھڑ جائیں کہ اتنے میں خدانے بنی ناجیہ و عبد قیس کے ذریعہ
مدد پہنچا دی پہلے کا سردار خریت بن راشد تھا اور دوسرے کا سیحان بن صوحان کمک سے قوت
پاکر مسلمانون نے مشرکون کو بھگا دیا اور بہت سے لوگ قید ہوئے غنیمت کو بانٹ کر خمس ابوبکر
صدیقؓ کے پاس عرضی کے ساتھ روانہ کر دی اور حذیفہ عمان کے انتظام کیواسطے ٹھہر گیا۔

عکرمہ نے یہان سے فراغت پاکر مہرہ کا قصد کیا۔ انکے ساتھ ناجیہ۔ عبد قیس۔ راسب۔
سعد کے لوگ بھی شامل تھے وہان جاکر معلوم ہوا کہ مخالف کی دو جماعتیں ہیں ایک سخریت
کی ماتحتی میں دوسری مصبح کی سرداری میں مصبح کی جماعت بہت بڑی تھی عکرمہ یہ تدبیر
کی کہ سخریت کو پیغام اسلام بھیجا اُسنے مان لیا۔ اور مسلمان ہو گیا۔ مصبح کی طرف بھی ایسا ہی کیا
مگر اُسنے نہ مانا۔ عکرمہ نے خیال کیا کہ یمامہ میں جو شکست کھا کر بدنامی اُٹھائی ہے اُسکو دور کرنا
چاہئے۔ بہت سرگرمی کے ساتھ لڑائی شروع کی اور انکے سردار کو مار کر سپاہ کو پراگندہ کر دیا۔ اور بہت سا
مال غنیمت ہاتھ آیا خمس سخریت کے ہاتھ حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کیا۔ اور خود وہین
قیام کر کے اشاعت اسلام شروع کر دی یہانتک کہ دین اسلام کی بنیاد مستحکم ہو گئی اور ملکی انتظام
درست ہو گیا۔

ارتداد یمن

یمن جب حضرتؐ کے زمانہ مین فتح ہوا تو آپنے باذان فارسی کو عامل مقرر کیا یہ پہلے
بھی کسرے کی طرف سے وہان کا عامل تھا اور بعد فتح ہونے کے مسلمان ہو گیا تھا۔ اُسکے مرنے
کے بعد اسکی حکومت اُسکے بیٹے اور چند صحابیون مین تقسیم کر دی۔ ان صحابیوں میں ابو موسیٰ اشعری

خالد بن سعید بن العاص بھی تھے۔ جب یہ یمن پہنچے آپ پر ایک رومی عبہلہ نامی نے جسکا لقب ذوالحمار اوراسود کے مشہور تھا نبوت کا دعویٰ کیا اور اپنے مریدون کو لیکر حملہ کر دیا۔ بڑے خون خرابہ کے بعد آخر کار عبہلہ مارا گیا۔ اسکے اتباع اسکے مرنے کے بعد ادھر اُدھر پھرتے رہے۔ کبھی عدن جاتے کبھی صنعاء پہنچتے کہیں ایک جگہ قرار نہ لیتے لغرعامل اپنے کامون پر چلے گئے۔ اور آنحضرت کو تمام حالات لکھکر روانہ کئے۔ یہان آپکا انتقال ہوچکا تھا۔ اس خبر کے مشہور ہوتے ہی قیس بن عبدلیغوث نے اسلام سے مُنہ موڑا اور اسود کے پیرون سے ساز کرکے ابناء کے مارنے کا ارادہ دل مین ٹھان لیا (ابناء یہ لوگ اصل مین فارس کے رہنے والے تھے۔ یمن مین سکونت اختیار کرلی تھی اسود کو انہین لوگون نے قتل کیا تھا) اس ارادہ فاسد کے واسطے یہ تدبیر سوچی کہ دعوت کرکے عداوت کا غبار نکالا۔ یہ تین سردار تھے دو تو بچکر نکل گئے اور ایک جسکا نام داذویہ تھا وہ ہلاک ہوا جو بچکر نکل گئے انکے نام فیروز۔ خشنش تھے۔ انکا تعاقب بہت کیا گیا انہون قبیلہ خولان مین جاکر پناہ لی جہاں انکی کچھ نہ چلی اپنا سامنہ لیکر لوٹ آئے اور شرم مٹانے کے واسطے صنعاء میں انکے اہل وعیال کو شہر بدر کر دیا۔ فیروز نے سُنتے ہی بنی فضیل ابنی ربیعہ وعکرمہ سے مدد طلب کی انہوں نے جاکر انکے گھروالوں کو چھڑا دیا اور جنہون نے نکالا تھا انکو تلوار کے گھاٹ اُتارا۔ جب یہ فیروز کے پاس پہنچے اپنے انکو لیکر قیس سے مقابلہ کیا یہان لڑائی ہو رہی تھی کہ اُدھر حضرت ابوبکرؓ کی مدد بھی آپہنچی یعنی (مہاجر بن امیہ جو بنی عنس سے لڑنے اور ابناء کو رہائی دلانے چلے تھے) انکے بعد عکرمہ ابن ابی جہل عمان ومہرہ سے فارغ ہوکر آگئے اور قیس ابن عبدلیغوث کو مار بھگا دیا اور قیس وعمرو بن معد یکرب زبیدی گرفتار ہوئے جو مرتد ہوکر اسود کے پیرو ہوگئے تھے۔ یہ دونو حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں حاضر کئے گئے۔

چونکہ ابو بکر نہایت ہی حلیم ورقیق القلب تھے سزا دینے مین کبھی عجلت نہین فرماتے جب یہ لوگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے قیس سے داذویہ کے قتل کا جواب طلب کیا انہوں نے صاف انکار کر دیا۔ چونکہ کوئی گواہ تھا نہیں کیونکہ قتل دھوکے سے واقع ہوا تھا آپ نے بھی درگذر کیا۔ اور عمرو ابن معدیکرب کو مخاطب کرکے فرمایا کہ تمکو شرم نہ آئی۔ آئے دن بھاگتے یا قید ہوتے پھرتے ہو اگر دین کی حمایت کرتے خدا تمکو بلند مرتبہ نصیب کرتا۔ عمرو معدیکرب نے یہ نصیحت سُن کر جواب دیا کہ اب میں کبھی اسلام سے مُنہ نہ موڑون گا۔ پھر دونو اپنے اپنے

گھر لوٹ آئے۔ اسکے بعد عمر بن محمد بکرب معرکہ نہاوند میں خوب خوب جوہر جلادت دکھا کر شہید ہوئے جیسا کہ آگے آئیگا۔

کندہ وحضرموت

رسول خدا نے مہاجر ابن امیہ کو کندہ وحضرموت کا عامل مقرر کیا تھا اور زیاد بن لبید انصاری کو بنی عمرو بن معاویہ سے صدقات وصول کرنے بھیجا تھا۔ جب مہاجر بن امیہ مدینہ منورہ آئے اور بسبب آنحضرتؐ کے انکو وہان زیادہ دیر ہوئی تو انہوں نے زیاد ابن لبید کو اپنا نائب مقرر کر دیا۔ زیاد بنی عمرو بن معاویہ کے پاس صدقہ وصول کرنے آئے ایک اونٹنی پر جھگڑا ہوا۔ بنی عمر اسکے بدلے میں دوسری دینا چاہتے تھے یہ مانتے نہ تھے باتوں باتوں مین جھگڑا طول کھینچ گیا۔ شیطان ابن حجر اور اُنکے بھائی عداد نے حارثہ ابن سراقہ ابن معدیکرب سے استغاثہ کیا انہوں نے آکر اونٹ کی رسی کھولکر ہانک دیا اور آگے کھڑے ہوگئے۔ زیاد نے حضرموت وسکون کے جوانون کو اشارہ کیا اُنہوں نے ابن سراقہ اور انکے ساتھیوں کی گردنوں میں ہاتھ ڈالکر پکڑ لیا اور اُنکی چھین لی۔ کندہ نے واویلا مچانا شروع کیا ادہر تو بنو معاویہ حارثہ کی مدد کو چڑھ دوڑے۔ اُدھر حضرموت وسکون زیاد کی مدد کو تیار ہوگئے اور دونو لشکر تیغ وسپر ہوکے کو اُٹھ کھڑے ہوئے۔ مگر بنو معاویہ اپنی قیدیوں کے خیال سے کچھ نہ کرسکے۔ زیاد کی طرف کے لوگ بھی خاموش دیکھتے رہے۔ زیاد نے کہا ہتھیار رکھدو۔ اُنہوں نے ہتھیار نہیں رکھے بلکہ رات پڑے حریف پر ٹوٹ پڑے اور اُسکو مار کر بھگا دیا۔ جب مجمع منتشر ہوگیا زیاد بیخوف ہوگئے اور قیدیون کو رہا کر دیا۔ اور مہاجر کا مع فوج آنے کا انتظار بھی نہ کیا۔ قیدیوں نے اپنے قبیلہ میں پہنچ کر نیا گل کھلایا۔ جاتے ہی لوگوں کو لڑائی پر آمادہ اور زکوۃ دینے سے منع کیا۔ اور یوں قبیلہ کندہ دوسری دفعہ مرتد ہوگیا۔ پہلے یہ اسود عنسی کے ساتھ مرتد ہوچکا تھا اب زیاد کی مخالفت پر ارتداد اختیار کیا۔ انمین چار بادشاہ تھے اور چاروں کے پاس ایک ایک دشت مع قلعہ کے تھا محجر کہتے تھے۔ اپنے اپنے محجر میں آگئے۔ بنو الحرث بن معاویہ اپنے محجر مین انکے دو قبیلے تھے اشعث بن قیس۔ سمط ابن اسود ہر ایک اپنے اپنے محجر میں اکٹھے ہوگئے اور باتفاق زکوۃ روک دی صرف شرحبیل ابن سمط اور انکے بیٹے نے اختلاف کیا اور اپنی قوم کو ملامت کرنے لگے کہ شریفوں کے نزدیک قول دے کر بدلنا بڑے عیب کی بات ہے۔ تم تو اچھائی کو چھوڑ کر برائی کو اور حق کو چھوڑ کر باطل

کی طرف رجوع کرتے ہو۔

اللہ اکبر کیا اچھا خیال ہے مسلمانون کو ایسے ہی شیر دل لوگوں سے غلبہ حاصل ہوا ہے جو نہ خوف وشدت کے ڈر سے اور نہ مال واہل کی مفارقت پر کچھ خیال کیا حق کو حق سمجھ کر اُسکا اتباع کرتے رہے اور لوم لائم کی پرواہ تک نہ کی۔ خدایا اب بھی اپنی امت مرحومہ کو ایسے دلیر وحق پرست عطا کرتا کہ مسلمانون کو ادبار سے نکالکر اقبال وسعادت پر پہنچادین آمین

یہ کہکر دونو باپ بیٹے مسلمانون کے پاس چلے آئے انکے ہمراہ امرؤ القیس بن عابس بھی ہولئے اور زیاد کے پاس پہنچ کر یہ مشورہ دیا کہ رات کو شبخون کر دو۔ اگر اسمین کوتاہی کی تو خوف ہے کہ کہین سکاسک وسکون وشداد مخالفون میں نہ جا ملیں۔ زیاد نے انکی راے پسند کی اور رات کو مخالفین کے محاجر پر جا پڑے وہ لوگ آگ کے سامنے بیٹھے تاپ رہے تھے۔ مسلمانون نے پہنچتے ہی چارون ملوک کو دوزخ میں پہنچا دیا۔ ان لوگوں کو آنحضرتؐ نے لعنت کی تھی اسی لعنت کی یہ مار ہے۔ بہت سے مرتد مارے گئے۔ جو بچے وہ بھاگ نکلے۔ زیاد قیدیون کو لیکر اشعث بن قیس کے پاس گذرے اُسنے اپنی قوم کو لیکر انپر حملہ کر دیا۔ اور قیدیوں کو چھڑالیا اور بہت سا لشکر لیکر آمادہ پیکار ہو گیا۔

زیاد نے مہاجر بن ابی امیہ کو مدد کے واسطے بلایا۔ زیاد کا خط اُنکو راستہ مین ملا دیکھتے ہی لشکر پر عکرمہ کو سردار بناکر اپنے چست وچالاک آدمی لے کر چل پڑے زیاد کے پاس پہنچ کر کندہ پر چڑھائی کر دی۔ زبرقان کے مجر پر خوب لڑائی ہوئی اور آخر کار کندہ نے بھاگ کر قلعہ نجیر مین پناہ لی۔ مسلمانون نے جاکر محاصرہ کر لیا اتنے میں عکرمہ بھی آپہنچے اب کندہ اور بھی حواس باختہ ہو گیا مجبور ہو کر اشعث نو آدمیون کو لیکر باہر نکلا اور امان کا طالب ہوا اور وعدہ کیا کہ قلعہ کا دروازہ کھول دونگا۔ زیاد نے کہا کہ جاؤ امان نامہ لکھ لاؤ مین مہر کر دون اتفاق دیکھیے کہ سب کچھ لکھا مگر امان نامہ میں اپنا نام لکھنا بھول گئے نتیجہ یہ ہوا کہ قیدیون کے ساتھ مدینہ منورہ بھیجے گئے۔

جب مدینہ منورہ میں پہنچے حضرت ابوبکرؓ نے درشتی سے جواب مانگا اور اشعث کو اپنے قتل کئے جانے کا یقین ہو گیا۔ لیکن دل کڑا کر کے کہا کہ یا خلیفہ رسول اللہ میرے قیدیوں کو رہا کرو اور میری لغزش معاف کرو۔ اور میرے ساتھ ویسا ہی سلوک کرو جیسا مجھ جیسوں سے کیا ہے اور میری بیوی میرے ساتھ کرو (اس سے قبل اشعث نے حضرت ابوبکر کی بیٹی ام فروہ سے

نکاح کیا تھا۔ رخصت کے وقت رسول اللہ نے فرمایا تھا کہ دوبارہ واپسی تک ملتوی رکھو اگر اگر آپ نے ایسا کیا تو مجکو دین کے حق میں میرے ساتھیوں سے بہتر پاؤگے۔ آپ نے انکا خون معاف کردیا اور بیوی بھی دے دی اور فتح عراق تک مدینہ ہی میں رہے۔ ما بعد اکثر لڑائیون میں بھی شامل ہوئے جسکا ذکر جا بجا آئیگا۔

جنگ ہائے ارتداد

جس طرح مرتدین کی جنگ کا خاتمہ ہوا ظاہر ہے۔ عرب اسوقت چین سے بیٹھے جب انکو اچھی طرح سے معلوم ہوگیا کہ اسلام غالب رہیگا اور مغلوب نہین ہوسکتا۔ مسلمان حق پر ہیں۔ حق انکی مدد پر اور وہ انکو تمام زمین پر قدرت و غلبہ دیکر رہیگا۔ اگر عرب پہلے ہی اسلام کی دینی و دنیوی برکتوں کو سمجھ لیتے تو ہرگز انکی عقلوں کو ایسے پراگندہ خیالات دیوانہ نہ بناتے اور جاہلیت کے جوش میں آکر ایسی ناعاقبت اندیشی نکرتے مگر اسلام دین حق ہے اس سے جس نے مُنہ پھیرا اور عناد کیا مجبور ہوکر اسکو اسکے سامنے سر تسلیم خم کرنا پڑا اور عناد کو حمایت سے بدلنا پڑا۔

حروب ردت سے جو نتائج پیدا ہوئے اُنپر ہم ایک نظر ڈالتے ہیں۔

(۱) مرتدین چند قسم کے تھے ایک تو وہ جو صرف زکوٰۃ سے انکار کرتے تھے۔ یہ حالت عامہ عرب کی تھی۔ دوسرے وہ جو فعلاً منکر ہوکر اور جھوٹے مدعیان نبوت کے پیرو ہوگئے تھے۔

(۲) آغاز زمانہ رسالت سے ختم زمانہ ارتداد تک چار مردون اور ایک عورت نے نبوت کا دعوےٰ کیا تھا انکے نام یہ ہیں۔

اسود عنسی نے یمن مین۔ طلیحہ اسدی نے اسد و غطفان مین۔ مسیلمہ نے بنی حنیفہ میں سجاح نے بنی بکر و تمیم مین۔ سقیط ابن زرارہ نے عمان ہیں۔

(۳) عرب زمانہ ارتداد مین بڑے دو گروہوں پر منقسم ہوگیا تھا۔ بعض اسلام کی تائید میں تھے۔ بعض مخالفت میں۔

(۴) حروب ردت کا جلد خاتمہ ہوگیا۔

(۵) مسلمان ہر جگہ مخالفین پر فتحمند و کامیاب ہوئے۔ یہ پانچوں باتین قابل بحث ہیں۔

فرقہ اول کا ارتداد جیسا کہ ہم پہلے بیان کر چکے ہیں متفق علیہ نہ تھا بلکہ حضرت ابوبکر کا اجتہاد

تھا۔ چنانچہ اُنسے اکثر صحابہ نے مخالفت کی تھی مگر جب دیکھا کہ مصلحت وقت اسی میں ہے کہ آپکی
رائے سے اتفاق کریں تو سب متفق ہوگئے۔ جب حضرت عمرؓ کی خلافت کا زمانہ آیا انہوں نے دیکھا
کہ اب وہ مصلحت جاتی رہی اب ان لوگون کا قید و غلامی میں رہنا مناسب نہیں۔ فرمایا مناسب
نہیں کہ ایک عرب دوسرے کا آقا و غلام ہو۔ عجم فتح ہوگیا اللہ نے ملک کو وسیع کردیا صحابہ سے فدیہ
کے متعلق گفتگو کی آخر مین فدیہ بھی معاف کردیا اور یون مرتد قیدی آزاد ہوگئے۔

دوسرے امر یعنی کاذب نبوت کا عرب مین ظاہر ہونا میرے نزدیک یہ نبوت کے معجزات
مین سے ایک معجزہ تھا۔ بعض لوگ اسکو قبل از اسلام عرب کی خیالی ترقی پر محمول کرتے ہیں مگر اسپر
کوئی دلیل نہیں۔ بعض وعداوت اسلام سے اندھے ہوکر جو مُنہ میں آتا ہے دیوانوں کی طرح
بکتے ہیں اور باطنی عداوت کو مختلف پیرایون مین ظاہر کرتے ہیں ورنہ کون شخص تاریخ میں نظر غائر
سے کام لیکر اس قسم کے خیالات ظاہر کرسکتا ہے کہ نبوت کا اظہار عرب مین فکری ترقی کی بنیاد
پر تھا۔ کیونکہ نبوت کے جھوٹے دعوے اسلام کے ظہور کے بعد پیدا ہوئے اس سے پہلے کسی کو خیال
بھی نہین آیا۔ اور دو ایک نے کیا بھی تو محض اس بنا پر کہ اگلی کتابون میں نبی عربی کی بشارتیں
موجود تھیں انکو وہ اپنے حق میں خیال کرتے تھے۔ عام عرب کی تو یہ حالت تھی کہ وہ نبی اور رسول
کے معنی بھی نہین جانتے تھے۔ ہان اہل کتاب مثل طے وغیرہ کے جانتے تھے انہون نے سب سے
پہلے مسیلمہ کو دھتا بتائی اور بہودین کی تائید پر کمربستہ ہوگئے۔ اصل بات یہ ہے کہ نبوت کے
جھوٹے دعاوی اسلام کے بعد ظاہر ہوئے۔ آنحضرتؐ پر لوگون نے حسد کیا اور ریاست کے
بھوکے محض اس بنا پر کہ جماعت کا اکٹھا کرلینا نبوت کی تصدیق کے واسطے کافی ہے اور پھر
حکومت و سرداری کا ملنا لازمی ہے مدعی نبوت ہوئے۔ سمجھدار کو انہیں واقعات سے معلوم
ہوسکتا ہے کہ واقعی نبوت اور جھوٹی نبوت میں کیا فرق ہے۔ انمین سے ایک یہ کہ نبی صلی اللہ
علیہ وآلہ وسلم کی بست سالہ دعوت میں مگر آپکے پاس اس عرصہ میں اسقدر سپاہ نہ تیار ہوئی جو
مسیلمہ کے پاس چندماہ کے عرصہ مین جمع ہوگئی جب خالد بن ولید نے اس سے مقابلہ کیا ہے
چالیس ہزار سپاہ باتفاق مورخین اسکی مدد پر تھے۔ اسلام کی صرف ایک ٹکر میں تمام سپاہ مع
مسیلمہ کے خاک میں مل گئی یہی حال دیگر کاذب مدعیان نبوت کا ہوا کہ بڑے بڑے لشکر اسلام
کے مقابلہ کے واسطے لائے مگر ایک سال کی مدت قلیل میں بالکل نیست و نابود ہوگئے اور باوجود
عرب کی دشمنی وعداوت اور پے در پے جنگ کے ہمیشہ دن دونی رات چوگنی ترقی کرتا گیا۔ کم سن نشا

نے ہمیشہ بڑے بڑے لشکروں کو چھوٹی چھوٹی جماعت سے شکست دی آخر اسکا کیا سبب تھا۔ اسکا اصلی سبب یہی تھا کہ فضل الہی انکا شامل حال تھا جسکے مقابلہ میں نہ لشکر کثیر کچھ کر سکتا ہے نہ اسکا رہنما کچھ جولانی دکھا سکتا ہے۔ اگر دشمنان اسلام بنظر انصاف دیکھتے کہ بنے ہوئے نبی باوجود فراہمی سامان و مقاتلان جنگ آور کے ایسی جلدی مٹ گئے کہ تمام و نشان تک باقی نہ رہا اور پیغمبر خدا باوجود قلت سامان و کمی مددگار کے ہمیشہ ترقی کرتے گئے حتیٰ کہ آج انکی امت تمام دنیا کی آبادی کا چھٹا حصہ ہے اور اطراف عالم میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس ترقی اور دوامی ترقی کو معجزہ شمار کرتے کہ اللہ تعالیٰ نے نبی برحق کی تائید کے واسطے ظاہر کیا تاکہ جھوٹ اور سچ میں تمیز ہو جائے اور جہان کو معلوم ہو جائے کہ محمد نبی برحق ہے۔ لیکن تعصب نے لوگوں کی چشم بینا اور گوش شنوا کو دکھا کر کہا ہے۔ (وانہا لا تعمی الابصار ولاکن تعمی القلوب التی فی الصدور)

امر ثالث یعنی لوگوں کا دو گروہوں میں منقسم ہو جانا یہ خدا کی مہربانی تھی تاکہ مسلمانوں کو قوت و فتح عاجل نصیب ہو۔ اور اس سے یہ بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ عوام کی فلاح و بہبود منحصر ہے خواص کی صلاح پر کیونکہ عوام کالانعام اپنے سرداروں اور بڑوں کے اشاروں پر چلتے ہیں دیکھو عدی ابن حاتم کے ایک جملہ نے تمام قبیلہ کو درست اور مسلمانوں کے ساتھ ہو کر مشرکوں اور مرتدوں کے مقابلے پر کھڑا کر دیا کیونکہ عدی اپنی بات کا پکا قوی الایمان تھا اسلام کی حمایت کر چکا تھا جب دیکھا کہ قوم طلیحہ اسدی کی طرف جھکی جاتی ہے عہد کے پورا کرنے کی نصیحت کی اور لوگوں کو عذاب دوزخ سے بچا لیا یہانتک کہ مان لیا گیا کہ عدی اپنے قبیلہ میں تمام قوم سے بہتر تھا۔ کیوں۔ اسلئے کہ قوم نے انکے اخلاق کی پیروی کی اور انکی نصیحت پر کاربند ہو کر اسلام کی حمایت کی۔

اسی طرح صفوان بن صفوان و زبرقان ابن بدر کی وجہ سے انکی قوم سعادت کو پہنچی اور مرتدوں کی مدافعت اور مسلمانوں کی امداد سے ممتاز ہوئے۔

چہارم و پنجم ارتداد کا جلد فرو ہو جانا اور مسلمانوں کا کامیاب ہونا یہ یقیناً مسلمانوں کے حسن یقین و اخلاص کا نتیجہ اور موت کو حیات سے زیادہ عزیز رکھنے کا نتیجہ تھا اور واقعی ایسے جان فروش ثابت قدموں کے سامنے پہاڑ کا ٹھہرنا بھی دشوار ہے پھر آدمیوں کی کیا ہستی ان کامیابیوں سے خلیفہ اول کی مردم شناسی اور حسن تدبیر کی بھی شہادت ملتی ہے کہ ایسے سپہ سالار انتخاب کئے کہ جنھوں نے تھوڑی سپاہ لیکر تمام عرب کو زیر کر لیا شمال میں مشارف

وجزیرہ تک جنوب بحر ہند کے سواحل تک مشرق میں عراق عرب خلیج فارس تک مغرب میں سواحل بحر احمر و باب المندب تک چشم زدن میں پہنچ گئے اور سارے عرب کو موحد خدا پرست بنادیا ان جنگوں کا یہ اثر ہوا کہ اہل عرب کے دلمین اسلام کی ہیبت بیٹھ گئی اور جان گئے اسلام خدائی مذہب ہے اُسکے مُنہ جو آئیگا مُنہ کی کھائیگا۔

عہد فتوحات ابی بکر

تمہید

حضرت ابوبکرؓ نے یہ خیال کرکے کہ منافق بیکار بیٹھے بیٹھے ایک نہ ایک نت نیا جھگڑا کھڑا کرتے رہتے ہیں بہتر ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ انکو فتح میں لگا دیا جائے تاکہ دعوت اسلام بھی ہو اور شغل بیکاری بھی نہ رہے یہ دلمین گذرا ہی تھا کہ عرب کو اُن قوموں پر جنہوں نے ظلم و تعدی کو حد پر پہنچا دیا تھا اور مظلوموں کی آہ نے انکے ایوان حکومت کو متزلزل کردیا تھا بھیجنا شروع کردیا اور اہل کتاب کو بآواز بلند پکارنا شروع کیا (یا اھل الکتاب تعالوا الی کلمۃ سواءٍ بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ولا نشرک بہ شیئا) یعنی اے اہل الکتاب آؤ ایک بات پر ہم تم اتفاق کرلین وہ یہ کہ ایک خدا کی عبادت کریں اور کسی کو اُسکا شریک نہ بناوین اور صابئین و مشرکین کو للکارا کہ یا تو اسلام قبول کرو یا جزیہ دو ورنہ تلوار ہمارے تمھارے درمیان فیصلہ کردیگی۔

نوٹ۔ جہاد و دعوت اسلام کا یہ دستور ہے کہ عرب سے بجز اسلام کے اور کوئی بات نہ قبول کی جاوے اور اہل کتاب کے واسطے یہ حکم ہے اسلام قبول کرین یا جزیہ دین وگرنہ جنگ یہ آخری درجہ دعوت کا ہے جنگ دعوت کے ساتھ اس غرض سے ہے تاکہ دعوت و داعی کی اسلام کی طرف مخاطب کرے۔ جیسا کہ آجکل ہی ہوتا ہے اور اس سے پہلے فرنگی لوگ پادریوں کی حمایت بھی کیا کرتے تھے۔

مشرکین غیر عرب مثل مجوس وغیرہ میں اختلاف ہے کہ آیا صرف عدم قبول ہی پر جنگ کی جائے یا اسلام وجزیہ کے قبول نکرنے پر مشہور یہ ہے کہ ان لوگوں سے اسلام و جزیہ پر لڑائی کیجائے کیونکہ آنحضرتؐ نے اہل ہجر سے جزیہ منظور کرلیا تھا۔ مگر عرب سے صرف اسلام ہی قبول کئے جانے کا حکم تھا کیونکہ انہیں کے بارہ میں اکثر جہاد کی آیتیں نازل ہوئیں۔ اس سے ان لوگوں کا ہذیان معلوم ہوگیا جو کہتے ہیں کہ اسلام تلوار سے پھیلا ہے۔ یہ بحث ہم نے رسالہ انتشار الادیان مین مفصل بیان کی جو چاہے اُس سے دیکھے۔

اس آواز کے سنتے ہی لوگوں کی گردنیں جھک گئیں اور مختلف گروہوں نے خوش خوش
اس دین متین کو اختیار کیا اور حلقہ بگوش ہو کر حاضر خدمت ہو گئے۔ راستے آباد ہو گئے۔ ملک
مستحکم ہو گئے۔ بستیاں معمور ہو گئیں۔ کس سے۔ بہترین امت سے جو لوگوں کے لئے بھلائی کا کلمہ۔
برائی کے لئے عدل و انصاف کی ترازو ہاتھ میں لیکر نکلے۔ جن نے اپنے نفسوں سے مظلوموں کے
تظلم کا اسی طرح ہوا دیا جیسے بیگانہ ظالموں سے۔ کبھی کوئی قوم ظلم قوت کثرت سے
ان مدارج کو نہیں پہنچ سکتی جن مدارج پر چوتھائی صدی میں مسلمان عدل و انصاف سے
پہنچے۔ ظالم لوگوں پر ظلم و جبر سے اپنی حکومت و سطوت قائم کر سکتا ہے۔ مگر دلوں پر ہرگز
ہرگز قابو نہیں پا سکتا۔ دلوں کی تسخیر۔ عدل۔ انصاف۔ نرمی۔ آزادی۔ امن سے ہوتی ہے کون
ان صفات کا دعویٰ کر سکتا ہے اور کس بادشاہ کو مجال کہ ان صفات میں انکا مقابلہ کرے
خدا ان بزرگوں کو نیک بدلا دے کہ انہوں نے ایسے نیک آثار مسلمانوں کے واسطے چھوڑے
اور برا ہو انکا جو انکے بعد مالک ہوئے اور اخلاق سلف کو بدلکر دینی اور دنیوی وبال اپنے سر لیا اور
مسلمانوں کو اوج کمال سے حضیض زوال میں لا ڈالا۔

بیشک ان ناموران اسلام کی فتح عدل سے تھی نہ بزور شمشیر اور انکی شوکت مظلوموں
کی داد دینے سے تھی۔ مظلوم سے جب ظالمانہ سلوک کرتے کرتے تنگ آگئی اور ظالم حکام کے جبر و
ظلم سہتے سہتے کلیجہ لیا گیا مجبور ہو کر گھبرا کر مسلمانوں کے مقابل میں آ کھڑی ہوئی۔ مگر دل سے
مسلمانوں کی دوست اور انکی حکومت کی خواہاں تھی اور اسکے اقبال کی دن رات دعائیں مانگتی
تھی۔ اس امر پر تاریخی واقعات سے زیادہ اور کون سچا گواہ ہو سکتا ہے۔

بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ جب ہرقل نے مسلمانوں کے مقابلہ کیواسطے
لشکر فراہم کیا اور مسلمانوں کو معلوم ہو گیا کہ یرموک پر لڑنے کے واسطے تیاریاں ہو رہی ہیں۔
اہل حمص کے خراج کو واپس کر دیا اور کہا کہ اب ہم دوسری طرف مشغول ہو گئے ہیں تمہاری
حفاظت نہیں کر سکتے لہذا تم جانو تمہارا کام جانے۔ اہل حمص نے جواب دیا کہ تمہاری حکومت
و عدل ہمکو بہت پسند ہے کیونکہ ہم پہلے طرح طرح کے مظالم و تاوان میں گرفتار تھے۔ ہم تمہارے
ساتھ ملکر ہرقل کے لشکر کو شہر سے ہٹا دینگے۔ یہود توراۃ کی قسم کھا کر اٹھ کھڑے ہوئے کہ جبتک
ہمارے دم میں دم ہے ہرقل کے لشکر کو حمص میں ہرگز نہ داخل ہونے دینگے اور دروازے بند
کر کے حفاظت کرنا شروع کر دی۔ اسی طرح اور شہر والوں نے جو یہود و نصاریٰ تھے کہا کہ جبتک

مسلمان باقی رہینگے اسوقت تک ہم انکے ذمہ عہد سے ہرگز باہر نہیں ہونگے۔

وہ کون سا جادو تھا جس نے اپنوں کو بیگانہ اور دشمن کو دوست بنا دیا جس سلطنت میں پرورش پائی جسکا دین اختیار کیا اسی کے مقابلے میں دروازے بند کر لئے۔ اسی کے دشمنوں کی مدد پر حلف اٹھائی اسی کی ترقی و اقبال کا دم بھرنے لگے۔ اسی کی خیر اندیشی کے جیکارے لگانے لگے نہ یہ انکے ہم مذہب نہ ہم مشرب نہ ہموطن۔ نہ ہم زبان۔ پھر آخر یہ خلوص و مودت کیوں کیا اپنے دین و مذہب سے بیزار رہنے وطن کو خیرباد اور عزت و ناموس کو پس پشت ڈال بیٹھے تھے۔ ہرگز نہیں۔

یہ جادو جس نے انکو اپنوں سے بیگانہ بیگانوں کو اپنا کیا عدل و انصاف تھا جس نے حاکم و محکوم مالک و مملوک خادم مخدوم امیر و غریب صغیر و کبیر کو اخوت و مودت کی مستحکم زنجیر سے جکڑ دیا تھا اور امن و امان کے سایہ میں آرام سے جمع کر دیا تھا مسلمانوں کی حکومت و ولایت میں ایسے امن و چین سے رہے کہ پہلی حکومت اور اسکے جور سے بالکل بیزار اور نئی حکومت کے مداح ہو گئے اور بے اختیار کہنے لگے کہ تمہاری حکومت و عدالت گستری پہلی حکومت اور اسکے جبر و ظلم سے بہت پیاری ہے۔

الٰہی تو نے جس بادشاہ کو رعیت کا محبوب بنا دیا اسکے ملک کو امن و سعادت سے پُر کر دیا اور اسکے ملک کو چار دانگ عالم میں پھیلا دیا جیسا تو نے اپنے دین کے خادموں اسلام کے فاتحوں کے ساتھ کیا کہ اسکے دشمن بھی دوست ہو گئے۔ جس نے کتاب حکیم و صراط مستقیم کو اپنا پیشوا بنایا تھا تیری رحمت اسکی پیشوائی کو اور نصرت اسکی اعانت کو حاضر ہوئے۔ ان لوگوں سے کون مشابہ ہو سکتا ہے انہوں نے تجکو اپنی کوششوں سے خوش کیا اور تو نے اپنے فضل و عنایت سے انکو برتری دی کون باور کر سکتا تھا کہ وہ بدوی قبائل جنکا کام لوٹ مار اور غارت و باہمی جنگ و جدال تھا جو سیاست و حکومت کے آئین سے بالکل بے خبر تھے۔ آبادی سے متنفر تھے تھوڑے دنوں میں فارس و روم و ایشیا و افریقہ کے مالک و متصرف ہو جائینگے۔ اگر ہدایات قرآنی و ارشادات نبی آخر الزمان انکے راہ نما ہوں۔ بخدا قرآن کی یہ عظمت اور اسلام کی ہدایت تھی کہ ابھی کل سمط ابن کندی اشعث بن قیس اپنی اپنی قوموں کو لئے ہوئے اسلام اور اہل اسلام کا شمشیر و سنان سے مقابلہ کر رہے تھے۔ آج وہی اشعث بن قیس عراق میں اپنی قوم کو لئے ہوئے فارس سے لڑ رہا ہے اور اللہ اکبر انکے

نعرے بلند کر رہا ہے۔ اُدھر سمط بن اسود حمص میں مال غنیمت کو مسلمانوں پر بانٹ رہا ہے۔ اور اہل شہر دروازے بند کر کے اپنے اپنے حاکموں کو ڈھکیل رہے ہیں۔

عرب اپنی وحشت وجہالت سے نکلکر سیاست وجنگ کے ماہر وبہترین ماہر ہوگئے اور فارس وروم انکے مطیع وفرمانبردار رعایا اور دین کے دل وجان سے قدردان بنگئے تھے۔ کیا ان امور کو دیکھکر بھی لاف زن عیب چین اپنی زبان کو نہ روکینگے اور اسلامی برکتوں کا اعتراف نہ کرینگے اگر مسلمان اس نعمت کی قدر اور سلف صالحین وقرآن کی اتباع کرتے اور نفاق ونفسانی خواہشات کی پیروی نہ کرتے تو ہرگز اس نکبت وادبار کے گڑھے میں نہ گرتے بلکہ دن رات اسلام ومسلمان کا مجد وشرف بڑھتا۔ لیکن بداخلاقی ونفس پروری کی راہیں جب کھل جاتی ہیں تو یہی نہیں کہ ترقی کی راہیں مسدود ہو جاتی ہیں بلکہ رہا سہا بھی ہاتھ سے نکل جاتا ہے اور ذلت کے تاریک قعر میں قوم کو گرنا پڑتا ہے۔ انّ اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم اسکی کافی شہادت ہے۔

فتح عراق

پہلے پہل جس شخص نے حضرت ابوبکر صدیق کو فتح عراق کی طرف متوجہ کیا وہ شیر دل مثنّٰی بن حارثہ ابن ضمضمہ شیبانی تھے۔ یہ ردت کے زمانہ میں مع اپنی قوم کے اسلام پر ثابت قدم رہے اور سواد عراق پر لوٹ مار کرتے رہے۔ جب ابوبکر کو انکی خبر پہنچی لوگوں سے انکا حال دریافت کیا قیس بن عاصم ابن سنان منقری نے کہا کہ یہ شخص شریف النسب مشہور ومعروف خاندان شیبان کا ایک رکن ہے۔

چونکہ مثنّٰی بن حارثہ بسبب بلاد فارس کے قرب میں پے درپے حملے کرنے کی وجہ سے وہاں کے حالات سے اچھی طرح واقف ہوگئے تھے اور سمجھ چکے تھے کہ وہاں کا ایوان حکومت متزلزل اور اسکا رشتہ انتظام شکستہ ہو چکا ہے خلیفہ اول کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ آپ مجھکو فارس کے اطراف میں لڑنے کی اجازت دے دیجئے اس ضمن میں وہاں کا سارا کچا چٹھہ بھی سنا دیا اور یقین دلا دیا کہ بہت جلد فتح ہو جائیگی۔ آپ نے اجازت دیدی اور ایک عہدنامہ لکھکر رخصت کیا۔ پھر آپ نے دیکھا کہ تنہا مثنّٰی اس امر عظیم کا متکفل نہیں ہو سکتا کیونکہ آپکی خواہش تھی کہ تمام فارس میں اسلام کا ڈنکا بج جائے۔ خالد ابن ولید کو لکھا کہ محرم سنہ ۱۲ ہجری میں عراق پہنچے

پاس چلے آؤ جب وہ آگئے تو انکو حکم دیا کہ اسفل عراق پر چڑھائی کرو اور عیاض بن غنم مشہور فاتح کو جسکے ہاتھ سے جزیرہ فتح ہوا اور ارمینیہ کا ایک حصہ بھی بالائی عراق پر مامور کیا۔ چلتے وقت دونوں افسروں کو وصیت کی کہ کاشتکاروں اور دیہاتیوں کو نہ ستائیں کیونکہ یہ لوگ ثروت کی جڑ آبادی کی بنیاد معاش کا ذریعہ ہیں ان لوگوں کی محافظت و رعایت بادشاہ کا واجب ترین فرض ہے سبحان اللہ کیا عالی ہمتی و بلند نظری ہے لشکر ملک کی فتح اور جباروں کے زیر کرنے کو روانہ کیا مگر ضعیفوں اور کسانوں پر رحمت و شفقت کرنے کا تخم پہلے ہی سے بو دیا تاکہ زمینداران کے حقوق کی نگاہ داشت عملی ثمر لائے اور ملک سرسبزی و شادابی پھولے پھلے۔ اس نصیحت میں گویا آپ نے جتا دیا کہ امیر کے لطف و احسان کے مستحق وہ لوگ ہیں جو اپنی جگہ میں ملک و قوم کی بہبودی کے کاموں میں مشغول رہتے ہیں۔

یہ بھی وصیت کردی کہ ایسے شخص کو اپنے ہمراہ نہ لیجائیں جو مرتد ہو چکا ہو کیونکہ آپ کو انکی طرف سے اعتبار جاتا رہا تھا۔ نیز یہ بھی خیال تھا کہ کہیں بعضوں کے دلمیں کینہ کی آگ بھڑک رہی ہو موقع پاکر اسکا اظہار کردیں اور عین وقت پر دغا دیجائیں اس قسم کی احتیاط کا آپ جیسے محتاط و عاقبت اندیش سے صادر ہونا کچھ عجب نہیں۔ آپ ہمیشہ نتیجہ و انجام پر نظر رکھتے تھے مگر جب اس اندیشہ کا وقت گذر گیا اور اسلام کی حکومت وسیع ہوگئی بوقت ضرورت حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عام عرب کو جہاد کے واسطے روانہ کرنا شروع کردیا مرتدین کے سرداروں نے معرکوں میں خوب جوہر شجاعت دکھائے اور ثابت قدمی کی داد دی چنانچہ طلیحہ اسدی۔ عمرو ابن معدیکرب سمط ابن اسود کندی۔ اشعث بن قیس وغیرہ جو مرتدین کے بڑے سردار تھے عراق و شام میں جان توڑ کر لڑے اور اکثر فتوحات کے زمانہ میں جام شہادت سے سرشار ہوئے۔ خلیفہ ثانی کے اپنے طرز عمل سے یہ بھی فائدہ متصور تھا کہ جنگ میں مشغول رہنے سے انکو فتنہ و فساد کا موقع نہیں ملیگا اور عجب نہیں کہ حضرت عثمان اور انکے مابعد کے زمانہ میں نئے نئے مذہب و گروہ بندی جو پیدا ہوئی یہ اس بیکاری و بے شغلی کے بدنتائج تھے کیونکہ اسوقت مسلمان عام طور پر آرام و آسایش سے رہتے تھے فارس اور روم جیسے زرخیز ملک قبضہ میں آگئے تھے طرح طرح کی سوجھنے لگی اور ہر ایک ایک ایک مذہب و گروہ بنا بیٹھا۔

جب خالد بن ولید عراق کو روانہ ہوئے انکے ساتھ دس ہزار جانباز اور مثنیٰ بن

حارثہ کو ہمراہ لیکر عراق کو روانہ ہوئے۔ پیچھے سے کمک کے واسطے قعقاع بن عمرو کو روانہ کیا لوگوں نے کہا کہ کیا ایک آدمی کو مدد کے واسطے بھیجتے ہو۔ آپ نے جواب دیا جس لشکر میں اس جیسا دلیر ہو وہ کبھی نہیں شکست کھا سکتا۔ اسی طرح عیاض بن غنم کی مدد پر عبدیغوث حمیری کو روانہ کیا۔ مثنے ابن حارثہ کو لکھدیا کہ تم خالد بن ولید کی ماتحتی میں رہنا انکے خلاف نکرنا۔ مذعور بن عدی عجلی نے حضرت ابو بکر کو اپنے اشتیاق جہاد کا حال لکھکر پارسیوں سے لڑنے کی اجازت چاہی آپ نے انکو بھی خالد بن ولید سے جا ملنے کی اجازت دے دی۔ اسی طرح بصرہ میں سوید بن قطبہ ذہلی خالد کے آنے کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اپنی قوم سمیت انکے ساتھ ہو کر فارس سے لڑیں۔ گویا خدا نے ان برگزیدہ لوگوں کو دین قویم کے حمایت و نصرت کے واسطے پہلے سے تیار کر رکھا تھا تاکہ اسلام کی عزت و شوکت اور کفر و شرک کو ذلت و ادبار نصیب ہو۔

مورخوں میں اختلاف ہے کہ خالد بن ولید نے پہلے کس شہر پر حملہ کیا بعض کا بیان ہے کہ اُبلہ پر۔ نوری اخبار طوال میں لکھتا ہے کہ پہلے حیرہ میں جنگ ہوئی اور اُبلہ حضرت عمر کی خلافت میں عتبہ بن غزوان کے ہاتھوں فتح ہوا۔ شاید وجہ ان دونو قولوں کی یہ ہو کہ اہل اُبلہ نے حضرت عمر کی خلافت میں عہد توڑ دیا ہو انکی سرکوبی کے واسطے عتبہ بن غزوان کو روانہ کیا ہو کیونکہ مشہور یہ ہے کہ خالد حفیر و کواظمہ تک گئے تھے جہاں فرات و دجلہ خلیج عجم میں گرتے ہیں یہاں سے لوٹ کر اُبلہ کو بجنگ فتح کیا اور سوید بن قطبہ کو نائب بنا کر خریبہ کو کوچ کیا چلتے وقت سوید سے کہا کہ عجم کو ایسا پامال کیا ہے کہ اب وہ ہم سے سر نہ اٹھا سکینگے۔ خریبہ اس مقام پر تھا جہاں بصرہ ہے پہلے ایک شکستہ سا قلعہ تھا جنمیں کسرے کے ہتھیار وغیرہ عرب کی روک کے واسطے رہا کرتے تھے۔ خالد نے آکر کسرے کے آدمیوں کو نکالکر عامر بن قیس ہواز کو حاکم مقرر کیا۔ یہاں سے فرات کے کنارے کنارے آنقیا و بار وسما و الیس پر پہنچے۔ یہاں کے باشندوں نے کچھ دے دلاکر صلح کر لی۔ اہل آلیس نے مدد کا بھی وعدہ کیا۔ خالد آگے بڑھ کر حیرہ پر پہنچے۔ اہل حیرہ کا سردار ایاس ابن قبیصہ طائی نصرانی تھا جو مقابلہ کے لئے باہر نکلا۔ آپ نے اسلام یا جزیہ یا جنگ کا سوال پیش کیا اسنے جواب دیا کہ ہمیں لڑائی کی طاقت نہیں ہے جزیہ دینگے اور اپنے دین پر قائم رہینگے۔ اسپر صلح ہو گئی۔ مقدار جزیہ میں اختلاف ہے۔ بعض کہتے ہیں ستر ہزار اور بعض روایتوں میں لاکھ درہم ہیں۔ بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا ہے کہ اہل حیرہ چھ ہزار تھے

ہر شخص پر چودہ درہم لگائے گئے تھے جنکا مجموعہ وزن خمسہ کے اعتبار سے چوراسی ہزار اور سبعہ کے اعتبار سے ساٹھ ہزار ہوتا ہے۔ طبری نے بیان کیاہے کہ ایک لاکھ ستر ہزار تھی۔ یہ تعداد درست معلوم معلوم ہوتی ہے کیونکہ خالد بن ولید کے صلح نامہ میں یہی تعداد مرقوم ہے جو آگے آئیگا۔

اہل حیرہ نے اپنی قدیم عادت کے موافق خالد بن ولید کو تحفے و نذرانہ پیش کئے جیساکہ عجمیوں کے ساتھ کیا کرتے تھے۔ آپ نے تحفے ومال غنیمت مع فتح کی خبر کے حضرت ابو بکر کی خدمت میں بھیجدئے آپ نے اُسکو لے لیا اور حساب کرکے جزیہ کی رقم میں اتنا کاٹ دیا کیونکہ شریعت نے ایسے نذرانہ لینے کا حکم نہیں کیا تھا۔ دوسرے اسلئے کہ عجمیوں کی عادت سابقہ بند ہوجائے جو لوگوں کا مال چھینتے ہیں۔

یہ پہلی فتح ہے جو آپ کو عرب سے باہر نکلکر حاصل ہوئی جسمیں بجز اُبلہ کے او کہیں ایک قطرہ خون کا بھی نہیں گرا اس سے صاف ظاہر ہے کہ ایرانی مسلمانوں کی حکومت میں خوش اور جبابران فارس سے بیزار تھے اور جانتے تھے کہ فارس کی حکومت چراغ سحری ہو رہی ہے کوئی دم میں باد صبا کے جھونکے سے گل ہو جائیگی۔ خالد کو اسکے بعد جو لڑائی لڑنے پڑی وہ بنو تغلب و ایاد نصارائے عرب کے کرتوتوں و سرکشی کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے فارس کے لشکروں کو مدد پہنچا کر مقابلہ کیا۔

جب خالد خاندان منذر کی حکومت کا استیصال اور انکے پایہ تخت حرہ کو فتح کرچکے عراق عرب کی فتح کو جنوب کی طرف کوچ کیا دجلہ و فرات مشرق کی طرف انبار۔ باد قلی عین التمر قطریل کو فتح کرتے ہوئے دومتہ الجندل پر عیاض بن غنم سے جا ملے اور خالد نے حصہ زیرین سے اور عیاض نے حصہ بالائی سے ایک ساتھ ہلہ کرکے فتح کرلیا۔ یہ خالد کی آخری فتح تھی کہ آپ کو سرحد عراق پر جو شام و جزیرے سے متصل ہے حاصل ہوئی جب فتح کا مال غنیمت بہت ہوجاتا خالد خمس مع مبارکباد کے روانہ کرتے۔ آپ خوش ہوکر فرماتے کہ (عجزت النساء ان یلدن مثل خالد) یعنی عورتیں خالد جیسا لڑکا اب نہیں جن سکتیں۔ باقی حالات خالد اور انکے عہدنامے اور مفتوحہ شہروں کا جغرافیہ سیرت خالد میں علیحدہ لکھا جائیگا۔

عراق سے فرصت پاکر خالد مہم شام پر روانہ ہوئے اور مثنیٰ بن حارثہ کو عراق کا گورنر مقرر کرگئے یہ لشکر کی درستی اور صفائی و ماموری جواسیس میں مصروف ہوگئے۔ فارس کے بادشاہ اندنوں شہریار بن اردشیر نے خیال کیا کہ خالد کے چلے جانے سے مسلمانوں کا زور کم ہوگیا ہے اس موقع کو غنیمت خیال کرکے ایک لشکر جرار ہرمز کی ماتحتی میں مثنیٰ کے مقابلہ پر روانہ کیا مثنیٰ

اس لشکر کا بابل میں جو فرات سے مشرق میں واقع ہے مقابلہ کیا بعد سخت جنگ کے فارس کا لشکر میدان چھوڑ بھاگا۔ چند ہی دنوں بعد شہریار بھی اس دار ناپایدار سے کوچ کر گیا اسکے مرتے ہی ملک میں ابتری پھیل گئی اور تخت نشینی کی بابت ایسا جھگڑا ہوا کہ قریب تھا کہ سلطنت میں انقلاب پیدا اور ملک کا شیرازہ حکومت پراگندہ ہوجائے جیسا کہ ہر سلطنت کے انتہائی دور میں ہوا کرتا ہے کہ امرا و رؤسا ناز و نعمت عیش و نشاط میں مصروف ہوجاتے ہیں و ہوشیاری و جفاکشی کو چھوڑ کر بیہودہ و لغو کاموں میں لگ کر حکومت و عزت کو خاک میں ملا دیتے ہیں واذا اردنا ان نھلك قریة امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا ۔

فتوح الشام

تمہید

خالد بن ولید جب عراق کی فتح سے فارغ ہوچکے اور مسلمانوں کا سکہ حدود فارس میں جم گیا اور قلب سلطنت پر حملہ کرنے کی تیاریاں اور سامان شروع ہوگئے۔ ابوبکرؓ کو یقین ہوگیا کہ اللہ تعالیٰ اپنے وعدہ کو ضرور پورا کریگا جسکا وعدہ اسنے اپنے کلام پاک میں کیا ہے وعد اللہ الذین امنوا و عملوا الصالحات لیستخلفن آپ نے اس فاتح عالی ہمت کو شام کی طرف روانہ کیا جو مشرق و مغرب کی تجارت کا مرکز اور خیر و برکت کا مخزن تھا۔

اسوقت شام پر رومیوں کی برائے نام حکومت باقی تھی حقیقت میں عرب حکومت کرتے تھے سررشتہ نظم و نسق بنی غسان کے ہاتھ میں تھا۔ قیصر صرف خراج لے لیا کرتا تھا اور کچھ اثر اسکا شام میں تھا مگر عرب کا تسلط و اقتدار زور پر تھا قیصر کو خاطر میں نہیں لاتے تھے بلکہ رومیوں کو ملک سے نکالنے اور مغرب کی طرف جو انکا اصل وطن و مسکن تھا بھگا دینے کے درپے تھے۔ کیونکہ رومیوں کا جبر و ظلم حد کو پہنچ چکا تھا جیسے کہ ہر فاتح اجنبی کے اخیری عہد میں ہوا کرتا ہے اسکے علاوہ شام عرب کا ایک طبعی جز ہے اسلئے مسلمانوں کو حق تھا کہ وہ شام کو اپنے ملک سے ملالیں اور اجنبی دولت کا دخل اٹھا کر اپنا تسلط جمائیں۔ مزید برآں یہ کہ عرب اسلام کے سایہ عاطفت و ایمان میں متحد ہونے کی وجہ سے چاہتے تھے کہ تمام عرب جیسے قوم و زبان میں متحد ہیں انکا مذہب اُن کی سلطنت بھی ایک ہی ہو۔

شام اس قاعدہ کے اعتبار سے مسلمانوں کا طبعی حق تھا کیونکہ مسلمان عرب تھے اور شام پر دہرے حق رکھتے تھے ایک ہمسائگی و ہمزبانی دوسرے ہم جنسی کیونکہ دونو مشرقی تھے اور مشرق مشرق کا زیادہ مستحق ہے۔

یہاں سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل مغرب کا ان بلاد میں حق قدیم کا دعویٰ کرنا جسکو مسئلۂ شرقیہ کہکر پکارتے ہیں بالکل پوچ و بے بنیاد ہے کیونکہ انکے اسلاف کا اس سے زیادہ کوئی حق نہ تھا جتنا کہ ہر اجنبی فاتح کو چند روزہ حاصل ہوتا ہے اور رفتہ رفتہ سایہ کی طرح معدوم ہوجاتا ہے اور فاتح جہاں سے آئے تھے وہیں لوٹ جاتے ہیں۔ جیسا کہ رومانیوں کا حق مشرق سے بالکل اٹھ گیا اور اپنے مقر اصلی پر لوٹ گئے۔ کل شیٍ یرجع الی اصلہ سنت اللہ فی الذین من قبل ولن تجد لسنت اللہ تبدیلا کیا اچھا ہوا گر اہل مغرب اس معاملہ کو کسی انصاف و عدل کی کچہری میں پیش کریں۔ تجدا اسوقت ہم فریق غالب و حقدار ہونگے۔ اور یہ لوگ مغلوب اور انکا دعویٰ باطل قرار پائیگا۔ لیکن مثل مشہور جسکی لاٹھی اُسکی بھینس کمزور کے پاس کیسی ہی قوی دلیل کیوں نہو مگر زور کے مقابلہ میں کارگر نہیں ہوسکتی۔ ہاں جب مقابلہ کی طاقت آجائے اور دشمن کو مغلوب کرے مگر اب مسلمانوں میں یہ سکت و دم کہاں۔ یہ تو ابوبکرؓ و عمرؓ و انکے جانشین معاویہ و انکے ابن اعمام منصور و انکی اولاد۔ عبدالرحمٰن۔ صلاح الدین یوسف اور سلیمان بن عثمان جیسے یگانہ روزگار لوگوں کا کام تھا جنہوں نے دولت رومانیہ کو مشرق سے نیست و نابود کر دیا۔

ہائے وہ زمانہ گذر گیا۔ اُسکی یاد دلوں کو چیرتی اور جگروں کو شق کرتی ہے سگر قوم کی قلت بصیرت و غلبہ بہیمیۃ اس درجہ بڑھ رہی ہے کہ طاقت صبر طاق ہوچکی ہے۔ نوجوانان قوم قوم کے پھسانے کے لئے صحرائے حسرت میں سر ٹکراتے پھرتے ہیں لیکن اس تاریکی حسرت میں انکا راہ پانا اور قوم کو اس بد حالی سے نکالنا منحصر ہے اس امر پر کہ ایک طرف قوم امرا و سلاطین کے جبر استبداد سے بیزار ہو دوسری طرف وہ خود اُس سے کنارہ کش ہیں اور اُن اعمال و اطوار کو چھوڑ دیں یا قوم خود چھڑادے جنہوں نے قوم کی خودداری اور عزت کے خیال کو بالکل مٹا دیا ہے اور عقلوں کو بالکل نکما اور ضعیف کر دیا ہے اور یہ بات اُسوقت تک نہ ہوگی کہ مسلمانوں میں ایک نئی نسل نہ پیدا ہو اپنی ذات کو سلفوں پر ترجیح دے اور اپنے کاموں میں اپنے ہی ذات پر آسرا رکھے اور اپنی ہی کوشش کو بارآور جانے۔ اور اسطرح سے بیدار ہو جیسے کوئی خواب غفلت کا سونے والا ہولناک آواز

سن کر یکبارگی ہر بڑا اکر اٹھ کھڑا ہو جاتا ہے یا کوئی اپنے آپکو دفعتہً دشمن کے شکنجہ میں دیکھکر ہاتھ پاؤں مارنے پر مجبور ہوتا ہے۔

یہ جو کچھ ہم بیان کر رہے ہیں سمجھداروں کے لئے ازیانہ عبرت ہے گو انھوں کو ناگوار ہو مگر ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ اپنے مشاہدہ اور اسلامی حکومتوں کی تاریخ اور فطرت الہی کا مطالعہ کرکے کہتے ہیں تاریخ عالم اور قانون قدرت کی یہی تنبیہ ہے۔ ما کان ربك لیھلك القریٰ واھلھا مصلحون ومن لم یحکم بما انزل اللہ فاولٓئك ھم الفسقون۔ یاداؤد انا جعلنٰك خلیفۃ فی الارض فاحکم بین الناس بالحق۔ واذا اردنا ان نھلك قریۃ امرنا مترفیھا ففسقوا فیھا فحق علیھا القول فدمرناھا تدمیرا۔ ان تنصروا اللہ ینصرکم ویثبت اقدامکم۔ وتلك الایام نداولھا بین الناس۔ اسکے علاوہ اور بہت سی آیات قرآنی شاہد حال ہیں کہ اللہ کے قانون فطرت و نظام عالم کی جو مخالفت کرتا ہے اسکو سزا ملتی ہے جس سے وہ کہیں بھاگ نہیں سکتا مگر ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا ہمارے گناہوں کو تقدیر خود چھوڑا کر دے اور اس امت کیواسطے ایسے اسباب پیدا کرے جو خیال میں نہیں ہیں تاکہ یہ اپنے پہلے مجد و شرف پر علمی و عملی کوششوں سے پہنچ جائے۔ اسے فضل کرتے نہیں لگتی بار + نہو اس سے مایوس امیدوار + ہر بدایت کی ایک نہایت ہے جب ایک حالت انتہا کو پہنچ جاتی ہے تو پھر عود کرتی ہے۔ اللہ تعالی نے حضرت ابوبکرؓ کے زمانہ میں لوگوں کی مدد و نصرت کی۔ انتھک کوششوں اور بے نفسی اور شہوات پر غالب ہونیکے بدلے میں انہیں باتوں سے اب مسلمان خدا کی مدد و نصرت پا سکتے ہیں کیونکہ وہ نیکوں ہی کی حمایت کرتا ہے

استدراک

شاید بدگمان سوء ظن سے کام لیں کہ ہمنے شام میں عرب کی سرداری و حکومت و عظمت کے متعلق تمہید لکھتے ہوئے مبالغہ سے کام لیا ہے۔ حالانکہ جو کچھ ہمنے ذکر کیا ہے وہ تاریخی واقعات ہیں جنکو اجمالاً ذکر کیا ہے۔ اب اس گمان کے دور کرنے کے واسطے تاریخی واقعات کا ذکر کرتے ہیں تاکہ مافات کی تلافی ہو جائے

شام کا بہت حصہ فتوحات عرب کے زمانہ میں عرب سے معمور تھا۔ جنوب میں حوران سے لیکر مغرب کے جانب کرک معان تک عقبہ سے بحر احمر تک عربوں ہی سے آباد تھا جن میں غسان۔ لخم۔ جذام۔ کلب۔ قضاعہ وغیرہ آباد تھے ان شہروں کا صدر شام بصری تھا جسکی

عظمت و شوکت کے آثار ابتک ملتے ہیں۔ یہ بنی غسان کا پایہ تخت تھا۔
مشرق و شمال میں غوطہ دمشق سے تدمر و فرات کے کنارے تک عرب پھیلے ہوئے تھے جنمیں بنی غسان۔ نمر۔ بہرا۔ تغلب وغیرہ آباد تھے جنکا صدر مقام دمشق تھا۔
جنوبی طرف کا عرب سے معمور ہونا اور اسمیں دولت غسان کا نشو ونما پانا مشہور و معروف ہے جسکے ذکر کی چنداں ضرورت نہیں۔
رہا دوسرے اطراف کا آباد ہونا عرب سے اسکی دلیل یہ ہے کہ طبری وغیرہ مورخوں نے اُن شہروں اور مقامات کا ذکر کیا ہے جنکو خالد بن ولید نے عراق سے شام کی طرف آتے وقت فتح کیا تھا جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خالد بن ولید جب فرات کے کنارے پر پہنچے دمشق تک برابر عربی آبادی پر انکا گذر ہوا چنانچہ طبری لکھتا ہے۔
جب خالد بن ولید نے شام کا ارادہ کیا اور جنگلوں کے قطع کرنے کے بعد شام کے مشرقی کنارے پر پہنچے جو فرات کی وادی واقع اور بلاد الزور کے نام سے مشہور ہے انکا صدر مقام دیر ہے جو آجکل دیر الشعار کے نام سے موسوم ہے انمیں بہرا۔ نمر۔ تغلب وغیرہ عربی قبائل بستے ہیں یہ ابتک اسی طرح چلے آئے ہیں۔ یہاں سے آگے بڑھکر آرک پہنچے یہ تدمر و دیر کے درمیان واقع ہے۔ یہان سے کوچ کرکے تدمر میں قیام کیا تدمر صحرائے شرقی کے کنارے میں آباد ہے۔ یہاں سے قریتین (جو ابتک اسی نام سے مشہور ہے) اور قریتین سے دمشق آئے (یہ مسافت آپ نے فامون اسفل کی راہ سے طے کی جو عمالہ سے شرق میں واقع ہے جسکو آجکل جبل قلمون اور قلسون اسفل کو قلمون تحتی کہتے ہیں جو شام سے عراق کو قافلوں کا راستہ ہے) راستہ میں حوارین و قصم پر گذر ہوا دمشق کے شمالی گوشہ میں خالد کی یہ آخری فتح تھی قصم کے لوگوں نے جو بنی قضاعہ و منجعہ تھے نکلکر مقابلہ کیا آخر کار ہزیمت کھاکر بھاگ گئے۔ یہاں سے ثنیۃ العقاب کو روانہ ہوئے (ثنیۃ عقاب مرج عذرا کے کنارے پر واقع ہے جو دمشق سے شمال و مشرق گوشہ میں) یہاں سے مرج راہط کی طرف رخ کیا (مرج راہط مرج عذرا کے متصل جنوب کی طرف ہے) اور بنی غسان پر حملہ کیا۔ بعد فتح خمس نکالکر حضرت ابوبکر کی خدمت میں روانہ کیا۔
یہ تمام حال طبری نے اپنی تاریخ میں خالد بن ولید کے عراق سے شام کا سفر طے کرنے اور ان بلاد کے فتح کے بیان میں لکھا ہے جو راہ میں واقع ہوئے۔ ان حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ دمشق کے شمال و مشرق میں آخری مقام قصم ہے جہان کے باشندے بنی منجعہ تھے۔ اس سے

یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ قلوون اسفل اور اسکے قرب وجوار مشرق فرات تک بنی نمر۔ تغلب۔ ایاد۔ بہراء قبائل عرب سے آباد تھے[۱]۔ ایسی ہی دمشق کا مشرقی پہلو مرج راہط وغیرہ بنی غسان سے بسا ہوا تھا اور بظاہر دمشق بھی عربوں کے تصرف میں تھا کیونکہ فتح کے دن اسکی کمان حرث غسانی کے ہاتھ میں تھی۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ دمشق ان اطراف میں شمال و مشرق سے بادیہ عرب و فرات تک جنوب مغرب حجاز و عقبہ تک کا دار الحکومت اور عربوں ہی کا مسکن تھا۔

ان تاریخی شہادتوں سے وہی ثابت ہوتا ہے جو اس مقدمہ میں لکھا ہے۔ یعنی شام عرب سے اشبہ اور عربی اثر مغلوب تھا عرب بھی اسکے محافظ و نگران اور حامی و مددگار تھے۔ رومی برائے نام حاکم تھے۔ اب ہمارا دعوے تاریخ واقعات و تحقیقات پر مبنی ہے نہ مبالغہ اور عرب کی حمایت ہے البتہ شام کے غربی اور شمالی حصہ مثل فلسطین۔ اردن۔ حلب۔ انطاکیہ میں عرب کا نفوذ و اقتدار نہ تھا۔ بلکہ رومی غالب تھے۔

شام کو لشکروں کی روانگی

حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اوائل ۱۳ھ میں حج سے واپس آکر شام کو لشکر بھیجنے کا ارادہ کیا سب سے پہلے خالد بن سعید بن العاص کا نشان تیار کیا۔ ابن اثیر اور اکثر مورخوں نے لکھا ہے کہ خالد بن سعید کو روانگی سے پہلے حضرت عمرؓ کے کہنے سے معزول کر دیا تھا کیونکہ حضرت عمر کو انکے بیعت میں توقف کرنے سے ملال تھا اور انکو تیماء میں دعوت اسلام اور مسلمانوں کے تقویت کے واسطے ٹھہرنے کا حکم دیا اور فہمائش کر دی تھی کہ جبتک کوئی تم سے تعرض نہ کرے تم خود کسی سے چھیڑ چھاڑ نکرنا دعوت سے لوگ مشرف باسلام ہوکر ایک معقول جماعت انکے پاس مسلمانوں کی جمع ہو گئی۔

رومیوں کو جب یہ خبر لگی تو انہوں نے اطراف شام کے عربوں پر چھاپا مارا۔ باں بعد ماہان لشکر کثیر لیکر آیا اور عربوں کو منتشر کرتا رہا یہانتک کہ عرب بھی خالد بن سعید کے پاس گروہ گروہ

[۱] یہ نتیجہ و استدلال اسی صورتمیں صحیح ہو سکتا ہے کہ بیان طبری کے موافق قصم کو دمشق کے آس پاس مانا جائے اور یا... جغرافیہ نونس کی یہ تحریر مسلم ہو کہ قصم شام کے قریب میں ایک چھوٹا سا قصبہ ہے تو یہ استدلال کمزور ہو جائیگا تاہم اسمیں شک نہیں کہ قلوون اسفل سے تا سہ عربوں سے پر تھا۔

جمع ہونے لگے اور جب مقابلہ کے لائق لشکر فراہم ہوگیا تو خالد نے ماہان کو مار کر بھگا دیا۔ اور حضرت ابوبکرؓ کو اس حال کی اطلاع دی آپ نے فوراً عرب کو غربائے شام کی حمایت پر آمادہ کرکے پے در پے لشکر اسلام شام کو بھیجنے شروع کردئے۔

یہ ابن اثیر کی روایت ہے اور بلاذری نے فتوح البلدان میں ابومخنف کے حوالے سے نقل کیا ہے کہ خالد بن سعید کے واسطے جب نشان تیار کیا گیا حضرت عمرؓ نے کہا کہ انکے مزاج میں فخر و مباہات کی عادت ہے اپنے کام کو تعصب و تندی سے کرتے ہیں حضرت ابوبکر نے انکے کہنے سے معزول کردیا اور ابواروی دوسی کو نشان واپس لینے کے واسطے بھیجا وہ مقام ذی المروہ سے نشان لیکر واپس آگئے آپنے یہ نشان یزید ابن ابی سفیان کو مرحمت فرمایا اور انکے بھائی معاویہ ابن ابی سفیان انکے آگے آگے لیکر چلے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یزید ابن ابوسفیان کو ذی المروہ میں نشان دیا گیا وہ اسکو لیکر خالد کے لشکر پر پہنچے اور خالد شرحبیل کے لشکر میں محتسب مقرر کئے گئے۔ ان روایات سے نتیجہ معلوم ہوتا ہے کہ ابوبکرؓ نے خالد بن سعید کو مسلمانوں کی کمک کے واسطے روانہ کیا تھا پھر حضرت عمرؓ کے کہنے سے معزول کر دیا۔ طبری نے بھی سیف سے ایسا ہی روایت کیا ہے لیکن ایک دوسری روایت سے یہ بھی لکھتا ہے کہ جب ابوبکر نے امراء کو نشانات عطا کئے خالد کو بھی دیا اسپر حضرت عمرؓ نے انکی معزولی کا مشورہ دیا آپ نے کچھ مانا اور کچھ نہ مانا اور انکو مسلمانوں کی تقویت کے واسطے مقرر فرمایا۔ اور کہا کہ تیماء کے اطراف و جوانب میں اسلام کی منادی کریں آپ کی دعوت سے بہت لوگ اسلام سے فیض یاب ہوئے اس خبر کو سن کر رومیوں نے فوج جمع کی آپ نے حضرت ابوبکر کی خدمت میں اطلاع دی آپ نے لکھا کہ آگے بڑھو اور پیچھے نہ ہٹو۔ خالد نے حکم کی تعمیل کی اور رومیوں کو منتشر کر دیا اور حضرت ابوبکر کو اسکی اطلاع بھیجی۔ آپ نے پھر لکھا آگے بڑھو مگر جبتک پیچھے سے مدد نہ آجائے حملہ نہ کرنا یہ بڑھے اُدھر سے ماہان لشکر لیکر آیا اور دونوں میں جنگ ہوئی آخر کار ماہان ہزیمت اُٹھا کر بھاگا۔ اس فتح کی خبر حضرت ابوبکرؓ کو بھیجی اور مدد کی درخواست کی آپ نے اسکا انتظام کیا اور عرب کو جمع کرکے روانہ کیا۔ خالد نے امداد پہنچنے سے پہلے عجلت کرکے جنگ چھیڑ دی نتیجہ یہ ہوا کہ ہزیمت اٹھانا پڑی بھاگ کر مدینہ پہنچے حضرت ابوبکرؓ ناخوش ہوئے۔ مگر انکو شوق جہاد نے نچلے نہ بیٹھنے دیا آخر کار حضرت ابوبکر سے اجازت لیکر سرداروں کی ہمراہی میں چلدئے۔ یہ روایت ابن اثیر کے موافق اور بلاذری کے مخالف ہے بہرحال یزید ابن ابی سفیان کو انکے لشکر پر سرداری ملی جیسا کہ ابوبکرؓ کی وصیت سے ظاہر ہوتا ہے

جب حضرت ابوبکرؓ نے عرب میں جہاد کی منادی کرائی عرب جوق جوق ہر گوشہ سے آنا شروع ہوئے
اور مدینہ منورہ کے قریب مقام جرف میں اکٹھے ہوتے گئے۔ جب انکی کافی تعداد ہوگئی آپ نے
فوجیں ترتیب دینا شروع کیں صفر میں ۱۳ھ میں عمرو بن العاص کو سعد بن ہزیم بن قضاعہ
کی ولایت سے بلاکر ایک فوج کا نشان دیکر فلسطین روانہ کیا اسی اثنا میں شرحبیل ابن حسنہ
عراق سے آگئے انکو ایک لشکر کا سپہ سالار بنا کر ارُدن کو رخصت کیا۔ اور یزید ابن ابی سفیان کو
قریش کے سرداروں اور اشراف پر جنمیں سہیل ابن عمرو جیسے دلاور تھے مقرر کرکے بلقاریا دمشق
کو بھیجا۔ اور ابو عبیدہ عامر بن عبد اللہ بن الجراح فہری کو حمص پر مامور فرمایا۔ اسوقت ایک
نشان تین ہزار پر ہوتا تھا۔ آپ اسی طرح سرداروں کو روانہ کرتے رہے حتیٰ کہ شمار ۲۴ ہزار ہوگیا
یہ چھوٹی سی جماعت اپنے اہل وعیال گھر بار سے دور دشمن کے گھر میں گھسکر روم مصالحین نے
انکی حکومت کی بنیاد ڈھانے۔ شام ایشیاء کوچک۔ جزیرہ۔ آرمینیا میں اسلام کی روشنی پھیلاکر
اللہ کا نام لیکر جلدی اور چند ہی دنوں میں اپنی فتح کا جھنڈا عالم میں بلند کردیا۔ یہاں سوال
پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیونکر اور کیوں ہوا۔ ثابت قدمی۔ مصائب پر صبر۔ ظاہر و باطن میں خدا پر اعتماد
خدا کی راہ میں جان فروشی۔ اسلام کی سچی حمیت۔ مظلوموں کے ساتھ انصاف خستہ حالوں کے
جان ومال کی نگرانی۔ رعیت پروری۔ رعایا کو مذہبی ودنیوی آزادی دینے سے جبتک کہ جزیہ
ادا کرتے رہیں جو انکی حدستی حال۔ انکے شہروں کی بہبود اور اُسکے راحت وآرام کے مہیا کرنے انکو
مسلمانوں کے برابر حقوق دینے کے مقابلہ میں لیا جاتا تھا۔ یہ بھی اس وقت کہ وہ اپنے آبائی دین
پر قائم رہنا چاہیں۔ اور اگر اسلام قبول کرلیں مسلمانوں کے بھائی اور راحت ورنج کے شریک ہیں
جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (مشکاۃ۔ دماءہم ولیسعی بذمتہم ادناہم ویرد علیہم اقصاہم وہم ید علی
من سواہم) مزید برآں یہ کہ ان مجاہدین کے ساتھ صاحب الرائے۔ ماہران جنگ۔ دانایان
سیاست مثل عمرو بن العاص۔ ابو عبیدہ بن الجراح۔ یزید ابن معاویہ وغیرہ جیسے موجود تھے اسکے
علاوہ ان لوگوں کو ابوبکر جیسا روشن ضمیر نکتہ بیں۔ باریک بیں شخص اپنی نصیحتوں وصیتوں سے
برابر مدد کرتا رہا اگرچہ صرف وہ ایک وصیت جو آپ نے یزید ابن ابی سفیان کو چلتے وقت پاپیادہ
مشایعت کرتے ہوئے کی تھی کفایت کرتی تھی۔ وھی ھذہ:
میں نے تمکو والی مقرر کیا ہے تاکہ تمکو آزماؤں اور تجربہ کروں۔ اگر تمنے اچھی طرح کام کو انجام دیا
تمکو تمہارے عمل پر قائم رکھونگا بلکہ اور زیادہ کردونگا۔ اگر خدانخواستہ حسن اسلوب سے کام نہ کیا تو معزولی

تمھارے سر پر کھڑی ہے - خدا سے ہر وقت ڈرتے رہو سو وہ تمھارا باطنی حال اسی طرح جانتا ہے
جیسا کہ ظاہر ہے - بڑا اللہ والا وہ ہے جو زیادہ محبت رکھتا ہو اور بڑا مقرب وہ ہے جو اپنے اعمال سے
تقرب حاصل کرے - میں نے تمکو بجائے خالد کے مقرر کیا ہے - دیکھو جاہلیت حمیت سے بچتے رہنا - خدا
اس جاہلیت کو ناپسند کرتا ہے - جب اپنے لشکر میں پہنچو حسن معاشرت سے رہنا اور لوگوں سے اچھا برتاؤ
رکھنا اور ہر وقت انکو امید دلاتے رہنا جب نصیحت کرو مختصر کرو - کیونکہ لمبی چوڑی بات بھول جاتی
ہے - تم اپنے نفس کی اصلاح کرو - خدا تمھارے لئے دوسروں کو درست کر دے گا - نماز پنجگانہ کو وقت پر
پورے رکوع سجود خشوع وخضوع کے ساتھ ادا کرتے رہنا جب دشمن کا ایلچی تمھارے پاس آئے
خوش خلقی سے پیش آؤ تاکہ اسکو تمھارے حالات سے کچھ آگہی نہو - اور اسکو بہترین خیمہ میں اتارو اپنی
طرف سے گفتگو نہ شروع کرو جو کچھ کہنا ہو خود کہو دوسروں کے اوپر مت ڈالو - اپنا بھید نہ ظاہر کرو
تاکہ تمھارا کام پریشان نہو جب کسی سے مشورہ کرو ٹھیک واقعہ بیان کرو تاکہ درست مشورہ حاصل ہو
اپنے مشیروں سے بات نہ چھپاؤ ورنہ اپنے پاؤں پر آپ ہی کلھاڑی مارو گے - رات میں اپنے دوستوں سے
باتیں کیا کرو طرح طرح کی خبریں معلوم ہونگی - راز کھل جائینگے بہت سے پاسبان مقرر کرو - اور
انکو چاروں طرف منتشر کرو - اکثر اچانک ان کی خبر لو جسکو غافل پاؤ اسکو ہموار اسمجھاؤ - رات کو باریاں
بدلتے رہو - اول شب کی باری طولانی رکھو کیونکہ پہلی آسان اور دوسری مشکل ہوتی ہے مجرم
کے سزا دینے سے مت ڈرو عجلت ومبالغہ سے بچتے رہو - لشکریوں سے غافل نہونا ورنہ خراب ہو جائینگے
زیادہ پیچھے بھی نہ پڑو کہ رسوا ہوں - لوگوں کے باطن کے درپے نہو ظاہری پر بس کرو - کھیل کود والوں
کی صحبت میں نہ بیٹھو - بلکہ اہل صدق ووفا کی مجلس اختیار کرو - لڑائی میں مُنہ نہ موڑو تاکہ دوسرے
نامردی سے بھاگ نکلیں - مال غنیمت کو نہ دبا رکھو کہ اس سے مدد میں ہرج اور حاجت میں ترقی ہوتی ہے -
تم ایسے لوگوں سے بھی ملو گے جنہوں نے اپنے آپکو عبادت خانوں میں عبادت کے واسطے وقف کر دیا ہے
اور اُسی کے ہو رہے ہیں اُنسے کچھ تعرض نکرو -

ابتدائے فتح شام

یہ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ جہاد دعوت کے بعد ہوتا ہے مسلمان اہل کتاب سے بلا دعوت
امور ثلاثہ یعنے اسلام یا جزیہ یا تلوار کے اندھا دھند لڑنا نہیں شروع کر دیتے تھے - آنحضرت
صلے اللہ علیہ وسلم نے ہرقل کو بھی پیغام کے ذریعہ اسلام کی دعوت دی تھی - بعض کا یہ بھی

خیال ہے کہ وہ باطن میں مسلمان بھی ہوگیا تھا - غرض جب مجاہدین اسلام کا لشکر چلا تو پہلے اہل شام کو دعوت مذکورہ کا پیغام دیا جب یہ پیغام پہنچا ہرقل اسوقت اندلس میں تھا بطریقوں اور افسران فوج کو جمع کر کے مشورہ کیا اور خود رائے دی کہ مسلمانوں سے صلح کرلینی چاہئے - ارکان دولت نے کسی نے اس رائے سے اتفاق نہ کیا اور لڑائی پر اڑے رہے اور ضد وتعصب سے کہنے لگے شام کے نصف مالیہ پر صلح کرنے سے اگر وہ کل شام اور نصف روم پر قابض ہو جائیں بہتر ہے جب دیکھا کہ لوگ کسی طرح مانتے ہی نہیں مجبوراً جنگ کا سامان کرنے میں مصروف ہوا اور ہر ایک مسلمان امیر کے مقابلہ میں ایک لشکر جرار روانہ کیا تاکہ ایک ایک جگہ پر ہر ایک کو لڑائی میں مشغول کردیں اور مسلمان ملکر نہ لڑسکیں -

ادھر مسلمان وسط ملک تک پہنچ گئے تھے - ابو عبیدہ جابیہ شرجیل اردن میں عمرو بن العاص غربی فلسطین میں - یزید بلقاء میں - اس بارہ میں مورخوں کا اختلاف ہے کہ سب سے پہلے کہاں معرکہ ہوا - بعض نے کہا کہ سب سے پہلا مقابلہ یرموک میں ہوا بعض لوگ اسکے سوا اور مقامات بتاتے ہیں جو یرموک کے معرکہ کو پہلا معرکہ بتاتے ہیں - اسکی وجہ یوں بیان کرتے ہیں کہ مسلمان جب اطراف ملک میں پھیل گئے پادشاہ روم نے بہت بڑا لشکر جمع کیا امراء اسلام کثرت دشمن کو دیکھکر صلاح ومشورہ کرنے لگے کہ ہمکو کیا کرنا چاہیئے عمرو نے رائے دی کہ ہم سب ملکر یرموک میں قیام کریں - اسکے بعد حضرت ابو بکر کو تمام کیفیت لکھکر کمک طلب کی آپ نے خالد بن ولید کو مدد پر روانہ کردیا جب یہ پہنچے دیکھا کہ سردار ایک دوسرے پر تکیہ کئے ہوئے بیٹھے ہیں انہوں نے آکر تمام لشکر کو سرداروں میں بانٹ کر یکبارگی حملہ کردیا گھمسان کی جنگ کے بعد رومیوں کے پاؤں اکھڑ گئے ابھی یہ لوگ یرموک ہی میں تھے کہ حضرت ابو بکرؓ کی وفات اور حضرت عمرؓ کی خلافت کی خبر پہنچی - اسی میں خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کے امیر لشکر ہونے کی بھی خبر تھی -

لیکن مسلمانوں کا شام کے جنوبی وجنوبی مغربی حصہ میں گھس جانے اور بعض کا اردن میں جو طبریہ کے قریب ہے اور بعض کا فلسطین میں پہنچ جانا اور مورخوں کا اختلاف کرنا کہ خالد دمشق میں معزول ہوئے یا یرموک میں صاف بتا رہے ہیں کہ یرموک کا واقعہ بہت سے واقعات مثل مرج الصفر - اجنادین وغیرہ کے بعد ہوا اجنادین کی فتح کی خبر تو حضرت ابو بکر کی زندگی میں آچکی تھی جبکہ آپ مرض الموت میں مبتلا تھے - اس امر کی تائید کہ مسلمانوں نے واقعہ یرموک سے پہلے بہت سے شہر صلح وجنگ سے فتح کر لئے تھے اس واقعہ سے بھی ہوتی ہے جسکو ہمنے بلاذری

کی روایت سے بیان کیا کہ جب مسلمانوں نے اہل حمص کے جزیہ کو واپس کیا کہ اب ہم تمہاری حفاظت نہیں کر سکتے تو انہوں نے مسلمانوں کا ساتھ دینے کا وعدہ کیا۔ ابن اثیر و بلاذری نے باتفاق بیان کیا ہے کہ یرموک سے پہلے بصریٰ میں جو حوران کے قریب ہے۔ اور دثن میں جو فلسطین کے پاس ہے۔ اور مرج الصفیر وغیرہ میں معرکے ہو چکے تھے۔

ان روایات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ ابتداء رائے میں رومیوں نے مسلمانوں کو حقیر سمجھکر انکے مقابلہ کی کچھ پرواہ نکی اور یہ گمان تک نہ کیا کہ یہ لوگ اپنی قوت وجرأت سے تھوڑی سی جماعت لیکر بھی مستحکم شہروں میں گھس جائینگے اور ملک میں کھلبلی مچادینگے۔ ہر سلطنت کے آخری دور میں یہی ہوتا ہے کہ ارکان دولت کے دماغوں میں کبر ونخوت سما جاتی ہے اور دشمن کو حقیر سمجھکر خاطر میں نہیں لاتے یا ناتجربہ کاری اور تن پروری کی وجہ سے لڑنا بھڑنا دشوار ہو جاتا ہے۔ رومیوں کی اس غلطی سے مسلمانوں کو یہ فائدہ ہوا کہ ملک میں ایک مرتبہ اس سرے سے اس سرے تک گھوم کر ملک کی راہیں۔ دشمن کے اندرونی حالات خوف وخطر کے مواقع اچھی طرح معلوم کر لئے کیونکہ یہ لوگ شام کے جنوب میں مثلث کی شکل سے گھسے تھے جسکا راس بلقار میں تھا جو حجاز سے قریب ہے جہاں یزید ابن ابی سفیان جمے ہوئے تھے اور مثلث کا ایک سرا جنوب غربی فلسطین میں تھا جہاں عمرو بن العاص کا پڑاؤ تھا۔ دوسرا سرا جنوب شرقی حوران میں جہاں ابو عبیدہ بن جراح ڈٹے ہوئے تھے۔ درمیان مغرب کیطرف جھکتے ہوئے اردن میں شرحبیل بن حسنہ کا لشکر تھا یہ لشکر اس ترتیب سے تھے کہ امرا ایک دوسرے کی برابر مدد کر سکتے تھے اور پیچھے سے رجوع کے راستہ کی حفاظت کر رہے تھے اور ناکوں کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔ اس ہیئت سے یہ لشکر ظفر پیکر ملک شام میں داخل ہوا اور جو شہر و مقام راستہ میں پڑا اسکو فتح کرتا بڑھتا چلا گیا جب یہ سیلاب دور تک نکل گیا رومیوں نے خواب غفلت سے آنکھیں کھولیں اور شام میں جو عرب رہتے تھے انکے پاس قاصد بھیجکر بلایا یا بمراہ سلیح غسان۔ کلب۔ لخم۔ جذام جو درحقیقت شام کے حامی ومحافظ تھے خصوصاً بنی غسان جو سارے شام کی قسمت کے مالک بن چکے تھے قیصر روم کے پاس جمع ہو گئے قیصر نے انکی اور رومیوں کی ڈیڑھ لاکھ سپاہ کو مختلف فوجوں میں ترتیب دیکر ہر ایک مسلمان سپہ سالار کے مقابلہ پر نامزد کیا

یرموک میں امرائے اسلام کا جمع ہونا اور خالد بن الولید کا پہنچنا

مسلمانوں نے جب دشمن کے لشکر کی یہ کثرت دیکھی عمرو بن العاص سے مشورہ طلب کیا کیونکہ انہیں سب سے زیادہ یہی صاحب الرائے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ تم لوگ سمٹ کر یرموک میں جمع ہو جاؤ۔ (یرموک شام سے جنوب مغرب کی طرف کوہ عجلون کے شمال میں ایک نہر ہے) یہی حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں بھی لکھ بھیجا۔ انہوں نے بھی مدت پہنچنے تک یکجا ہو جانے کا حکم بھیجا۔ ادھر خالد کو لکھا کہ نصف سپاہ لیکر شام کو چلے جاؤ اور نصف مثنیٰ ابن حارثہ کے پاس عراق میں چھوڑ دو اور یہ حکم دیا کہ جیسے جوان خود لیجاؤ ویسے ہی عراق میں بھی چھوڑ جاؤ تاکہ عراق میں قوت کم نہ ہو جائے۔ خالد نے اس حکم کے پہنچتے اپنے ساتھیوں کو لیکر شام کا رخ کیا حتی کہ تدمر پر جا پہنچے۔ تدمر دمشق سے شمال کیطرف ۱۵۰ میل کے فاصلے پر ہے۔ راستہ میں جو سامنے آیا اُسکو زیر کیا یہاں سے ثنیۃ العقاب اور وہاں سے مرج راہط پر جو دمشق کے شرقی جانب میں ہے چھاپا مارا۔ یہاں سے جنوب کی طرف جھکے بصری پر لڑے بعد فتح مال غنیمت سے خمس حضرت ابوبکرؓ کی خدمت میں مع فتحنامہ کے روانہ کر دیا۔ یہاں سے بڑھکر جمادی الاول یا ربیع الآخر سنہ ۱۳ھ میں لشکر اسلام سے جا ملے۔

مسلمان اسوقت تک لڑائی میں پہلوتہی کرتے اور تردد میں کوتاہی کر رہے تھے۔ ہر ایک اپنے اپنے لشکر کو لئے ہوئے الگ الگ پڑا اور دشمن ٹڈی دل فوج لئے سر پر بلائے بیدماں کی طرح کھڑا ہوا تھا۔ لیکن حقیقت میں وہ بالکل قید ہو رہا تھا کیونکہ سامنے سے مسلمان اور پیچھے سے وادی ہولناک احاطہ کئے ہوئے تھے۔ خالد بن ولیدؓ نے حقیقت حال کا اپنے باریک بیں اور دور اندیش نگاہ سے پتہ لگا لیا۔ مگر اپنی جماعت کے متفرق اور الگ الگ ہونے کو ناپسند کیا۔ فوراً سرداروں کو جمع کرکے ایک تقریر کی (جو انکے خطبات میں آئیگی) اور انکی موجودہ حالت کا نقشہ اُنکے سامنے پیش کر دیا اور کہا کہ تم لوگ ملکر ایک امیر ہر دن مقرر کرلو جو اس دن حکومت کرے اور سارے لوگ اُسکا حکم مانیں۔ لوگوں نے انکے حسن رائے کی داد دی اور انہیں کو امیر مقرر کر دیا۔ انہوں نے اپنی ذاتی استعداد اور حسن لیاقت سے ایسے لشکر کو ترتیب دیا۔ اسکے بعد آتش حرب مشتعل ہوئی اور فریقین نے بڑی سختی سے مقابلہ کیا۔ قریش نے ثابت قدمی اور شجاعت کا وہ ثبوت دیا کہ امید سے بڑھکر تھا یا نہیں

ہمارے اس قول کا اچھی طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ جس طرح مہاجرین و انصار کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے زمانہ میں سابقیت او فوقیت تھی۔ اسی طرح عامہ قریش کو بعد آنحضرت کے یہ فوقیت حاصل ہوئی اور اُنسے دین کو تقویت ہوئی۔ بعد سخت کشت و خون کے رومی دبنے لگے اور قریش کی تلوار کی تاب نہ کر سکے میدان کارزار کو مقتولین سے بھرا چھوڑ کر بھاگ نکلے۔ مسلمانوں میں قریب تین ہزار مقتول و مجروح ہوئے انمیں مہاجرین و سرداران قریش کی بڑی جماعت تھی۔ عکرمہ ابن ابی جہل اور انکا بیٹا عمرو اور سعید بن الحرث ابن قیس جو سابقین اہل اسلام اور مہاجرین حبشہ سے تھے شہید ہوئے رضی اللہ عنہم اجمعین غرضکہ یرموک کا معرکہ خواہ پہلا معرکہ ہو یا آخر کا اپنے سلطنت روم کے اثر و اقتدار کو شام سے اٹھا دیا اور عرب کے قدم جما دئے اور پھر رومی نہ جم سکے۔ مسلمانوں کے مقتولین و مجروحین پر نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ایک انمیں سے میدان جنگ کے ہیرو تھے اور یہ عز و شرف ازل سے انہیں لوگوں کے نام لکھا گیا تھا کہ روم کی طاقت کو توڑ کر بلاد شام کی فتح کا راستہ صاف کر دیں اور اہل شام کے اسلام لانے کا سبب ہوں۔

ان لوگوں سے جو کچھ شجاعت و جوانمردی یرموک میں ظاہر ہوئی چنداں قابل تعجب نہیں کیونکہ یہ عرب کے سردار صاحب حمیت و غیرت تھے جو کچھ کرتے تھوڑا تھا۔ تعجب تو یہ ہے کہ قریش باوجود اپنی قدیم بدویت و وحشت اور شہری آبادی سے تنفر کے آنحضرت کے بعد ہی اس کام کے واسطے اٹھ کھڑے ہوئے اور روم و فارس کی دیرینہ سیاست و حکومت کو ایکدم میں پلٹ دیا اور سیاست و تمدن کے وہ جوہر دکھائے کہ عالم انگشت بدندان رہ گیا۔ یہ دیکھکر بے اختیار کہنا پڑتا ہے کہ نور اسلام نے انکے دل و دماغ کو منور اور جہالت کی تاریکیوں کو انکے سر سے دور کر دیا تھا۔ اور وہ جان گئے تھے کہ دین و دنیا میں منافات نہیں دونو شاہراہیں انکے سامنے کھل گئی تھیں مردانہ وار قدم بڑھا کر دونو منزلیں انہوں نے طے کیں اور دنیا کو دکھا دیا کہ یوں دین و دنیا میں ایک ساتھ کمال حاصل کرتے اور فلاح دارین کے مالک بنتے ہیں۔ خدا رحم کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے تیری راہ میں جہاد کیا اور تیرے دین کو تیرے بندوں میں پھیلایا۔ آمین۔

نامآوروں میں سے ابوسفیان ابن حرب۔ خالد ابن ولید۔ سمط ابن اسود کندی۔ عکرمہ ابن ابی جہل نے اس معرکہ میں وہ داد جوانمردی دی کہ باید و شاید۔ ابوسفیان کی آنکھیں پھوٹ گئیں جس وقت کہ لڑائی بہت شدت سے ہو رہی تھی اور رومی بلہ کرکے خالد ابن ولید کے خیمہ تک پہنچ چکے تھے عکرمہ ابن ابی جہل نے اس کشمکش کو دیکھکر مسلمانوں کو جوش اور ہمت

دلانے کے واسطے کہا میں نے آنحضرت کے ساتھ جنگ کی ہے کیا آج میدان چھوڑ کر بھاگ جاؤنگا۔ کون ہے جو میرے ساتھ لڑنے مرنے پر عہد کرتا ہے۔ اس آواز کو سنتے ہی حرث ابن ہشام۔ ضرار بن ازور نے چار سو بہادروں کے ساتھ عہد کیا اور قضائے مبرم کی طرح رومیوں کے سر پر جا پڑے اور ایسی جانبازی سے لڑے کہ اکثر زخموں سے چور چور ہو گئے۔ اکثر وہیں شہید ہوئے۔ عکرمہ ابن ابی جہل اور اسکا لڑکا عمرو زخموں سے چور چور۔ دوسرے دن خالد کے پاس لائے گئے آپ نے دونوں کے سر کو زانو پر رکھکر حلق میں پانی ٹپکانا شروع کیا اور کہنے لگے کہ ابن ختمہ (عمر) تم خیال کرتے ہو گے کہ ہم شہادت نہیں چاہتے۔ خدا رحم کرے اُن لوگوں پر جنہوں نے دنیا کی لذتوں اور مال و دولت سیادت و عزت عیش و آرام بال بچے سب کچھ دین کی حمایت۔ اسلام کی عزت۔ شوق شہادت۔ دشمن کے مغلوب کرنے کے لئے چھوڑ دئے۔ جسطرح اس جنگ میں مردوں کو سختیوں اور مصائب کا سامنا کرنا پڑا اسی طرح عورتوں نے بھی اسمیں پورا حصہ لیا۔ انہوں نے وہ شجاعت و دلیری ظاہر کی کہ مرد سبق لیں۔ خیموں کی چوبیں لیکر کھڑی ہو گئیں جب کوئی دشمن اسطرف آتا کہ ان لکڑیوں سے مار مار کر بھیڑ بکریوں کی طرح بھگا دیتی تھیں۔ اسطرح پیچھے پڑتی تھیں کہ دشمنوں کے چھکے چھوٹ جاتے تھے ادھر سے فرصت پاتیں تو حامیان اسلام طالبان شہادت کو رجز سنا سنا کر اُنکے دلوں کو قوی اور مرنے پر آمادہ کرتی تھیں۔

عورتیں دشمنوں سے مقابلہ کرنے میں مسلمانوں کو لڑنے پر اُبھارتیں۔ جب کوئی زخمی ہو جاتا اسکا علاج کرتیں اگر لڑکا شہید ہوتا خاوند کو لڑائی پر بھیج دیتیں یا اُسکے بھائی کو دیکھکر دل بہلاتیں اور مرے ہوئے پر واویلا نہ مچاتیں۔

مسلمان ان سختیوں میں مبتلا تھے کہ محمد ابن زنیم مدینہ منورہ سے حضرت ابوبکرؓ کی وفات اور بجائے خالد بن ولید کے ابو عبیدہ بن جرح کی تقرری کا حکم لایا۔ لیکن لڑائی ختم ہونے تک اس خبر کو چھپائے رکھا۔

مورخوں نے اختلاف کیا ہے کہ یہ خبر یرموک میں پہنچی ہو یا دمشق میں جیسا کہ یرموک کی جنگ میں اختلاف ہے کہ آیا پہلی تھی یا آخری۔ حق یہ ہے کہ مسلمان فتح کرتے ہوئے جنوبی شام اور شمال میں حمص تک چلے گئے تھے جب رومیوں نے بہت لشکر جمع کیا اور مسلمانوں کو متفرق لڑنا مصلحت نہ معلوم ہوا یرموک میں سب جمع ہوئے اور مفتوحہ شہروں کی محافظت چھوڑ دی۔ اسی وجہ سے بعض مورخوں نے پہلی فتوحات کو کالعدم قرار دیکر یرموک سے فتوحات

کا سلسلہ قائم کیا بعض لوگ اس نکتہ کو نہ سمجھ سکے اور جو جیسے جی میں آیا لکھ گیا بہر حال حقیقی فتح اور اصلی کامیابی حضرت عمرؓ کے زمانہ خلافت میں ہوئی لیکن فضل و سبقت حضرت ابو بکر کو ہے کہ انہوں نے یرموک میں ایسا عمدہ لشکر جمع کیا۔ خالد کی معزولی کی نسبت قول فیصل یہ ہے کہ دمشق میں حکم موصول ہوا جیسا کہ خالد کے حالات میں بیان کیا جائیگا۔

اخلاق ولیاقت صدیق اکبر

حضرت ابو بکر کی بہترین تعریف جس سے آپ کے فضائل و اخلاق کا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر جائے اور تفصیل مزید کی احتیاج باقی نہ رہے بی بی عائشہ کا خطبہ ہے جسمیں آنجناب نے اپنے والد بزرگوار کے تمام اوصاف و محامد کو بالاجمال بیان کیا ہے کسی کی طاقت نہیں کہ اس سے کچھ زیادہ بیان کر سکے جس کسی نے حضرت صدیق اکبر کے اوصاف بیان کئے اسی خطبے کے کسی حصہ یا عبارت کی شرح ہے یا اسکا خلاصہ ہے یہ خطبہ بی بی عائشہ نے اسوقت بیان کیا تھا کہ سنا کہ کچھ لوگ آپکے والد ماجد کے بارے میں بیجا سلوک کر رہے ہیں آپ نے انہیں لوگوں کو بلا کر انکے سامنے یہ خطبہ بیان کیا۔

واللہ میرے باپ کو کوئی بلند سے بلند ہاتھ نہیں چھو سکتا اور اسکے مرتبہ کو نہیں پہنچ سکتا۔ وہ بلند و مستحکم قلعہ اور دراز سایہ تھا۔ اسنے حاجت روائی کی جب تم محتاج ہوئے۔ وہ آگے بڑھا جب تم سست ہوئے جیسے شریف النفس اور عمدہ گھوڑا سبقت لیجاتا ہے جبکہ دوڑتے دوڑتے دیر ہو چکی ہو اور اسکے ساتھ والے سست ہو گئے ہوں۔ وہ بچپن جوانی اور بڑھاپے میں قریش کا نام آور مرد تھا محتاجوں کی دستگیری کرتا۔ اور اسکے قیدیوں کو چھڑاتا تھا۔ انکی شکستگی کو جوڑتا۔ اور انکی پراگندگی کو جمعیت سے بدلتا یہاں تک کہ عزیز القلوب تھے۔ اور لوگوں نے اسکے دین کی طرف گردنیں بلند کیں۔ ہمیشہ مشغول خدا رہا۔ اسنے مسجد کو گھر بنایا۔ اور باطل پرستوں نے جو دین کی باتیں ملیامیٹ کیں اسنے قائم و زندہ کیں۔ وہ خوف خدا میں آٹھ آٹھ آنسو روتا تھا۔ اسکی پسلیاں پھڑکتی رہتی تھیں سینہ میں درد مند دل رکھتا تھا۔ مکہ کی عورتیں اور بچے اسی پر تالیاں بجاتے اور اسکا تمسخر کرتے تھے لیکن درحقیقت خدا خود انسے ٹھٹھا کرتا تھا اور انہیں چھوڑ دیا تھا کہ اندھوں کی طرح ٹکراتے پھریں اسکے ایمان لانے قریش کو کینہ پر آمادہ کر دیا اور سب نے اسکی طرف کمانیں سیدھی کر لیں اور تیر جوڑ لئے اور اسکو نشانہ بنایا۔ لیکن اسکو نرم نہ کر سکے۔ اور نہ اسکو موم بنا سکے۔ وہ اپنے وتیرہ پر قائم رہا۔ یہاں تک کہ

دین کا جھنڈا اُگڑ گیا - اور پورا استحکام مل گیا - اور ہر فرقہ اور قبیلہ کے لوگ اُسمیں اِدھر اُدھر سے آ آ کر فوج فوج داخل ہونے لگے - اللہ نے بھی اپنے رسول کے لئے اُسی کا مال پسند و انتخاب کیا - اور جب رسول اللہ کی وفات ہوئی - اور سلطان نے لوگوں کے دلوں پر اپنے تنبو تان لئے - اور طنابیں مضبوط کر لیں اور اپنی تمام فوج لیکر مسلمانوں پر حملہ کیا اور اسلام مضرب الحال ہوا اور بنی بات بگڑنے لگی - مسلمانوں میں فساد برپا ہوا لوگ مرتد ہونے لگے اور بدنیتوں نے طمع پر کمر باندھی - اور قیامت کا خوف انکے دل سے نکل گیا - اور میں اور صدیق اکبر آنکے پیچھے پیچھے تھے - یکایک صدیق اکبر میرا باپ برہنہ پا کمر کھڑا ہوا اور اُسنے سمٹے ہوئے دین کو پھیلا دیا - اُسکی پراگندگی کو جمعیت سے بدلا - اُسکی کجی کو سیدھا کیا - نفاق کو بھگایا - اور دین کو قائم کیا - اور جب کہ حق نے اپنے اس میں آرام پایا اور سر سانوں پر ٹھہر گئے اور خون اپنی کھالوں میں بہتے بہتے محفوظ ہو گیا - اور میرے باپ کو موت آئی تو اُسکے مرنے سے جو رخنہ پیدا ہوا تھا تو اُسکو اُس جیسے رحمدل اور اس جیسے سیرت و عدالت والے عمرؓ بن الخطاب نے بند کیا - میرا باپ اپنے سے یگانہ پیدا ہوا ہے جسنے کافروں کو پامال کیا - شرک کو پارہ پارہ کر دیا - زمین کو مصفےٰ کیا - بہاؤں نے بھی اپنے بھائی کی چیزیں اُکھاڑ دیں اور اپنے چھپے ہوئے خزانے اُگل دئے - دنیا اُسکے سامنے آئی تھی اور وہ اُس سے اعراض کرتا تھا - پھر اُسنے فی کی آمدنی کو مسلمانوں میں تقسیم کیا - اور رسول اللہؐ کے عہد کے موافق چھوڑ کر مرا - اب تم مجھے بتاؤ کہ تم اُسمیں کیا بُرائی دیکھتے ہو - اور کون سے دن کی وجہ سے میرے باپ کو بُرا کہتے ہو - آیا اُس دن کی وجہ سے جس میں اُسنے تم میں عدل قائم کیا - یا اس دن کی وجہ سے کہ تمہاری بھلائی کے لئے یہ کہتا ہوا چل بسا - اقول قولی ہذا و استغفر اللہ لی ولکم - ۵۱

سیاست صدیق بعہد خلافت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جو مشکلات حضرت ابوبکر کو پیش آئیں کسی کو پیش نہیں آئیں کیونکہ آنحضرتؐ جبتک حیات تھے قرآن و معجزات سے عرب کی تسلی کرتے اُن کی دلی باتوں اور باہمی مشوروں کو وحی کے ذریعہ معلوم کر لیتے تھے - باوجود ان خصوصیات کے بھی آپ کو وہ وہ مصیبتیں پیش آئیں اور ایسی ایسی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا جس کا کسی نبی کو اپنی قوم سے

۵۱ ہمنے یہ خطبہ نہایۃ الارب المختار سے لیا ہے ابن عبداللہ نے بھی عقد الفرید میں لکھا ہے لیکن ناسخوں کے ہاتھ سے وہ بہت مسخ ہو گیا ہے اور بعض جملے ایک دوسرے سے نہیں ملتے - مگر یہ خطبہ ہمنے پورے ضبط و احتیاط کے ساتھ نقل کیا ہے جو صحت سے اقرب ہے -

نہ کرنا پڑا تھا جب حضرت ابوبکر خلیفہ ہوئے عرب کے ارتداد نے مسلمانوں کے ارادے پست اور ہمتیں توڑ دیں مگر آپ نہ مایوس ہوئے اور اپنی عقل سلیم سے مشورہ لینے لگے کہ اب تو وحی اور معجزات کا سلسلہ بند ہو گیا اور عرب بالکل اجڈ اور اکھڑ ہیں۔ یہ باتوں میں آنے کے نہیں۔ انمیں بجز ظاہری اور حسی امور کے اور کسی شے کا اثر نہ ہوگا لہذا نرم کلامی یا جھڑکنے کا نتیجہ معلوم اور نہ یہ اسطرح قابو میں آئینگے یہ خیال کر کے آپنے انکے مطیع کرنے اور انکی سرکشی مٹانے کے لئے قوت و زور سے بڑھکر اور کوئی علاج نہ پایا۔ آپنے سوچکر دلمیں ٹھان لی کہ جہاد کرنا چاہیئے۔ بیشک یہ رائے حق و قرین صواب تھی اسمیں کامیابی تھی۔ ۔ ۔ ۔ ۔ چنانچہ آپ کی رائے کی بعد میں تمام صحابہ نے تائید کی اور اسمیں اسلام و مسلمانوں کی سلامتی اور شرک وجہالت بدعت سے نجات اور دشمنوں پر غلبہ متصور تھا۔ اسی وجہ سے ابوہریرہ نے فرمایا کہ بخدا اگر ابوبکر خلیفہ نہوتے خدا کی عبادت نہوتی آپ نے اس فقرہ کو تین بار فرمایا۔ لوگوں نے کہا چپ رہو آپ نے اسکے جواب میں آپکی وہ مشکلات جو ابتداء خلافت میں درپیش تھیں انکو اور اسامہ کے لشکر کی روانگی اور اہل ردت کا جہاد وغیرہ ذکر کیا اور لوگوں کو ماننا پڑا کہ آپ ٹھیک کہتے ہیں۔

آپ کا اسامہ کے لشکر کو روانہ کرنا آپکے دوربین ہونے اور سیاسی امور کے کماحقہ سمجھنے کی کافی دلیل ہے اس سے عرب پر مسلمانوں کی قوت کا ظہور ہو گیا۔ اور آپکے اس خطبہ نے جسکو مرتدین کی بابت بیان کیا تمام عرب میں ایک کھلبلی ڈالدی اور تذبذب عام ہو گیا۔ وہ ابھی تذبذب اور باہمی انکار و اقرار ہی میں تھے کہ اسلامی لشکر نے انکو جہاں تہاں جا گھیرا اور متفق نہوتے دیا نتیجہ یہ ہوا کہ تھوڑے دنوں میں پھر اسلام کی طرف لوٹ آئے اور اپنی جہالت و ضد کو چھوڑ دیا اور اسلام کا سکہ اعراب پر جم گیا۔ شیطان ناکام و بے مرام ہوکر بھاگ نکلا اور جان گیا کہ بت پرستی کی جڑ اکھڑ گئی ہے اب اسکا برو ئے کار آنا محال ہے۔ آپ کے حسن سیاست کی ایک دلیل یہ ہے کہ جب آپ نے دیکھا کہ عرب اسلام کے مقابلہ میں پست و عاجز ہو گئے اور طوعًا و کرہًا سب اسی کا دم بھرنے لگے اور حلقہ بگوش ہوکر اپنی شدت و سختی موقوف کر دی۔ عرب کے سرداروں سے عہد و پیمان لیکر رہا کر دیا تاکہ یہ لوگ دل سے اسلام کے شیدا ہو کر وقت پر اسلامی خدمت بجالائیں جب ضبط ابن اسود کندی جو کندہ کا سردار تھا اور عمرو بن معدیکرب و اشعث ابن قیس جیسے سردار پابزنجیر حاضر کئے گئے آپنے انکے جرموں کو معاف کر دیا اور انکے دلوں کو خوش کر کے گرویدہ احسان بنالیا۔ اس احسان اور درگذر کا نتیجہ یہ ہوا کہ فتوحات اسلام میں یہ لوگ اسلام کے دست و بازو تھے اور ایسی

نصرت وجانفروشی کی جیسی کہ چاہیئے تھی۔

ایک اور دلیل انکے فہم وفراست کی یہ ہے کہ آپنے خالد بن ولید کی لغزش جو مالک بن نویرہ کے معاملہ میں ہوئی تھی معاف کردی۔حضرت عمرؓ تعزیر پر بہت مصر تھے اور زور سے کہتے تھے کہ خالد کی تلوار نے ناحق خون بہایا۔آپ نے جواب دیا کہ خالد نے اجتہادی غلطی کی ہے ملامت نکرو میں اس تلوار کو ملامت نہیں کرتا جسکو خدا نے اعدائے اسلام کا سر قلم کرنے کے لئے تو دخالد کیطرف سے مالک کی دیت ادا کردی اور انکو بلاکر فہمائش کرکے انکا عذر قبول کرلیا۔

خالدؓ بڑے جتھے والے ہر دلعزیز معاملات جنگ میں صاحب الرائے تھے۔تائیدربانی انکے شریک حال رہتی تھی۔حضرت ابوبکرؓ نے ان صفات حسنہ کو مدنظر رکھ کر خیال کیا کہ ایسے شخص کو ضائع کرنا بہت بڑے نقصان کی بات ہے۔پہلے سے آپکے دلمیں فارس وروم کو خالد کی ماتحتی میں لشکر بھیجنا دور دراز ممالک میں آپکے ذریعہ سے اسلام پھیلانا جما ہوا تھا کیونکہ جو شجاعت وصائب الرائی۔توفیق الہی انکے شامل حال تھی وہ کسی اور میں نظر نہیں آتی تھی۔ان خیالات کی وجہ سے آپنے صرف سرزنش کرنے پر اکتفا کیا۔آپ جانتے تھے اگرچہ یہ لغزش ہوئی ہے مگر ایسے شخص کو تنبیہ کردینا آیندہ کے واسطے کافی ہے۔

ظاہر ہے کہ خالد کے ہاتھوں دشمنوں کو کیا کیا زکین نہ پہنچیں اور شام وعراق میں کیا کچھ اسلام کو عروج وفتوحات حاصل نہ ہوئیں۔یہ سب ابوبکرؓ کی درگذر اور ایسے بہادر باتدبیر کے مامور کرنے کا نتیجہ تھا۔رضی اللہ تعالی عنہم اجمعین۔

آپ کی حسن تدبیر پر اس سے بڑھکر اور کیا شہادت ہوگی۔بنی ہاشم وغیرہ کو جو آپکی بیعت سے رکے ہوئے تھے نہایت نرمی وخوش اخلاقی۔شیریں کلامی سے اسطرف مائل کرلیا کبھی قوت وزور اور خلافت وحکومت کا دباو نہ ڈالا کیونکہ مسلمان اسوقت بہت تنگ اور پرخطر مقام پر کھڑے ہوئے تھے لوگوں کی گردنیں خلاف کی طرف بلند ہورہی تھیں۔ردت کا فساد زوروں پر تھا۔منافقین گھات میں لگے ہوئے تھے کہ کسی طرح فساد وپھوٹ پڑے۔غرضکہ مسلمانوں کو اسوقت ہر طرف سے مصائب کے تلاطم کا سامنا تھا۔ایسے نازک وقت میں جسقدر صبر وعزیمت دوراندیشی وانجام بینی کی ضرورت ہے پوشیدہ نہیں۔آپ نے حسن تدبیر اور خداداد فراست سے ان دلبادل مصائب کا مقابلہ کرکے چند دنوں میں مطلع صاف کردیا اور امن وامان کی شاہراہیں کھول دیں۔تمام امور آپکی مرضی کے موافق پورے ہوئے اور جیسا چاہیئے اس سے کہیں بڑھکر آپ نے اپنے زمانہ کی خلافت کو بہزار حسن وخوبی انجام دیا عالم نے

عبد الرحمن ابن عوف سے یہ روایت کی ہے جس سے آپکے قول وفعل میں اخلاص کا کافی ثبوت ملتا ہے اور معلوم ہوتا ہے آپ کا خلافت قبول کرنا صرف اسلئے تھا مسلمانوں میں فتنہ وفساد نہ پڑے اور اسلام ورپیش خطرات سے بچ جائے۔ روایت کے الفاظ یہ ہیں (واللہ ماکنت حریصا علی الامارۃ یوما ولا لیلۃ قسط ولا کنت راغبا فیہا ولا سالتہا اللہ فی سر ولا علانیۃ ولکنی اشفقت من الفتنۃ۔ ومالی فی الامارۃ من راحۃ لقد قلدت امرا عظیما مالی بہ من طاقۃ ولا ید الا بتقویۃ اللہ تعالےٰ) بخدا میں نے حکومت کی کبھی خواہش نہیں کی اور نہ مجکو اسکی رغبت تھی اور نہ ظاہر میں نہ باطن میں میں نے اسکی خدا سے خواہش کی لیکن میں فتنہ سے ڈرا۔ مجکو امارت میں کوئی آرام نہیں۔ میری گردن میں ایک لمبا بھاری پٹہ ڈال دیا گیا جسکی برداشت کی مجھ میں خدا کی مدد کے بغیر طاقت نہیں ہے۔ اسکے جواب میں حضرت علیؓ وزبیرؓ نے فرمایا کہ ہمکو صرف اتنی بات پر ملال ہے کہ ہم سے بات تک نہ پوچھی گئی اور یہ کام ہو گیا ہم یقین رکھتے ہیں کہ ابوبکرؓ تمام لوگوں سے خلافت کے زیادہ مستحق ہیں۔ وہ ثانی اثنین اور یار غار ہیں ہم انکے شرف ومرتبہ سے بخوبی آگاہ ہیں۔ رسولؐ خدا نے اپنی زندگی ہی میں انکو امام مقرر کر دیا تھا۔

ایران قوم کو مہم پر بھیجنے کے وقت جو نصائح آپ کرتے رہے اُسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کیسے اعلیٰ مدبر اور سیاست فہم تھے اُن نصیحتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ زبردستوں سے نرمی برتنا رعایا کی دلداری کرنا۔ اور اُسکو آزر دہ نکرنا۔ انسانیت کے دامن پر دھبہ لگانے والے امور سے بچنا اور آبادی کو ویران نہ کرنا۔ اِس اعلیٰ تعلیم اور ان عادلانہ احکام کا یہ نتیجہ ہوا کہ حاکم ومحکوم میں تعلقات مستحکم ہو گئے۔ اسلام کی روشنی نے عالم کو منور کر دیا۔ دشمن دوست نافرمان مطیع ہو گئے۔ فارس وروم کا دستور تھا جب کسی شہر پر غلبہ پاتے اُسکو تباہ وپامال کر ڈالتے۔ دشمن کی ناک کان کاٹتے اُنکے حقوق غصب کر لیتے۔ اسلام نے ایک ہاتھ میں مشعل ہدایت لیکر لوگوں کو ظلمت سے نور کیطرف بلایا۔ دوسرے ہاتھ سے ان کی وحشیانہ حرکتوں کو مٹا کر امن وامان کا جھنڈا بلند کیا۔ رومیوں کی یہ بھی عادت تھی کہ جب دشمن پر فتح پاتے سر کاٹ کر بادشاہ کی خدمت میں بطور بشارت فتح پیش کرتے۔ مسلمانوں نے یہ حرکت دیکھکر کہا کہ انسے بھی سلوک کرنا چاہئے۔ عمرو بن العاص شرحبیل ابن حسنہ نے بنان کے سر کو جو شام کا بطریق تھا عقبہ بن عامر کے ساتھ ابوبکر صدیقؓ کی خدمت میں بھیجا۔ جب عقبہ پہنچے آپ ناراض ہوئے عقبہ نے جواب دیا کہ یہ لوگ ہمارے ساتھ بھی تو ایسا ہی کرتے ہیں۔ آپنے جواب دیا کیا ہم فارس وروم کے طریقہ کی پیروی کرینگے آیندہ کبھی سر نہ بھیجنا صرف لکھنا کافی ہے۔ بخدا تمدن اُس خرافات کا نام نہیں جس کو مغرب

تمدن کہتا ہے۔ ہاں وہ زبان سے تمدن کی عمارت کھڑی کرتا ہے لیکن اعمال سے اُس عمارت کو منہدم کرتا ہے مغربی جب کسی کمزور پر قابو پاتے ہیں جامۂ انسانیت سے باہر ہو جاتے ہیں پھر نہ خیر کی پرواہ کرتے نہ شر کی نہ عدل کی نہ ظلم کی۔ سیکڑوں[۵۱] آدمیوں کو بھیڑ بکریوں کی طرح ہکا کر غاروں میں بند کرتے ہیں اور پھر لکڑیاں چُن کر آگ لگا دیتے ہیں تاکہ اندر ہی اندر گھٹ کر مر جائیں اسی کو تمدن جدید کہتے ہیں اور بڑا فخر و ناز کرتے ہیں۔ یا لوگوں[۵۲] کو قطار قطار کھڑا کرکے ایکدم بارود سے اڑا دیتے۔ یا عبادت[۵۳] خانوں میں کتے گھوڑے باندھتے اور گرد و نواح کے آدمیوں کو پکڑ کر موت کے گھاٹ اُتارتے ہیں حقیقی تمدن وہ ہے جو خدا نے اپنے کلام پاک میں بتایا۔ اسکے نیک بندوں نے اسپر عمل کرکے دکھایا جو خدا پر ایمان رکھتے۔ رسول کو احکام مانتے۔ رضاء رسول میں دن رات لگے رہتے تھے نہ دن کو آرام سے بیٹھتے نہ رات چین سے سوتے نہ کسی پر ظلم کرتے نہ کسی کا ظلم سہتے عدل کرتے اور اسی پر قائم رہے تھے۔ اسلام نے مسلمانوں کو بُری عادتوں اور کمینہ خصلتوں سے منع کرکے انہیں عدل و انصاف کے سانچے میں ڈھال کر مجسم رحم بنا دیا تھا جب تک خلفاء راشدین کا زمانہ رہا خصوصًا ابوبکرؓ و عمرؓ کا وہ بت پرستوں اور رومیوں کی کمینہ خصلتوں سے مسلمانوں کو بچاتے اور اسلام کی سد سکندری کو انکے سامنے استوار کرتے رہے جب ممالک فتح ہوئے۔ اسلام کا دائرہ وسیع ہوا عربی عجمی رومی ترکی آپسمیں ملے۔ خلفا ضعیف التدبیر ہوئے اور دنیاوی لذتوں میں پڑکر اپنی مجلسوں کو علما و حکما سے خالی کر لیا مسلمان بھی بے مہار ہو گئے نتیجہ یہ ہوا کہ جہالت و عجمیت نے مسلمانوں کے دلوں پر اثر ڈالا اور چاروں طرف سے مصائب نے آگھیرا ان مصائب کے بیان کرنے کا موقع نہیں ہاں بعض بعض واقعات ذکر اس کتاب میں کہیں کہیں آ جائیگا۔ امام بخاری نے قیس ابن حازم سے روایت کی ہے کہ قبیلہ احمس کی ایک عورت زینب نامے پر آپ کا گذر ہوا دیکھا کہ وہ بات ہی نہیں کرتی۔ دریافت سے معلوم ہوا کہ حج میں نیت کی ہے کہ بات نہ کریگی۔ آپ نے کہا کہ بات کرو ایسی نیت درست نہیں۔ یہ جاہلیت کا دستور ہے اسنے پوچھا تم کون ہو آپ نے جواب دیا مہاجر اسنے پوچھا کون سے مہاجر آپ نے فرمایا قریش اسنے کہا کون قریش آپ نے جواب دیا تو بہت پوچھنے والی ہے میں ابوبکر ہوں اسنے پوچھا کب تک

۵۱ جیسا کہ فرانسیسیوں نے مسلمانان الجیریا کے ساتھ کیا۔

۵۲ غدر کے بعد ہندوستان والوں کے ساتھ یہی سلوک کیا گیا۔

۵۳ دول یورپ کی فوجوں نے چین میں ایسا ہی کیا تھا۔

ہم اس خیر و بہبودی پر رہینگے جو جاہلیت کے بعد میسر ہوئی ہے۔ کہا جبتک تمہارے امام درست رہینگے
اُسنے پوچھا امام کون ہے۔ آپ نے جواب دیا کہ کیا تمہاری قوموں میں پہلے سردار نہیں ہوا کرتے تھے
جنکی باتوں کو تم مانا کرتے تھے۔ کہا ہاں۔ آپ نے فرمایا وہی سردار امام ہیں۔
کیا خوب فرمایا سرداروں ہی کے بگڑنے سے قوم بگڑتی اور اُنکے سنورنے ہی سے قوم سنورتی ہے (ربنا اطعنا سادتنا وکبراءنا فاضلونا السبیل) اے پروردگار ہمارے ہمنے اپنے بڑوں اور سرداروں کا حکم مانا اور اُنہوں نے ہم کو گمراہ کر دیا۔

رعایا اور صدیق اکبرؓ

آپ سیاست میں بڑے پکے تھے مگر نہ سختی کرتے اور نہ نرمی مجرم کی سزا میں جلدی نہ فرماتے بجز قصاص واجب کے اگر کوئی عامل سختی کرتا اُسپر مواخذہ کرتے اور نرمی اور بردباری کا حکم فرماتے۔
سیوطی نے بیان کیا ہے مہاجر ابن امیہ کے پاس دو گانے والی عورتوں کا مقدمہ پیش ہوا ایک نے آنحضرتؐ کو گالیاں دی تھیں۔ دوسری نے مسلمانوں کی ہجو کی تھی۔ آپنے دونو کے ہاتھ کٹوا دئے اور آگے کے دانت اکھڑوا ڈالے۔ یہ معاملہ ابوبکر کی خدمت میں پیش ہوا آپنے مہاجر ابن امیہ کو لکھا۔ مجھکو معلوم ہوا کہ تمنے آنحضرتؐ کی گالی دینے والی کے ساتھ کیا کیا اگر تم سزا نہ دیچکے ہوتے تو میں قتل کا حکم دیتا کیونکہ انبیا کی حد دوسروں کے برابر نہیں۔ اگر کسی مسلمان سے ایسا فعل سرزد ہو وہ مرتد ہے اور اگر کسی ذمی سے ہو وہ دغاباز حربی ہے۔ لیکن جسنے مسلمانوں کی ہجو کی اگر وہ مسلمان ہے۔ اُسکو تعزیر کرنا چاہئے نہ مثلہ اور اگر ذمیہ ہے تو جب شرک جو تمام گناہوں میں بڑا ہے اور اُس سے درگذر کی تو ہجو سے بدرجہ اولیٰ درگذر کرنی چاہئے تھی سکون اختیار کرو اور مثلہ کرنے سے پرہیز کیونکہ یہ گناہ اور نفرت کا سبب ہے۔ ہاں قصاص لینے میں باک نہ کرو۔
آپ مسلمانوں کو ایسے فساد میں پڑنے سے منع کرتے تھے جسمیں خون خرابی تک نوبت پہنچے اور غنیمت میں دیانت اور گذارے کے لائق لینے کا حکم فرماتے تاکہ فارس و روم کے مالامال خزانے دیکھکر لالچ نہ پیدا ہو اور حرص میں آکر ناکردنی نہ کر بیٹھیں اور ناز و نعمت میں پڑکر اسلام کی دعوت اور ہدایت سے دست بردار نہ ہو جائیں۔
احمد نے سلمان سے زہد کے متعلق روایت بیان کی کہ میں ابوبکر کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ آپ مجکو نصیحت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا اے سلمان خدا سے ڈرو جانو کہ آیندہ فتوحات ہونگی

مجھے معلوم نہیں کہ تمہارا حصہ اسمیں وہ ہوگا جو تمنے اپنے پیٹ میں ڈال لیا یا جو بیٹھ پیچھے چھوڑا یاد رکھو جو پانچوں وقت کی نماز پڑھتا ہے خدا کی ذمہ داری اور امان میں آجاتا ہے سو تم کسی اللہ کے ذمہ آئے کو نہ مارنا ورنہ خدا ذمہ توڑنے کی وجہ سے تمکو آگ میں ڈال دیگا۔

ادب وتادیب

ادب کے سچے مصداق صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین ہی ہیں جو آنحضرتؐ کے رنگ میں رنگے ہوئے اور بہترین امت تھے اور ہدایت مجسم تھے اور بہترین نمونہ تھے کہ جنکی مسلمان پیروی کریں ابوبکر کا تو کہنا ہی کیا یہ تو ابتداء سے انتہا تک برابر ساتھ رہے۔

ابن ابی حاتم نے عامر بن عبداللہ بن زبیر سے روایت کی ہے کہ جب آیہ پاک (ولو انا کتبنا علیھم ان اقتلوا انفسکم) نازل ہوئی حضرت ابوبکر نے فرمایا کہ اگر مجکو فرماتے کہ آپنے آپکو مار ڈالو میں تو مار ڈالتا آنحضرتؐ نے فرمایا سچ کہا۔

امام احمد نے جناب عائشہؓ سے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا میں نے والد کی جانکنی کی حالت میں یہ شعر پڑھا ؎ وابیض یستسقی الغمام بوجھہ + ثمال الیتامی عصمۃ للارامل + حضرت ابوبکر نے فرمایا یہ صفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تھی۔

ادبہ مع نفسہ

ابن عساکر نے اصمعی سے بیان کیا کہ ابوبکر کی جب تعریف کی جاتی فرماتے اے اللہ تو میری حالت کو انسے زیادہ جاننے والا ہے اے اللہ مجکو انکے گمان سے زیادہ اچھا کردے اور جو کچھ یہ نہیں جانتے اسے معاف کردے اور کہے کا مجھسے مواخذہ نہ رکھ۔

تادیبہ لنفسہ

احمد نے ربیعہ اسلمی سے روایت کی کہ ربیعہ نے کہا کہ میں اور ابوبکر دونو باتیں کر رہے تھے اثنائے گفتگو میں ابوبکر کے منہ سے ایک ایسی بات نکل گئی کہ مجکو ناگوار معلوم ہوئی وہ اسپر نادم ہوئے اور مجھسے کہنے لگے کہ مجھے بھی ایسے ہی کہہ لو میں نے کہا میں تو آپکو ایسا نہیں کہونگا انہوں نے کہا اگر نہ کہوگے میں رسول خدا کے پاس لیجاؤنگا۔ میں نے پھر وہی جواب دیا آپ اٹھے اور پیغمبر خدا

کے پاس چلے۔ میری قوم کے چند لوگ میرے پاس جمع ہوگئے اور کہنے لگے خدا ابوبکر پر رحمت کرے وہ کس بات کی فریاد کرنے گئے ہیں خود ہی بیداد اور خود ہی فریاد۔ میں نے اپنی قوم سے کہا کہ تم جانتے ہو یہ کون ہیں۔ یہ یار غار ہیں۔ مسلمانوں میں بڑے بوڑھے۔ تم لوگ چلے جاؤ کہیں ایسا نہو کہ وہ دیکھ لیں کہ تملوگ میری مدد کو جمع ہوئے ہو اس سے ناخوش ہوکر رسول خدا کی خدمت میں حاضر ہوں انکی ناراضی سے رسول خدا بھی ناراض ہو جائینگے اور دونو کی ناراضی سے خدا بھی ناراض ہو جائیگا اور میں ہلاک ہونگا۔ ابوبکرؓ آگے آگے میں تنہا انکے پیچھے رسولؐ خدا کے پاس گئے جب وہاں پہنچے۔ ابوبکرؓ نے سارا قصہ سنایا قصہ سننے کے بعد آنحضرتؐ نے میری طرف سر اٹھا کر کہا کہ تمہارا اور صدیق کا کیا معاملہ ہے میں نے کہا یا رسول اللہ یوں ہی باتیں کر رہے تھے انکے منہ سے ایک ایسی بات نکلی جسکو میں نے ناپسند کیا۔ انہوں نے کہا مجھے کہہ لو میں نے انکار کیا۔ آنحضرتؐ نے جواب دیا اچھا کیا انکو الٹ کے نہ کہا۔ یہ کہو خدا معاف کرے۔

سبحان اللہ کیا پاک نفس تھا کہ ایک کلمہ مسلمان کی شان میں نکل گیا بجز قصاص اور عفو کے راضی نہ ہوئے یہ انتہی درجہ کی فضیلت اور غایت درجہ ادب کی پابندی ہے اور اعلیٰ درجے کی معرفت ہے جو دل و دماغ میں گھر کر گئی جسکی وجہ سے ذرا سی زبان کی لغزش دل پر ایک بھاری بوجھ ہوگئی جسنے نفس کو بغیر قصاص یا معافی کے آرام نہ لینے دیا۔ بار الہا ہمکو بھی اپنی رحمت سے ایسے اخلاق نصیب کر جو ہماری نفسانیت کو مغلوب اور کبر و نخوت سے دلوں کو پاک کر دیں۔ تاکہ خطا و لغزش کے موقع سے بچیں اور کمینہ خصلتوں سے دور رہیں۔ اور سلف صالحین کے فضائل ہمارے دلوں میں جاگزین ہوں اور ہماری عزت کے جھنڈے زمین میں گڑ جائیں۔ اے خدا تو دعاؤں کا سننے والا ہے اسکو سن اور قبول کر۔

تادیبہ للمسلمین

آپ نہایت نرمی و مہربانی سے لوگوں کو رو براہ لاتے اور بہترین ادب سکھاتے باوجودیکہ لوگ اسوقت بہترین اخلاق رکھتے تھے اور سلامتی فطرت اور پاکیزہ نفسی اور اتباع شریعت میں لگے ہوئے تھے مگر آپ غایت شفقت سے نصیحت میں کوشش کرتے اور چاہتے کہ اس سے بھی اور بلند درجات پر پہنچ جائیں جیسا کہ مہربان والدین اپنی اولاد کی ہمیشہ ترقی کے خواہشمند رہتے ہیں۔

ابو عبیدہ نے عرب میں انؓ ابوبکر سے روایت کی کہ آپ عبدالرحمن ابن عوف کے پاس سے گذرے وہ اپنے ہمسایہ سے لڑ رہے تھے آپنے فرمایا ہمسایہ سے نہ لڑو اور لوگ تو پاس سے چلے جائینگے ہمسایہ ہی

ہر وقت ساتھ رہیگا۔ ایک دن آپ نے خطبہ پڑھا اسمیں فرمایا جس شخص نے خدا و رسول کی فرمانبرداری کی وہ راہ یاب ہوا اور جس نے نافرمانی کی وہ گمراہ ہوا۔ میں تمکو خدا سے ڈرنے اور ہر امر میں اسی پر بھروسہ کرنے کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمکو نعمت غراء عطا کی اور جسنے تمکو راستہ دکھایا۔ کلمہ اخلاص کے بعد ہدایت اسلام کا جامع اصول امیر کی تابعداری ہے۔ جس نے خدا اور رسول اور اس امیر کا جو بھلائی کا حکم دیتا اور برائی سے منع کرتا ہے اطاعت کی کامیاب ہوا اور اپنے نفس کے حق کو ادا کیا۔ تم اپنے آپ کو نفسانی پیروی سے بچاؤ جو شخص خواہش و لالچ و غضب سے محفوظ رہا کامیاب ہوا۔ فخر سے بچے، اور اسکو کیا فخر جو مٹی سے پیدا ہوا اور پھر اسی میں ملجائیگا اسکو کیڑے کھالینگے۔ آج زندہ ہے کل مرجائیگا یہ خطبہ تمام مہمات دیگر خطبے کے آگے آئیگا جنکے سننے سے پتھر موم ہو جائے اور گمراہ راستی پر آجائے

مسلمانوں کے ساتھ ادب و تواضع کا برتاؤ

امام احمد نے باب الزہد میں میمون ابن مہران سے روایت کی کہ ایک رومی ابو بکرؓ کے پاس آیا السلام علیک یا خلیفۃ رسول اللہ آپ نے فرمایا کہ ان سب پر یعنے کمال ادب اور قائل کی تادیب کے واسطے فرمایا ان سب صحابہ پر بھی۔

ابن عساکر نے انس سے روایت کی کہ ابو بکرؓ تین سال خلافت سے پہلے اور ایک سال خلافت کے زمانہ میں ہمارے قبیلہ میں آئے قبیلہ کی لڑکیاں بھیڑ بکریاں آپکے پاس لاتیں اور آپ نے انکا دودھ دوہا۔ نیز ابن عساکر نے ابی صالح غفاری سے روایت کی کہ عمر ابن خطاب ایک بڑھیا کے پاس خدمت کے واسطے جاتے لیکن جب جاتے معلوم ہوتا کوئی شخص انسے پہلے آکر سارا کام کر گیا۔ آپ نے ایکدن بہت پہلے آکر گھات میں بیٹھے کہ دیکھیں کون شخص آتا ہے دیکھا کہ ابو بکر چلے آرہے ہیں حضرت عمر نے دیکھکر فرمایا کہ قسم کہاں تم ہی روز آتے ہو یہ خلافت کے زمانہ کا حال ہے اسطرح یہ لوگ نیکیوں کی طرف سبقت کرتے اور ایک دوسرے سے فضائل میں آگے بڑھتے تھے۔ یہ انتہا درجہ کی مہربانی اور تواضع ہے۔ واقعی جس گروہ کے سردار و حاکم ایسے ہوں وہ ضرور دنیا کے مالک ہو جائیں۔ اور جس ملت و مذہب کی ایسی تعلیم تربیت ہے اگر اسکے مذہب والے اپنی زندگی میں اسکو اپنا دستور العمل بنائیں تمام قوموں سے انکی حالت بہتر ہو اور میدان ترقی میں وہی سب سے آگے ہوں لیکن افسوس مسلمان جادۂ اعتدال سے ہٹ گئے ذلت و خواری کے میدان میں ڈانوا ڈول پھرتے ہیں (ولا یظلم ربک احدا)

آپ کے ادب وتواضع کا اس سے اندازہ لگاؤ کہ آپ نے خطبہ سقیفہ میں عام مسلمانوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ (قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسات فقومونی) اور کہا کہ میں تم سے بہتر نہیں ہوں باوجودیکہ آنحضرت صلعم نے آپکے حق میں ارشاد فرمایا تھا کہ (ان امن الناس علی فی صحبتہ ومالہ ابوبکرؓ ولو کنت متخذا خلیلا غیر ربی لاتخذت ابابکر خلیلا ولکن اخوۃ الاسلام) یعنی لوگو مجھپر اپنی صحبت ومال میں زیادہ احسان کرنیوالے ابوبکر ہیں۔ اگر میں خدا کے سوا کسی اور کو دوست بناتا تو وہ ابوبکر تھے لیکن خدا کی محبت نے دوسرے کے لئے گنجایش ہی نہیں رکھی اخوت اسلام ورابطہ ایمان ہی کافی ہے۔ کیا اسکے بعد بھی سوائے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اور لوگوں سے افضل واشرف نہوئے جو سب سے زیادہ احسان کرنیوالے سب سے زیادہ قریب صحبت ہے وہی سب سے مقدم ہے مگر ادب نبوی صدیق اکبر کے قلب پر مستولی تھا۔ اور تواضع نبوی کا ظہور تھا کہ ایسے کلمات تواضع بحالت آپکے دل وزبان سے نکلتے ہیں اور بجائے اسکے کہ ان باتوں سے آپکی شان وہیئت میں کوئی کمی واقع ہو لوگوں کے دلوں میں اور وقعت زیادہ ہوتی ہے اب بیش از بیش عزیز دل ہوتے تھے رعیت اطاعت وفرمانبرداری کو فخر سمجھتی تھی اشارہ پر چلتی اور فدا ہونے کو تیار رہتی تھی۔

کیا نسبت ہے اس خلافت سے اُن لوگوں کو جنہوں نے خلافت کو مسلمانوں کی سرکوبی کا ذریعہ بنایا اور اُس ظاہری شوکت وہیبت کو صفات خلافت سمجھا جسکو اصل خلافت سے کوئی تعلق نہ تھا۔ مثلاً عوام سے خطاب نکرتے۔ پردوں میں چھپ کر رہتے تجبر وغفلت پر ہتے۔ بلکہ جابرانہ عظمت عظمت کی حد سے بڑھکر الوہیت کے القاب اپنے واسطے تراش لیتے عجمیوں کا شیوہ اختیار کیا۔ نخوت وکبر سے وہ کام کئے جو نہ کرنے چاہئے تھے لوگوں پر ظلم وخودمختاری سے حکومت کی۔ اور غلاموں کی طرح رکھا۔ اپنی طرف سے دلوں کو متنفر کیا اور مسلمانوں میں تفرقہ ڈالا۔ فتنہ وفساد میں ڈوبے رہے۔ عیش وآرام میں پڑکر مفسدوں باغیوں سے بیخبر ہوگئے۔ نفس پروری میں پڑکر کام کرنے والوں کو اپنی خواہشات نفسانی کے بہم پہنچانے میں لگاکر موجودہ وآیندہ حالت کے سمجھنے اور غور کرنے سے بیکار کردیا۔ جس سے اُنکی عقلوں پر پردے پڑگئے۔ قوت وشجاعت معدوم ہوگئی۔ اخلاق بگڑ گئے اور علم وصنعت کی کساد بازاری ہوگئی۔

اسپر بھی یہ غضب کہ جھوٹے دغاباز حدیثیں بناکر ان جباروں کی سرکشی کو اور بڑھاتے اور ایسی احادیث کو اپنے تقرب کا ذریعہ گردانتے تاکہ امت کو پامال نظام اسلام کو پراگندہ کریں حتی کہ ایک کذاب نے ابو جعفر منصور پر جو تابعین میں شامل احادیث سے ماہر ودین سے واقف تھا

ایک جھوٹی حدیث اسکے خوش کرنے کو گڑھکر پیش کی۔ منصور نے حدیث منکر سمجھکر رد کر دیا اور اس کذاب کو اپنے دربار سے نکال دیا۔

انہیں وجوہ سے ایک گروہ مسلمانوں کی موجودہ بدحالی وخرابی دین کی طرف منسوب کرتا ہے مگر دین اُن بیراہہ رویوں سے جو صحابہ کے خلاف اور ترقی کے سدراہ ہوں پاک اور منزہ ہے۔ مگر اہل ہوی نے انکو دین میں شامل کرکے اپنے مطلب براری کا زینہ بنایا اور جو مخالفت کرے اس سے دین کے نام سے لڑتے ہیں۔ کاش کوئی ایسا صادق البیان صاحب اصلاح پر زور قلم والا مورخ ہو جو دشمنان حق سے نہ ڈرے۔ اللہ تعالےٰ کے سوا کسی سے امید وبیم نہ رکھتا ہو اور وہ ہمارے لئے ایسی تاریخ چھوڑے جسمیں گذشتہ زمانہ کے تمام واقعات اور انکے اسباب کی چھان بین ہو تاکہ اس قوم امت کی آنکھوں سے پردہ اُٹھ جائے۔ بخدا تاریخ دیکھتے دیکھتے تھک گئے مگر کھوٹ سے پاک کوئی نہ نظر آئی۔ مگر ہم مسلمان اب بھی غفلت سے باز نہیں آتے اور مافات کی تلافی پر آمادہ نہیں ہوتے واضعین کی خود تراشیدہ باتوں پر جو نور علم سے باز رکھنے والی اور ظلم وعدوان پر بھی حکام کی مخالفت روکنے والی ہیں ابتک شیفتہ ہیں۔ خدا جانے وہ دن کب آئیگا کہ ہم اپنا یہ قابل ملامت وتیرہ بدلنے کی صلاحیت پائینگے۔

زہد واتقا | زہد واتقا کے معنی عام طور پر یہ مشہور ہیں کہ دنیا کو چھوڑکر کنج تنہائی میں ہاتھ پیر توڑکر بیٹھ رہو دوسروں کے دست نگر بنو اور انکی نذر ونیاز پر گذارا کرو۔ لیکن حقیقت میں یہ امر بالکل زہد کے خلاف ہے۔ سچا زہد یہ ہے کہ دوسروں کے مال سے بےطمع اور قوت لایموت پر بس کرو اور اپنے دست وبازو سے رزق حلال کماؤ۔ دوسروں پر اعتماد اور بھروسہ ترک کرو۔ صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین کا یہی مسلک تھا کہ فضول کو چھوڑکر کفاف پر قناعت کرتے تھے ہر ایک انمیں سے ایک نہ ایک شغل رکھتا تھا جس سے روزی کماتا تھا۔ لیکن ہر حال میں تلانع اور فضول سے محترز تھا اصلاح نفس سب کا نصب العین تھا یہی زہد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا تھا۔

آپ کے زہد کے متعلق مروی ہے کہ آپکی بیوی نے میٹھے کی خواہش کی۔ آپ نے جواب دیا کہ میرے پاس تو کچھ نہیں۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ میں روزمرہ کے خرچ سے کچھ بچا رکھونگی جس سے چند دنوں میں جمع کرکے میٹھا خرید لینگے۔ آپ نے فرمایا بہتر ہے۔ مدتوں میں جمع کرتے کرتے کچھ تھوڑے درہم جمع ہوئے تب آپ سے کہا اب میٹھے کے واسطے پیسے ہوگئے ہیں۔ آپ نے کہا لاؤ اور لیجا کر بیت المال میں داخل کر دیا اور کہا کہ یہ ہمارے روزانہ مصرف سے بچ رہا ہے اور اسی دن سے نفقہ میں اسکے بلوغ

کمی کردی اور ابتدا سے حساب کر کے وہ زاید مقدار بطور تاوان اپنی جایداد سے لیکر بیت المال میں جمع کردی۔ مروی ہے کہ جب آپ خلیفہ ہوئے آپ نے ارادہ کیا کہ بدستور سابق محنت و مشقت سے روزی حاصل کرتے رہیں اور مسلمانوں کے بیت المال سے ایک حبہ اپنے مصرف میں نہ لائیں۔ ایکدن آپ چادر کندھے پر ڈالے ہوئے بازار کو جا رہے تھے راستہ میں حضرت عمرؓ مل گئے انہوں نے پوچھا کہاں جاتے ہو آپ نے جواب دیا کہ بازار جاتا ہوں۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ مسلمانوں کے خلیفہ ہو کر آپ کیا کریں گے آپ نے جواب دیا کہ پھر اپنے بال بچوں کو کیا کھلاؤں۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ابو عبیدہؓ کے پاس چلو وہ تمھارا روزینہ مقرر کر دینگے۔ دونو ابو عبیدہؓ کے پاس آئے۔ ابو عبیدہؓ نے کہا کہ میں ایک مرد مہاجر کی خوراک مقرر کر سکتا ہوں نہ کم نہ زیادہ اور جاڑوں اور گرمیوں میں ایک ایک جوڑا دیسکتا ہوں جب پہلا کپڑا پھٹ جائے اُسکو بیت المال میں داخل کر دو۔ اُسکی جگہ دوسرا لیجاؤ۔ یوں حضرت عمرؓ و ابو عبیدہؓ نے روزانہ نصف بکری اور تن ڈھکنے کا کپڑا مقرر کیا۔ یہ امر ابن سعد نے عطا ابن سائب سے روایت کیا ہے۔

ابن سعد نے میموں سے یہ بھی روایت کی ہے کہ جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے دو ہزار درہم سالانہ آپکے اخراجات کے واسطے مقرر ہوئے۔ آپ نے فرمایا اس سے زیادہ کرو کیونکہ میں بڑے کنبے والا ہوں اور اب میں تجارت بھی نہیں کر سکتا تب پانسو اور زیادہ کر دئے گئے۔ بخاری کی حدیث سے جسکو حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت سے بیان کیا ہے آپ کا اتقا روزینہ کو مجبوراً قبول کرنا معلوم ہوتا ہے۔ امام بخاری نے لکھا ہے حضرت عائشہؓ نے کہا کہ جب ابُوبکرؓ خلیفہ ہوئے آپ نے فرمایا کہ میری قوم اچھی طرح جانتی ہے کہ میرا پیشہ میری ضروریات سے کسی طرح ناکافی نہ تھا لیکن اب میں مسلمانوں کے کام میں مشغول ہو گیا ہوں لہذا میں اور میرے گھر والے مسلمانوں کے مال سے کھائینگے اور مسلمانوں کا کام کرینگے۔

مروی ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ حضرت ابُوبکر صدیقؓ کے مرض الموت میں آپکے پاس حاضر ہوئیں اور فرمایا کہ مجکو کچھ وصیت کرو آپ نے سر اُٹھا کر کہا اے ام المومنین یہ وہ دن ہے جسمیں میری آنکھوں سے پردہ اُٹھا دیا جائیگا اور اپنے اعمال کا بدلہ دیکھونگا اگر خوشی ہے تو ہمیشہ کے واسطے اور اگر رنج ہے تو ابدی ہے۔ میں نے مسلمانوں کی امانت کو سنبھالا بیت المال کے رہنے کی طرف میں نے رخ نہ کیا غرضکہ میں نے اپنے خیال میں امانت کو اس پوری احتیاط سے رکھا جو کہ انتہائی ہو سکتی ہے جبکہ چھوڑنے سے وہ ضائع ہو جاتے دیکھی اور حفاظت ترک کرینگی

اُسے گھٹایا۔ جو کچھ میں نے کیا اللہ اُسکو جانتا ہے اور وہی لغزش کا معاف کرنیوالا ہے۔ میں نے مسلمانوں کا پیالہ لیا کہ اُسمیں کھاؤں اور اُنکی اُٹنی کا دودھ دوہا کہ پیوں۔ میں نے اُنکے ساتھ نمازیں پڑھیں لیکن نہ تکبر و نخوت کو کام فرمایا اور نہ اپنی کثرت نماز پر اترا کر سدرمق اور ستر عورت کی حد سے اور حفظ بدن کی حد سے آگے نہ بڑھا۔ اور جب تک کہ بھوک سے مضطرب نہ ہو گیا لقمہ بیت المال کی طرف ہاتھ نہ بڑھایا۔ اب میں جب مرجاؤں تو مسلمانوں کا پیالہ انکا غلام اُنکی اونٹنی اُنکی چکی اور لحاف توشک جو میرے اوپر نیچے ہیں انہیں کے حوالہ کر دینا۔ یہی میری وصیت ہے۔

جس خلیفہ نے اپنی تجارت اور وسائل کسب کو جو مسلمانوں کے کام میں مشغول ہونے کی وجہ سے چھوڑ کر مجبوراً پیٹ کو بھوک کی آگ سے بچانے اور تن ڈھانکنے کے لئے مسلمانوں کے مال سے لقمہ لیا اور اسی پر مسلمانوں کی خدمت کرتا رہا۔ ایسے خلیفہ کا حق نہ خزانوں سے ادا ہو سکتا ہے اور نہ اُسکا سکو ممکن ہے۔ اور جب اُسکی موت کا وقت آئے اور وہ اپنی خدمت سے سبکدوش ہو جائے جو کچھ مسلمانوں کا بچا ہوا مال ہو وہ بھی واپس کر دے تاکہ خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں بلا منہایا کامل نفس پاک اوصاف کے ساتھ۔ باروں سے ہلکا مگر اعمال سے بھاری۔ خالی ہاتھ مگر ایمان سے پُر ہو کر ملے۔ بیشک یہ امر سمجھداروں کو عبرت و نصیحت ہے اگر سمجھیں اور غور کریں۔ اگرچہ یہ تقوے اور زہد ابوبکر صدیق جیسوں ہی کیواسطے جنہوں نے نبوت کے زمانہ کو پایا لائق و سزاوار ہے مگر اسمیں بعد میں آنیوالے خلفا و سلاطین کے لئے نصیحت تھی اگر وہ حاصل کرتے تاکہ ایسی ہی اتقا و زہد کا جامہ پہنیں جو نہ ایسا بھاری ہے کہ کمر توڑ دے اور نہ باریک ہو کہ انکے چھپے ہوئے سارے ول کو ظاہر کر دے۔ لیکن انہوں نے عجمی تیرہ و تار رسموں کو اختیار کیا (جو بت پرستی سے نکلیں اور جنکی بنیاد کو اسلام نے ڈھایا اور اُنکے بانیوں اور کار بندوں پر قرآن نے موت کی خبر دی) اسلئے وہ جباروں میں ضرب المثل ہوئے۔ بجز معدودے چند اشخاص کے جنہوں نے اعتدال و تقویٰ کو اپنا شعار بنایا اور خلفاء راشدین سے ملگئے اور اپنا ذکر خیر دنیا میں چھوڑ گئے۔

جو لوگ کہ چند روزہ زندگی پر بھولے ہوئے ہیں اور بندہ نفس بنے ہوئے ہیں محال ہے کہ سیرت صدیق اختیار کر سکیں اور دنیا سے صرف کفاف پر قناعت کریں۔ مورخوں کو بھی آج اتنی توفیق نہیں ہے کہ اُن سوانحوں کا پتہ لگا سکیں جنمیں سے ہو کر بت پرستی کے شرارے مسلمانوں میں پہنچے اور بہانتک بڑھے کہ ہمکو پھر جاہلیت کے زمانہ میں پہنچا دیا۔ اور اسلام کی تمام خشک و تر خوبیاں کو جلا کر خاک سیاہ کر دیا۔

قرآن شریف کا جمع کرنا

حضرت ابوبکر کے بڑے مناقب اور بہترین آثار میں قرآن شریف کا جمع کرنا ہے۔ اس عظیم الشان کام کی وہی قدر کرسکتا ہے جس نے تنقید احادیث کی دقتوں کو جھیلا اور قصہ خوانوں اور واضعان حدیث کی جعلسازیوں پر واقفیت بہم پہنچائی ہے جنکی بدولت دین۔ سیاست۔ اخلاق میں ایک عظیم زلزلہ آگیا ہے۔ جو مصیبت امت پر ان واضعان حدیث اور قصاص نے ڈالی ہے اُسکو خدا ہی خوب جانتا ہے۔ اگر حفاظ حدیث دوسرے قرن کے آخر سے اس خرابی کے تدارک اور صحیح اسانید کی ترتیب اور احادیث کے مراتب مقرر کرنے موضوع وصحیح میں فرق کرنے پر کمرہمت نہ باندھتے تو نہ جانے کیا مصیبت اور نازل ہوتی۔

خدا کا شکر ہے کہ قرآن کی حفاظت کا اُسنے خود وعدہ کرلیا (انا نحن نزل الذکر وانا له لحافظون) (کتاب لا یاتیه الباطل من بین یدیه ولا من خلفه تنزیل من حکیم حمید) اسی وجہ سے خدا نے ابوبکر وعمر کو الہام کیا کہ قرآن کو حفاظ کے سینوں اور منتشر صحیفوں سے جمع کرکے بلا کسی زیادتی یا کمی یا تغیر وتبدل کے کتابی صورت میں مدون کردیں۔

جمع قرآن کا سبب امام بخاری نے یوں بیان کیا ہے کہ زید ابن ثابت نے بیان کیا کہ ابوبکر نے میرے پاس یمامہ کے مقتل کی خبر بھیجی انکے پاس عمرؓ بیٹھے ہوئے تھے۔ ابوبکرؓ نے کہا کہ عمرؓ نے آکر مجھسے یہ کہا کہ یمامہ کی لڑائی نے بہت لوگوں کو ہلاک کردیا میں ڈرتا ہوں کہ کہیں اسیطرح لڑائیاں تمام قراء کو نہ ہلاک کردیں اور قرآن گم ہوجائے مناسب ہے کہ قرآن جمع کرلیا جائے میری یہی رائے ہے کہ قرآن جمع ہوجائے۔ ابوبکر نے کہا کہ میں کیونکر وہ کام کروں جسکو رسول خدا نے نہیں کیا۔ عمرؓ نے کہا کہ بخدا یہ خیر محض ہے۔ ابوبکر وعمر میں سوال وجواب ہوئے یہانتک کہ ابوبکر نے فرمایا کہ خدا نے میرے سینہ کو اس کام کے واسطے کھولدیا میری بھی وہی رائے ہوگئی جو عمر کی تھی زید نے بیان کیا کہ اسکے بعد ابوبکر نے مجھسے کہا اور عمرؓ بھی آپکے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ میں تمکو نیک ہوشیار خیال کرتا ہوں اور تم پہلے بھی رسول اللہ کے زمانہ میں وحی کے کاتب تھے قرآن کی تلاش کرکے جمع کردو۔ زید بن ثابت فرماتے ہیں کہ بخدا اگر پہاڑ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لیجانے کا حکم دیتے تو بھی جمع کرنے سے آسان ہوتا۔ میں نے کہا کہ تم دونو (یعنی ابوبکر وعمر) کیونکر وہ کام کروگے جسکو رسول خدا نے نہیں کیا۔ ابوبکر نے جواب دیا کہ یہ کار خیر ہے تھوڑی گفتگو کے بعد مجکو معلوم ہوگیا

ابوبکر و عمرؓ کی رائے بہت درست ہے۔ میں نے قرآن مختلف رقعوں۔ ہڈیوں۔ پتوں۔ سینوں سے جمع کرنا شروع کیا حتی کہ سورہ توبہ کی دو آیتیں خذیمہ بن ثابت کے پاس ایسی ملیں جنکو میں نے کسی دوسرے شخص کے پاس نہ پایا (لقد جاءکم رسول من انفسکم الخ غرضکہ قرآن صحیفہ میں جمع ہوگیا اور یہ صحیفہ ابوبکرؓ کے پاس رکھا رہا جب آپکی وفات ہوئی حضرت عمرؓ کے پاس آیا اپکی وفات کے بعد اپکی بیٹی حفصہ کے پاس رہا رضی اللہ تعالے عنہا۔

قضا

بغوی نے میمون بن مہران سے روایت کی ہے کہ ابوبکر کے پاس جب مقدمہ پیش ہوتا آپ کتاب اللہ میں غور کرتے اگر اسکے متعلق حکم نکل آتا فیصلہ کر دیتے۔ اگر قرآن میں حکم نہ ملتا اور رسول اللہ کی سنت اس واقعہ کے متعلق معلوم ہوتی اسپر فیصلہ کرتے اگر سنت بھی نہ ملتی۔ باہر نکلکر مسلمانوں سے پوچھتے کہ ایسا مقدمہ پیش ہے کیا تمکو اسکے متعلق رسول خدا کا کوئی حکم معلوم ہے۔ اگر کسی کو معلوم ہوتا آکر بیان کرتا آپ اسی کے موافق حکم دیتے اور خدا کا شکر بجا لاتے کہ ہم میں ایسے لوگ ہیں جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو یاد رکھتے ہیں اگر سنت بھی نہ ملتی امرا اسلام اور بہترین لوگوں کو جمع کرکے مشورہ کرتے جس بات پر اتفاق ہو جاتا وہی فیصلہ ہوتا عمرؓ بھی اسی طرح کرتے اگر قرآن وسنت میں حکم نہ پاتے ابوبکرؓ کا فیصلہ تلاش کرتے ورنہ سرداروں کو جمع کرکے مشورہ سے جو طے پاتا وہی حکم دیتے۔

قضائے احکام اولاسلام اصول دین سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ احکام قرآنی جو حوادث و واقعات کے وقت نازل ہوئے اور سنت نبوی جنمیں آنحضرتؐ کے فیصلے ہیں وہ بطور قوانین عامہ اور کلیات کے ہیں انہیں تمام واقعات جو ہوتے ہیں اور ہوسکتے ہیں بالاستیعاب شمار نہیں کیا گیا ہے اسیواسطے آنحضرتؐ نے جب معاذ کو یمن کیطرف روانہ کیا پوچھا کہ کس چیز سے فیصلہ کروگے انہوں نے عرض کیا کہ کتاب اللہ سے۔ آپ نے دریافت فرمایا اگر کتاب اللہ میں حکم نہوا۔ معاذ نے عرض کیا سنت رسول اللہ سے۔ آپنے پھر پوچھا اگر سنت بھی نہ پاؤ تو۔ جواب دیا اجتہاد سے۔ آنحضرتؐ نے فرمایا الحمد للہ کہ خدا نے رسول کے رسول کو اس امر کی توفیق دی جو اپنے رسول کے لئے پسند کرتا ہے۔ اس سے کہ ابوبکرؓ کو ان واقعات میں جنمیں کوئی نص صریح کتاب وسنت کی نہیں تھی مدرجۂ اولی اجتہاد سے حکمرانی کرنے کا حق حاصل تھا۔ لیکن باوجود حق اجتہاد کے تقوی وعدالت کی بنیاد پر آپ تنہا اپنی رائے ان واقعات

میں جنکے متعلق کوئی نص صریح نہوتی ہرگز نہ پسند فرماتے بلکہ احتیاط اور شبہ کو دور کرنے کو مدنظر رکھکر صحابہ کو جمع فرماتے اور مشورہ لیکر حکم دیتے آپکے بعد حضرت عمر نے یہی طریقہ جاری رکھا۔ اسکے ساتھ جب آنحضرت کے اُس فرمان کو ملاحظہ کیا جائے (اقتدوا بالذین من بعدی ابو بکر و عمر) یعنے میرے بعد ابو بکر و عمر کی پیروی کرو تو چند ایسے مباحث پیدا ہوتے ہیں جنکا چھوڑنا اس کتاب میں مناسب نہیں۔

دوئم کہ اجتہاد کے لغوی معنی کوشش کرنے کے ہیں اور معاذ کے قول اجتہد برائی) ظاہر معنی یہ ہیں کہ کوشش وغور اور اہل الرائے سے مشورہ لینے سے جو رائے قرار پائیگی اسپر فیصلہ کرونگا۔ اسکے سوا اور کوئی دوسرے معنی جو ہمنے ذکر کئے ہیں ظاہر نہیں ہوتے۔ اسی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم راضی ہوگئے اور معاذ کو اجازت دیدی کیونکہ اسلام دین آسان ہے نہ دشواری پیدا کرنے والا خود اللہ تعالے فرماتا ہے (یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر) خدا تمپر آسانی چاہتا ہے نہ سختی۔ آنحضرت نے اسی غرض سے معاذ کو اجازت دیدی تھی تاکہ مسلمانوں کے مصالح بیکار نہو جائیں اور تنگی میں نہ پڑیں۔

ظاہر ہے کہ یہ رخصت دینا اجتہاد کو مشروع کرتا ہے جس سے غرض ہے کہ احکام بربنائے مصلحت اور انکے موافق جاری ہوں۔ اور مسلمانوں کی مصلحتوں میں غور کرنیوالوں اور حق پر حکم کرنیوالون میں سب سے بہتر ابو بکر تھے۔ لیکن باوجود اس خصوصیت و اجازت کے آپ کی یہ رائے ہوئی جو سراسر حق اور مناسب تر ہے کہ اجتہادی معاملات میں شخصی رائے سے حکم نہ دیں بلکہ صحابہ کے اجماع و اتفاق سے فیصلہ کریں تاکہ حق و صواب ظاہر ہو جائے اور کسی شک و شبہہ کی گنجایش باقی نہ رہے۔

ان مقدمات سے چند نتائج نکلتے ہیں جو نہایت ہی اہم ہیں اول یہ کہ ضرورت یعنی نص کے نہونے کے وقت اجتہاد مشروع ہے۔ دوم اجتہاد کا مدار مصلحت و حق پر ہے اس سے ان واقعات کے متعلق جنکے لئے احکام قرآنی اور امر نبوی نہیں مسلمان خود احکام وضع کرسکتے ہیں سوم ابو بکرؓ نے شورے کو مسنون اور وضع احکام میں انفرادی رائے کو ترک کیا اسی پر حضرت عمر نے عمل کیا۔ یہی دو بزرگوار بعد آنحضرتؐ کے بسبب حدیث سابق الذکر کے زیادہ اتباع کے احق ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ اسلامی تمدن میں جو خلل و بدنظمی واقع ہوئی اسکا باعث خود مسلمان ہیں نہ دین جیسا کہ دشمنان اسلام کہتے ہیں یا بعض وہ لوگ جو جانوروں کی طرح ظاہری تمدن پر لوٹ رہے ہیں اور ادھر اُدھر رستہ ڈالتے پھرتے ہیں نہ انکے واسطے کوئی ترتیب ہے نہ قاعدہ۔ کیونکہ دین نے معاملات کے تمام احکام جزئیہ کو ایک ایک کرکے نہیں بیان کیا اور نہ ان کلیات سے پابند کردیا کہ جن میں احکام دوامی ہیں کہ اب جزئیات کی طرف مسلمان تجاوز ہی نہ کرسکیں۔

ہاں محکمہ قضا کو مسلمانوں کے زمانہ میں ایسی ایسی آفتیں پیش آئیں جنہوں نے تمدن میں بہت کچھ زہر پھیلا دیا۔ لیکن اسمیں اسلام کا کیا قصور وہ تو آسان مذہب ہے جس نے دین سے حرج و دشواری کو دور کر دیا اور بمقتضاے ضرورت احکام میں وسعت کی اجازت دیدی بشرطیکہ حق و عدل سے تجاوز نہو جیسا کہ خلفائے راشدین اپنے عہد میں کیتے رہے اسوقت امت ایک سادگی و صفا باطنی کی حالت میں تھی جھگڑے و خصومات کا تقریباً نام و نشان تک نہ تھا کیونکہ اخلاق حسنہ انکو برائیوں سے منع کرتے تھے سیاست کے کوڑے کی ضرورت نہ تھی۔ اسی وجہ سے ایک محدود دائرہ میں مقید تھے اور مسلمانوں نے سادگی سے نکل کر باہر قدم نہیں رکھا۔ اسکے بعد وہ زمانہ آیا جسمیں لوگ جہاد و فتوحات میں مشغول ہوئے اور فاتح و مفتوح میں تعلقات و ارتباط کا دائرہ وسیع ہوا اس سے ملک و سیاست۔ اجتماع و تمدن میں ایک بہت بڑا انقلاب پیدا ہوا۔ اور معاملات کا دائرہ کہیں سے کہیں پہنچ گیا۔ اسوقت قضا کا محکمہ خلفا کے ہاتھوں سے نکلکر دوسروں کے ہاتھوں میں پہنچ چکا تھا جنمیں سے بہتر سے بہتر لوگ بھی خلفائے راشدین کے علم۔ حزم و احتیاط۔ مصلحت پسندی میں رعایت کے دسویں حصے کو نہیں پہنچ سکتے تھے۔ خلفا کے سامنے مقدمات پیش ہوتے تھے وہ اپنے علم و شعور۔ عفت و عدل۔ بصیرت نیکی کے موافق فیصلہ کرتے نہ انپر کوئی حاکم تھا کہ اسکا خوف ہو نہ انکے واسطے کوئی قانون تھا کہ اسکی پابندی ضروری ہوتی۔ اگر کوئی قانون تھا تو قرآن و سنت کی اتباع جو عدل و انصاف کا حکم دیتی ہے اور ظلم و تعدی و نفس پرستی سے منع کرتی ہے۔ لیکن زجر و وعید قرآنی انہیں لوگوں کے لئے مفید و مصلح ہے جو پاک نفس نیک طینت ہوں جیسا کہ اگلے مسلمان تھے لیکن جو لوگ شہریت کے رنگ میں رنگ گئے اور دنیا فانی کی گوناگون لذتوں کے مزے چکھ چکے انکو بمقابلہ قرآن کی نصائح سے زیادہ سلطانی زجر و توبیخ کی ضرورت ہے۔ اسی واسطے بعض آثار میں وارد ہوا ہے (ان اللہ لیزع بالسلطان مالا یزع بالقرآن) یعنے خدا بادشاہ کے ذریعہ سے ان امور کو روکتا ہے جنکو قرآن نہیں روک سکتا اسیواسطے شریعت کے واسطے قوت کا ہونا ضروری ہے جو شعائر دین کو قائم رکھے اور اسکے احکام کو نافذ کرے اسی طرف خدا نے اپنے کلام پاک میں اشارہ کیا ہے (لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معہم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط وانزلنا الحدید فیہ باس شدید ومنافع للناس) ہمنے رسولوں کو ظاہر دلیلوں کے ساتھ بھیجا اور انکے ساتھ کتاب و میزان اتاری تاکہ لوگوں میں عدل قائم رکھیں اور ہمنے لوہا اتارا جس میں

سختی اور لوگوں کے لئے نفع ہے) اسلام نے چونکہ امر بالمعروف نہی عن المنکر کا حکم دیا ہے - اسلئے گویا اُسنے ایکطرف لوگوں کو حکام کا نگران مقرر کر دیا اور دوسری طرف حکام کو احکام نافذ کرنے پر مقرر کیا مگر افسوس لوگوں کی غفلت اور حاکموں کی خود غرضی نے اسلام کی خوبیوں کو خاک میں ملا دیا اور مسلمان حکام کی نفسانی خواہشوں کا کھلونا بنگئے نہ انکو یہ تمیز رہی کہ ہمارے کیا حقوق ہیں احکام ذمہ ہیں اور نہ اپنے کاموں میں انکو اپنے نفسوں پر بھروسہ باقی رہا - اس حالت میں تابعین کی ایک جماعت سنت کی تدوین کے واسطے اٹھی اور احادیث کو سینوں سے لیکر کتابوں میں جمع کرنا شروع کیا - شریعت کے قاعدوں کو منضبط اور خواہشات نفسانی کو مقید کیا - انکے بعد اور مجتہدین و فقہا نے انکی پیروی کی اور قرآن و حدیث کو یکجا پاکر اسمیں غور و فکر کیا اور استنباط و تفریع میں مشغول ہوئے اور معاملات و عبادات کے متعلق علم الفروع کو وضع کیا اور دین کی خاص خدمت کی اور قضا کے متعلقات کو اپنے اجتہاد کے موافق خوب منضبط کیا لیکن مقلدین نے آگے انکی پیروی نہ کی بلکہ صرف انہیں کے استنباط و نتائج کو کافی و وافی سمجھکر انہیں کے یاد کرنے پر بس کیا اور آیندہ کے واسطے اس دروازے پر مُہر لگادی - بیشک عبادات و معتقدات میں یہی حال ہے کیونکہ یہ امور اجتہاد پر نہیں مبنی ہیں بلکہ وہ اصول مسلمہ کتاب و سنت ہیں جنکے بیان و توضیح میں ائمہ دین پوری کوشش کرگئے لیکن معاملات کی یہ حالت نہیں الا ماشاء اللہ کیونکہ ان لوگوں میں تو ایک ایک مسئلہ کے متعلق بہت کچھ اختلافات و مباحث ہیں جن کا منشاء ان لوگوں کے اجتہاد و قیاس - استنباط کا اختلاف تھا - اگر خدا ان لوگوں کو وہی امر الہام کرتا جو ابوبکرؓ و عمرؓ کو الہام کیا یعنی ہر ایک اپنی اپنی رائے ان معاملات میں جنکے متعلق نص نہیں ہے علیحدہ علیحدہ نہ قائم کرتا - اور علم فروع کو ظنوں و اختلاف سے پاک کر کے ہر زمانہ کی مصلحت پر چھوڑ جاتے اور بعد میں آنے والے انکے اقوال کو بمنزلہ کتاب و سنت نہ سمجھیں اسطرح قانون اسلام میں یہ درہمی برہمی نہ واقع ہوتی اور یہ خرابیاں نہ پڑتیں -

محکمۂ قضا کو قومی ترقی و تنزل میں بہت بڑا دخل ہے جب کوئی حکومت عدل و انصاف سے منہ موڑ کر جور و ظلم اختیار کرنا چاہتی ہے تو سب سے پہلے قضا کے احکام پر تکیہ کر لیتی ہے اسوقت اگر قضا کا نظام قوی اور مستحکم ہے تو اولی الامر کو جور و ظلم سے روکتا اور لوگوں کی جان و مال کی حفاظت کرتا ہے اور اگر معاملہ دگرگوں ہے تو پھر بس تباہی و بربادی کا دور شروع ہو جاتا ہے - اس کلام سے ہمارا یہ ہرگز مقصد نہیں کہ ائمہ نے تمدن میں احکام کی وسعت میں کوتاہی کی اور معاملات کی وسعت کے موافق

احکام میں وسعت نہیں کی کیونکہ یہ افرادی کوشش سے باہر ہے۔ یا ہم انکے احترام وحق واجب میں کمی کرنا چاہتے ہیں کیونکہ وہ سب سے پہلے احترام وتعظیم کے مستحق ہیں جنہوں نے اپنی زندگی استنباط احکام اور شریعت کی خدمت میں وقف کی تاکہ احکام کے لینے میں آسانی اور دوسروں کی رائے پر چھوڑنے کی ضرورت نہ رہے۔ ہم معاملات وحقوق میں انکی دقت رائے اور بلند نظری سے غیروں پر فوقیت دیتے ہیں بلکہ ہاں بعض ایسے امور تھے کہ لوگوں کے تقویٰ وعمل اور قرب اسلام کی وجہ سے ان تک انکی نظر نہ پہنچی انکو غیب کی کیا خبر تھی کہ آئندہ مسلمانوں میں کس قسم کے معاملات پیش آئینگے یا انکے اخلاق گر کر کس درجے پر پہنچ جائینگے۔ اس قسم کے امور نے حکام کو شریعت کے درہم برہم کرنے اور اتباع ہوی کے راستوں کو وسیع کرنے کا موقع دیدیا جس سے اکثر اسلامی زمانوں میں بدنظمیاں اور خرابیاں واقع ہوتی رہیں۔ اگر دو چار خدا کے نیک بندوں کا عمل اس بلا سے محفوظ بھی رہا تو وہ شاذ ونادر کا حکم رکھتے ہیں۔

ان امور میں سے ایک یہ ہے کہ مخرجین ومرجحین میں اسقدر ایک ایک مسئلہ پر اختلافات ہے کہ بجز فقیہ ومفتی کے کسی کو کچھ پتہ ہی نہیں چل سکتا کہ حکم کیا ہے۔ مفتیوں اور فقیہوں میں خطا یا غرض سے بچنے والے بہت کم ہیں نتیجہ یہ کہ ایک مسئلہ کو ایک مفتی ایک شق لیکر حلال کرتا ہے دوسرا حرام ٹھہراتا ہے۔ یہ تو ایک مذہب کے علما کی کیفیت ہے۔ اختلاف مذہب کی صورت میں یہ اختلاف جسقدر زیادہ ہو کم ہے۔

دوم۔ ان جرائم کی سزائیں جنکے لئے نص میں کوئی سزا نہیں مقرر کی گئی جس سے اسکا انسداد ہوسکے اور بالخصوصیت والیوں اور قاضیوں اور محتسبوں میں نافذ ہوں۔ اسکا نتیجہ یہ تھا کہ حکام لوگوں کے اموال وحقوق پامال کرنے کے واسطے انہیں جسطرح چاہتے سزا دیتے اور عام امن وامان میں خلل انداز ہوتے خصوصاً جبکہ خلفاء نے امور خلافت سے کنارہ کشی اور محلوں کی سکونت اختیار کرلی اور لوگوں کی نظروں سے الگ ہوکر معاملات وغیرہ کا دیکھنا چھوڑدیا۔

جب زمانہ دراز تک اسطرح ظلم ہوتا رہے قوم سے جور وتعدی سہتے سہتے جوہر انسانیت کے رفتہ رفتہ معدوم ہوجاتے ہیں اور بجائے اخلاق حسنہ کے مداہنت۔ نفاق۔ چاپلوسی۔ خوشامد وغیرہ کمینہ اخلاق پیدا ہوجاتے ہیں اور اپنے مال ودولت کو بلااکراہ دست برد کے خوف سے نہیں ظاہر کرسکتے اور آہستہ آہستہ صنعت وتجارت کے وسیع ابواب بند ہونے لگتے ہیں اور علوم وفنون ترقی سے رک جاتے ہیں جس سے تھوڑے ہی دنوں میں تمدن وعمران کی بنیادیں اور علا انسان

عمارتیں کر پڑتی ہیں۔ اب تو تقریباً ظلم اس امت میں ایک اصل الاصول قرار پا گیا ہے چنانچہ علامہ ابن خلدون حکام کی مداہنت کے بارہ میں لکھتے ہیں کہ مداہنت جان و مال کے محفوظ رکھنے کیواسطے ضروریات سے ہے اس سے لوگوں کا کوئی حرج نہیں۔ ہائے کیسی بدحالت ہے وہ جس نے امت اسلامیہ کو اس حد تک پہنچا دیا۔

سوم ہر ایک طبقہ و عامل کا ایک خاص خاص فرائض سے مقید ہونا جس سے وہ تجاوز نہیں کر سکتا چنانچہ اسکے متعلق علما و ائمہ نے علیحدہ علیحدہ کتابیں مثل احکام سلطانیہ۔ آداب قضاۃ آداب مفتیین وغیرہ لکھیں چونکہ [illegible] اختلاف سے ایک اصولی وحدود و وضع اسکی مخالفت کرنے پر سزا کے قطعی طور پر معین نہ ہوئے اسلئے یہ قانون بھی بیسود رہا۔ اگر بعض سزائیں مقرر بھی ہیں تو کوئی قوت اسکی نافذ کرنے والی اور ہر ایک عامل کو اسکی حد پر قائم کرنیوالی نہیں اسلئے کہ ان فرائض کی ایسی کوئی ترتیب نہیں جس سے مسلسل قانونی ترتیب کے حسب مراتب ایک کو دوسرے بارے میں لینے کا اختیار ہو یہ ترتیب و مراتب کیونکر ہو سکتا تھا جبکہ قوم کی کوئی جمہوری رائے احکام کے مقرر کرنے میں تھی نہ حکام کسی قانون کے پابند تھے بلکہ قوم نے اپنا سارا اختیار حکام کو سپرد کر دیا جو چاہیں سو کریں۔ انکو فقہا کا جو قول پسند ہوا اسپر عملدرآمد کیا اور جو نہ پسند ہوا اسکو الگ پھینک دیا اور جس طرح جی میں آیا کرتے رہے اس تفویض و اعتماد نے مسلمانوں پر وہ مصیبتیں اور بلائیں نازل کیں جسکو انسان تو انسان جمادات بھی نہیں برداشت کر سکتے۔ حکومت عثمانیہ کا وہ زمانہ بہت دور نہیں گذرا جسمیں مصر کو یہ مصیبتیں جھیلنی پڑتی تھیں۔ اس مصائب میں سے اگرچہ ہمکو کچھ جھیلنا نہیں پڑا۔ مگر ہمارے آبا و اجداد پر بہت کچھ بیتی ہے جنہوں نے ہمکو اپنی رام کہانی سنائی کہ کیا کچھ اسوقت بے انتظامی و بیقاعدگی تھی۔ مامور طابو[1] "رجسٹرار" مدیون کو بغیر ثبوت دعویٰ صرف اس امید پر کہ وہ ان کچھ دے نکلے قید کر دیتا تھا جب نیا قانون مقرر ہوا ایسا نہیں ہوتا مگر

[1] مامور طابو سلطنت عثمانیہ میں یہ ایک قدیم منصب تھا جو معاملات اراضی و تاریخ بیع کی نظارت و [illegible] رجسٹری کرتا اور سلطان سلیمان قانونی کے قانون کے موافق غیر خالصہ زمینوں کو خالصہ میں داخل کیا کرتا تھا۔

سلطان سلیمان قانونی نے اپنے ملک کی زمین کو دو حصوں میں منقسم کیا تھا [illegible] زمین کی مالک سلطنت تھی اور نہ ہی اسکو بیچ سکتی تھی اب سلطنت عثمانیہ نے اس قاعدہ میں [illegible] زمین [illegible] شاہی ملکیت قرار دی گئی [illegible] بالکل چھن گئی اور تمام چیزیں سلطنت کی ملک [illegible]

دوسری اسلامی سلطنتوں میں اب تک یہی اندھیر نگری چوپٹ راج کا مضمون ہے کہ قیدی جیلخانہ میں پڑے پڑے مرجاتا ہے مگر اسکو یہ پتہ نہیں کہ میں کیوں قید ہوں یا دار وغہ جیل کو یہ نہیں معلوم ہوتا کس وجہ سے مرا نہ کوئی حاکم خبر لیتا ہے کہ کیا ہو رہا ہے۔ اسی حاکم کو کبھی خیال آجائے تو آجائے جسنے کچھ مال وصول کرنے یا انتقام لینے کے لئے قید کیا ہے۔ یہ انتہا درجہ کا ظلم ہے جو قضا کے منتظم نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا۔ والعیاذ باللہ۔

اسلام اس قسم کی رسوائیوں سے بالکل بیزار ہے وہ ہرگز مسلمانوں کو ایسی ذلت میں نہیں رکھنا چاہتا تھا۔ اسلام نے اجتہاد ان مسائل میں جنکے لئے نص صریح نہیں اس غرض سے مشروع کیا تھا تاکہ مسلمانوں سے مفاسد و تنگیوں کا دفعیہ کیا جائے اور ان واقعات و حوادث کا جو آنحضرت کے زمانہ میں پیش آئے تدارک کیا جائے اسی وجہ سے خلفائے راشدین کے سامنے کوئی ایسا واقعہ آتا تھا تو مسلمانوں سے مشورہ کرکے حکم دیتے۔ اسی طرح ائمہ مجتہدین نے جب دیکھا کہ امت کے معاملات بڑھ گئے ہیں اور ہر روز نئی نئی ضرورتیں پیش آتی ہیں تو فروع کی بنیاد ڈالی اور بہت وسعت کے ساتھ احکام کا استخراج کیا۔ غرض ترقی کی رفتار اسباب و معاملات کی کثرت کے موافق ہے اور مصلحت یہ ہے کہ اجتہاد بھی اس ترقی کے ساتھ ساتھ چلتا رہے تاکہ ان جھگڑوں اور دقتوں کا فیصلہ ہوتا جائے جو زمانہ کی رفتار سے پیدا ہو جاتے ہیں۔ اگر یہ روش اس وقت تک برتی جاتی تو مسلمانوں میں افراتفری نہ پیدا ہوتی اور نہ یوں اوج کمال سے حقیقی پستی میں گرتے اور قانون شریعت ترقی کرکے اس قابل ہو جاتا کہ ہر ایک ظلم و آفت کو روکتا جسنے مسلمانوں کو استخوان بے مغز اور انکی آبادی کو متزلزل کر دیا ہے۔ لیکن فقہا نے مدتوں سے اجتہاد کے دروازے کو بند کر دیا ہے مگر بوجہ سیاست چونکہ اسمیں امرا و حکام کا نفع تھا کہ وہ ظلم و تعدی کی باز پرس سے بچے رہینگے اور کوئی انکے خلاف رائے نہ قائم کر سکیگا انہوں نے فقہا کی امداد کی اور انکے دعوے اور تحکم کو تدبر و قوت سے مستحکم کر دیا کیونکہ اجتہاد کا مدار ہی مصلحت پر اور مصلحت یہ چاہتی ہے کہ جو کچھ خرابی پیدا ہو وہ کھیجائے اور اس سے حکام کی خودمختاری و خودغرضی کو صدمہ پہنچتا تھا اس اجتہاد کا دروازہ بند ہوا اور اب تک بند ہی چلا آتا ہے یہاں تک قوانین و فقہیہ پر عملدرآمد ہوتے لگا جس سے دنیوی امور میں قومیں مستفید ہوتی ہیں اب بھی شریعت کے کشادہ دروازے اور وسیع دربار سے فقہا ہمیں روکتے اور بروسا قبل کرتے ہیں اے خدا تو اپنے فضل و کرم سے اس تنگی سے نکلنے کی توفیق دے اور کشادگی کا دروازہ دکھا۔

بیشک تو دعا کا قبول کرنیوالا ہے۔ ہمارے اس بیان سے یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ ہم اجتہاد کے دروازے ہر شخص اور ہر وقت کے واسطے عام طور پر کھولنا چاہتے ہیں تاکہ جو چاہے آزادی سے بحث کر کے اجتہاد کرنے لگے۔ بخدا نہ ہماری یہ رائے ہے اور نہ ہم یہ چاہتے ہیں کیونکہ اسی سے تو اختلاف عظیم پیدا ہوا کہ ہر شخص علیحدہ علیحدہ رائے زنی کرنے لگا جس سے قضا کا شیرازہ پراگندہ اور احکام اختلاف کا ہدف بن گئے۔ ہم جس اجتہاد کو کھولنا اور جسکو اس مرض کا علاج سمجھتے ہیں وہ وہی طریقہ ہے جسکو حضرت ابوبکرؓ و عمرؓ نے اجتہادی مسائل میں برتا تھا۔ یعنی شخصی رائے اور حکم نہ رکھا جائے کہ جسمیں دوسرے اسکی مخالفت کریں اور ایک امت کے واسطے بے انتہا قوانین بن جائیں جیسا کہ آجکل مخرجین و مرجحین کے وجہ سے ہو رہا ہے۔ بلکہ اس امر کو علما کی ایسی جماعت کے سپرد کیا جائے جو باوجود علوم شرعیہ پر دسترس کامل رکھنے کے ضرورت زمانہ اور امت کے حالات سے بھی واقفیت رکھتے ہوں اور انکو [illegible] تاکہ وہ اجتہاد شوریٰ کے بعد فیصلہ کریں اور جو حکم ضرورت زمانہ کے موافق اور ترقی و تمدن کا منافی نہو وہی حکم جاری کیا جائے جیسا کہ ابوبکرؓ اپنے وقت میں اہل الرائے صحابہ کو معاملہ پیش ہونے کے وقت مشورے کے واسطے جمع کرتے تھے اور جیسا کہ صحابہ کا اجتہاد ضروریات سے مختص تھا اسی طرح ان علما کا اجتہاد بھی اسوقت ہو کہ جب امت و سلطنت کو معاملہ پیش آئے تاکہ واقعہ کو جان بوجھ کر عدل سے حکم کریں نہ تعطیل احکام کی گنجایش رہے اور نہ حکام کو خود غرضی سے حکم دینے کا موقع ملے۔

اس سے شریعت کے احکام کا ایسا ایک قانون تیار ہو جائیگا جو حقوق و سزا کو شامل اور اختلاف کی بھرمار سے خالی ہوگا ہر عام و خاص کو اس سے حکم لگانے اور سمجھنے کا موقع ہوگا اور اسپر حکومت کا دارومدار ہے جیسا کہ اب دولت عثمانیہ نے شرعی احکام کا ایک قانون بنا دیا ہے کہ فتویٰ پوچھنے اور نصوص کے کھینچ تان کی گنجایش باقی نہیں رہی ہے۔ اسی طریقہ کو ہم درست اور اسلامی امراض قضا کا بہتر علاج جانتے ہیں جو خلفاء راشدین کے طریقہ کے موافق ہے ہذا و فوق کل ذی علم علیم واللہ ولی الارشاد والیہ یرجع الامر

اولیات ابوبکر

آپ پہلے خلیفہ ہوئے اور اُن خلفا میں اول ہیں جو اپنے باپ کی حیات میں خلیفہ مقرر ہوئے آپ ہی کے واسطے پہلے پہل رعیت نے عطیہ مقرر کیا۔ اسلام سب سے پہلے آپ ہی لائے جیسا کہ اسکے

متعلق اوپر بیان ہو چکا۔ سب سے پہلے آپ ہی نے قرآن جمع کیا اور بیت المال مقرر کیا۔

مکاتیب و خطب

سپہ سالاروں کو مرتدوں سے لڑنے کے واسطے جو فرمان دیا حسب ذیل ہے)۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یہ ابو بکر خلیفہ رسول اللہ کی طرف سے عہد نامہ ہے جو فلاں شخص کو مرتدوں سے لڑنے کے لئے دیا اور اس سے عہد لیا کہ ظاہر و باطن ہر حال میں تا بمقدور خدا سے ڈرتا رہے۔ اور حکم دیا کہ پہلے اسلام کی دعوت کرو اگر مان جائے تو خیر ورنہ جو خدا کے راستہ سے منہ موڑ کر شیطان کی اطاعت میں قدم رکھے اسپر حملہ کرو جبتک وہ اطاعت نہ کریں کوشش کے ساتھ جہاد کرتے رہو جب وہ مان جائیں انکے حقوق و فرائض سے انکو آگاہ کرو۔ جو کچھ انپر واجب ہے انسے لے لو۔ اور جو انکے حقوق ہیں انکو دو۔ اور ڈھیل میں نہ ڈالو۔ جو مسلمان دشمنوں سے لڑنے جائے اسکو نہ لوٹائیں۔ جو شخص حکم الٰہی مان لے اسکو قبول کر لو اور اسکی مدد کرو جسنے احکام الٰہی مان لینے کے بعد کفر کیا اسپر جہاد کرو لیکن جو پھر بھی دعوت اسلام قبول کرے اس سے لڑائی کی ضرورت نہیں۔ اسکے باطن کا حساب کرنے والا خدا ہے۔ جو دعوت اسلام قبول نہ کرے اس سے لڑو جہاں کہیں ہو یا جہاں بھاگ کر جائے خدا کسی سے بجز اسلام کے اور کچھ نہیں منظور کرتا۔ پس جس شخص نے اسلام کو مان لیا اسکی مدد کیجائیگی اور جسنے انکار کیا مقابلہ کیا جائے۔ اگر خداوند عالم غلبہ دے تو ہلاک کرو جسطرح ہو ہتھیار سے آگ سے اور جو کچھ غنیمت ملے پانچواں حصہ نکالکر بیت المال میں داخل کر دو۔ باقی بانٹ لو۔ اپنے ساتھیوں کو عجلت و فساد سے روکو۔ غیر لوگ مسلمانوں میں نہ گھسنے پائیں جبتک کہ یہ نہ معلوم ہو جائے کہ کون ہے اور کس قبیلہ سے ہے تاکہ وہ جاسوس بنکر مسلمانوں کو نقصان نہ پہنچائے۔ چلنے اور ٹھہرنے میں نرمی کرنا چاہیے چلتے وقت عجلت نہ کرو سب کا جائزہ لے لیا کرو۔ مسلمانوں کو نرمی گفتار اور حسن معاشرت کی تعلیم دو۔

مرتدوں کے نام کا فرمان۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ابو بکر صدیق کی طرف سے عوام و خواص کے نام خواہ وہ اسلام پر قائم ہو۔ یا پھر گئے ہوں۔ سلام ان لوگوں پر جنہوں نے ہدایت کی پیروی کی اور بعد ہدایت کے گمراہی کی طرف منہ نہیں موڑا۔ میں خدا کی تعریف کرتا ہوں جو اکیلا ہے اور گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اور محمد خدا کے بندے اور رسول ہیں۔ اور اللہ نے جو کچھ نازل کیا اسپر ایمان رکھتا ہوں۔ اما بعد خدا نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو سچا نبی بنا کر بھیجا جو خوشخبری دینے والے اور ڈرانیوالے

ہیں۔ اور خدا کی طرف بحکم الہی بلانے والے اور روشن چراغ ہدایت ہیں۔ تاکہ زندوں کو ڈرائیں۔ اور کافروں پر عذاب کا وعدہ پورا ہو جو شخص دعوت اسلام کو قبول کرتا خدا اُسکو ہدایت کرتا ہے اور جو پشت پھیرتا رسول صلی اللہ علیہ وسلم بحکم الہی اُسکو مارتے جبتک کہ طوعاً و کرہاً اسلام کی طرف رجوع کرے۔ اسکے بعد آپ خدا کا حکم نافذ اور مسلمان کو نصیحت اور اپنے فرائض کو ادا کرکے راہی ملک بقا ہوئے۔ خدا نے اسکی خبر اپنے کلام پاک میں پہلے ہی سے کر دی تھی۔ (انک میت وانھم میتون) یعنی تم بھی مرنیوالے ہو اور وہ بھی مرنیوالے ہیں (وما جعلنا لبشر من قبلک الخلد افائن مت فھم الخالدون) تم سے پہلے کسی آدمی کو ہمیشہ کی زندگی نہیں دی۔ سو کیا اگر تم مر جاؤگے تو وہ ہمیشہ رہینگے۔ اور مسلمانوں کو یوں خطاب کرکے سمجھا دیا (وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل افائن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ومن ینقلب علی عقبیہ فلن یضر اللہ شیئاً وسیجزی اللہ الشاکرین۔) محمدؐ تو صرف رسول ہیں انسے پہلے بہتیرے رسول ہو گذرے سو کیا اگر مر گئے یا مقتول ہوئے۔ تم اپنے پیروں پر پھر جاؤگے۔ اور جو شخص اپنے پیروں پر پھر جائیگا اللہ کا کچھ نہ بگاڑیگا۔ اور اللہ شاکروں کو یقیناً (نیک) بدلہ دیگا۔ پس جو شخص محمدؐ کو پوجتا تھا تو محمد تو یقیناً مر گئے اور جو ایک خدا کی بے شریک پرستش کرتا تھا وہ زندہ اور قائم ہے نہ اسے اور نہ اُسکو نیند اور اونگھ چھوتی ہے اپنے حکم کی حفاظت کرتا ہے۔ اور اپنی جماعت کے ذریعہ دشمنوں سے بدلہ لینے والا ہے۔ میں تمکو خدا سے ڈرنے۔ اپنے نبی کے لائے ہوئے نور اور خدا کی رحمت سے حصہ لینے۔ اسلام کی ہدایت اختیار کرنے۔ دین الہی کی مضبوط رسی پکڑنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ جسکی خدا ہدایت نہ کرے وہ گمراہ ہوا اور جسکو عافیت نہ عنایت کرے وہ مصیبت میں مبتلا ہوا۔ جسکی خدا مدد نہ کرے وہ یکہ و تنہا بے یار و مددگار ہے۔ بس جسکو خدا نے ہدایت کی وہ راہ راست پر آیا جسکو گمراہ کیا وہ بے راہ ہوا (من یھدی اللہ فھو المھتدی ومن یضلل فلن تجد لہ ولیاً مرشداً) جبتک اسلام کا اقرار نہ کرے دنیا و آخرت میں کوئی عمل مقبول نہیں ہوتا۔ مجکو معلوم ہوا ہے تم میں سے جنہنے اسلام قبول کرنے اور اُسکے احکام کی تعمیل کرنے کے بعد خدا سے منہ موڑا۔ جہالت۔ شیطان کی اطاعت کی طرف رجوع کیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (ترجمہ۔ جب ہمنے فرشتوں سے کہا آدم کو سجدہ کرو سبھوں نے کیا مگر ابلیس نے جو جنوں میں سے تھا نہ کیا اور اپنے رب کے حکم کی نافرمانی کی تو کیا تم اُسکو اور اُسکی ذریت کو اللہ کو چھوڑکر دوست بناتے ہو جو تمہارے دشمن ہیں۔ ظالموں کے واسطے بہت برا بدلا ہے) اور اللہ عزوجل

نے فرمایا (کہ شیطان تمہارا دشمن ہے بس تم بھی اسکو اپنا دشمن بناؤ کیونکہ وہ تو اپنے گروہ کو تمہارے دوزخی ہونے کے واسطے بلاتا ہے) میں نے تمہاری طرف فلاں شخص کو مہاجرین وانصار کے لشکر کے ساتھ روانہ کیا جو نیکی کی پیروی کرنیوالے ہیں۔ اور میں نے حکم دیا ہے کہ بغیر دعوت اسلام دئے کسی سے نہ مقابلہ کریں جو کوئی دعوت قبول کرے اور اسلام کا اقرار اور برائیوں سے باز رہے اور نیک کام کرے اسکو قبول کیا جائے اور اسکی اعانت کیجائے۔ اور جو انکار کرے اُس سے مقابلہ کریں۔ اور کسی کی کچھ قدر ومنزلت نہ سمجھیں آگ سے جلادیں خوب اچھی طرح قتل کریں عورتوں بچّوں کو قید کریں اور بجز اسلام کے کچھ نہ قبول کریں۔ پس جو شخص ایمان لاوے اُسکے واسطے بہتر ہے ورنہ وہ خدا کو عاجز نہیں کرسکتا۔ میں نے اپنے قاصد کو حکم دیا ہے کہ میرے اس اعلان کو ہر ایک مجمع عام میں پڑھکر سنائے۔ اور موذن بھی یہی حکم بآواز بلند پکار دیں پس جب مسلمان اذان دیں مرتدین بھی مقابلہ میں اذاں دیں تو اُنپر حملہ نہ کیا جائے اور اگر اذان نہ دیں تو اُنسے واجبی بازپرس کیجائے اور جواب دینے انکار کریں اُنپر فوراً حملہ کیا جائے اور وہ باتیں مان جائیں جو انہیں ماننی چاہئیں تو اُن سے شایستہ سلوک کیا جاوے۔

حضرت عمرؓ کا عہد نامہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ خلیفہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکرؓ کا عہد نامہ ہے جو دنیا سے چلنے اور عاقبت میں داخل ہونے کے وقت کیا جسمیں کافر بھی ایمان لاتا اور بدکار بھی بدکاری کو چھوڑکر نیکوکار ہوجاتا ہے۔ مسلمانو میں نے عمر بن الخطاب کو تمہارا خلیفہ مقرر کیا۔ اگر اسنے احسان اور عدل کیا تو یہ مجکو اسسے توقع ہے۔ اور اگر ظلم کیا اور میرے خیال کو بدل دیا تو مجکو غیب کا علم نہیں۔ میں نے ارادتاً اچھائی کی ہے۔ ہر ایک کے اعمال اُسکے ساتھ ہیں (وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون) ظالموں کو معلوم ہوجائیگا کہ کس طرف لوٹتے ہیں۔

عمرو بن عاص کے نام خط

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ میں نے تمکو وہی کام دیا جو ایک دفعہ نہیں دو دفعہ رسول خدا تمہیں دیچکے ہیں۔ میں تمہیں عمان بھیجتا ہوں تاکہ رسول اللہ کے وعدوں کو پورا کرو۔ میں نے تمکو والی کیا اور پھر والی کیا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ تمہاری بھلائی کی جو دنیا وآخرت میں حاصل ہو اپنی طرف سے پوری کوشش کروں۔ لیکن چاہئے کہ جو کام تمکو سونپا گیا ہے وہ تمکو محبوب تب ہو اور تم اُس سے دل لگاکر انجام دو۔

خطا بنام خالد ابن ولید　اس خط میں آپ نے خالد بن ولید کو جبکہ وہ مسلمانوں کی جماعت کو چھوڑ کر مقام حج سے لوٹ پڑے تھے اسلئے یہ خط عتاب آمیز ہے اور حکم ہے کہ واپس شام کو جاؤ۔

(اما بعد) میرے نامبردار نوجوان۔ یرموک میں جاکر مسلمانوں سے ملو۔ انہوں نے دشمنوں کا سر توڑ دیا ہے اور انکے دلوں کو غم والم سے بھر دیا ہے اور خبردار پھر ایسی حرکت نہ کر جو اس دفعہ کی۔ اللہ کی مدد سے تمہارے غمگین کرنے سے مسلمانوں کی جماعت اندوہگین نہیں ہوئی اور تمہارے جدا ہو جانے سے انکا کچھ بگاڑ نہیں ہوا۔ اے ابو سلمان نیت کو درست کرو۔ اور اپنا کام پورا کرنے کی کوشش کرو۔ اللہ اسے پورا کریگا۔ اور عجب و پندار کو دل میں جگہ نہ دو کہ باعث خسران و خذلان ہے۔ اور خبردار اپنی کارگذاری پر اترانا نہیں۔ اسلئے کہ یہ تمام احسان اللہ کا ہے اور وہی جزا دینے والا ہے۔

دارئین کے بارہ میں ابو عبیدہ کے نام خط　بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ ابو بکر صدیق کی طرف سے ابو عبیدہ بن جراح کے نام بعد سلام علیک معلوم ہو کہ میں خدائے واحد کی حمد کے بعد۔ اللہ و آخرت پر ایمان رکھنے والے کو دارئین فرقوں میں فساد کرنے سے منع کرتا ہوں۔ اور اگر اہل دارئین وہاں سے جلاوطن ہو گئے ہوں اور اب پھر وہاں کاشتکاری کی نیت رکھتے ہوں انکو اجازت دیدینی چاہیے اور جب وہ لوٹ کر واپس آجائیں انکی زمینیں انکے حوالے کردو وہی اسکے مستحق ہیں۔ والسلام۔

جاہلیت اور اسلام میں خطابت　خطابت کی مختصر تاریخ یہ ہے کہ وہ عرب میں قدیم زمانے سے شعر و شاعری کے ساتھ چلی آتی ہے اسمیں انکو دستگاہ کامل اور بہت بڑی مہارت تھی اور انکی تاریخ میں خطابت کو بہت بڑا اثر رہا ہے اور صدہا واقعات اسکے متعلق موجود ہیں۔ مختصر حالات مناسب مقام بیان درج کئے جاتے ہیں کیونکہ فصحائے اسلام کے خطبات اس کتاب میں جابجا آئینگے۔

عرب میں خطبہ کا دستور تھا کہ خطیب لوگوں کے سامنے کھڑا ہو کر خطبہ پڑھتا۔ اگر کسی میدان و سفر میں ہوتا تو کسی بلند مقام پر چڑھ جاتا اگر کوئی ٹیلہ نہ ہوتا تو پالان پر چڑھکر خطبہ سناتا اور اگر قیام کی حالت ہوتی تو ممبر پر کھڑا ہو کر پڑھتا۔ خطیب کے لئے ضروری تھا کہ ہاتھ میں کوئی چیز مثل عصا۔ چھڑی کمان۔ نیزہ ضرور ہو اسکے متعلق عرب کے مختلف اشعار ہیں سمن بن اوس مزنی عصا کی بابت کہتا ہے

فلا تعلی العصا الخطباء یوما ۔ وقد تکفی المقادۃ والمقالا ۔ کمان کے متعلق لبید بن ربیعہ کا شعر ہے ؎

ما ان اہاب اذا السرادق عمہ ۔ قرع القسی وارعش الرعدید ۔ نیزہ کی طرف جریر بن خطفی کا شعر اشارہ کرتا ہے

؎ من للقناۃ اذا ما عی قائلہا ۔ وللاعنۃ یا عمرو بن عمار ۔ جب اسلام کا دور دورہ ہوا ان امور میں سے بہت کچھ باقی رکھا چنانچہ اہل اسلام کے اشعار عصا چھڑی کے متعلق اکثر آتے ہیں انہیں میں سے ایک کتا ہے

ﮯ اذا قرعوا المنابر ثم خطوا۔ باطراف المخاصر کا لقضاب۔ اب بھی خطیب لکڑی کی تلوار رکھتے ہیں۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر کھڑے ہو کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ اسی طرح خلفاء راشدین بھی منبر پر
کھڑے ہو کر خطبہ پڑھتے تھے۔ لیکن خطبہ نکاح بیٹھ کر پڑھتے تھے۔ اسیواسطے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے
فرمایا کہ (ماتیصعد نی کلام کمایتصعد نی خطبۃ النکاح) کیونکہ آپ اسکو بیٹھ کر پڑھا کرتے تھے۔ عرب کے
نزدیک خطابت کا بھی وہی مرتبہ تھا جو شعر کا تھا اسکے ذریعہ سے بھی مجلسوں میں فخر و مباہات کرتے
خطیب خطبہ کے واسطے بہترین الفاظ کا انتخاب کرتا۔ مگر تب بھی سادگی سے پُر ہوتا۔ کیونکہ انکا طرز
معاشرت و تمدن ہی بالکل سادہ تھا جب اسلام آیا اور عرب نے اعجاز قرآنی دیکھا۔ ان لوگوں کی
طبیعتیں کھلیں اور فکر کی تنگ و دو بڑھی اور طبائع کی رسائی اور بلند پروازی دور تک ہونے لگی
صحابہ و تابعین کے زمانہ میں اس فن کو وہ کمال عروج حاصل ہوا کہ بایدوشاید۔ خطبوں سے معلوم
ہوتا ہے کہ انکی اس سادگی میں کیا کیا جوہر آبدار بھرے ہوئے تھے صرف چھیڑنے کی ضرورت تھی کہ بھڑک
اُٹھتے تھے۔

اس ترقی کا اصلی راز و مرجع کلام الٰہی ہے اسکے چند وجوہ ہیں (اول) یہ کہ قرآن اگرچہ انکی
زبان میں نازل ہوا جسپر وہ ناز و فخر کیا کرتے تھے مگر اسکے اسلوب جدید و بیان معجز نمانے عرب کے
فصحا و بلغا کو عاجز کر دیا اور اُنکے دلونمیں کچھ ایسی جگہ کر گیا کہ اپنے پرانے بدویانہ طریق اور غریب الفاظ
کو بھلا کر جنکو پرانے خطیب سرمایہ ناز سمجھا کرتے تھے ایک نیا ملکہ کلام کے اسلوب و حسن ادا کا پیدا
کر دیا یہانتک کہ کسی فصیح خوش بیان کے کلام میں کچھ آیات قرآنی نہوتیں تو وہ اُسکو معیوب سمجھتے تھے
جاحظ نے ہشیم بن عدی سے اُنہوں نے عمران بن حطان سے روایت کی کہ میں نے زیاد یا ابن زیاد کی
مجلس میں ایک خطبہ پڑھا جس سے حاضرین بہت محظوظ ہوئے اسمیں میرے چچا اور والد بھی موجود تھے
اسکے بعد میرا بعض مجالس پر گذر ہوا لوگ چرچا کر رہے تھے یہ شخص تمام عرب میں بہترین خطیب ہے
کاش اسکے کلام میں کچھ حصہ قرآن کا بھی ہوتا جاحظ نے ہشیم کی روایت سے بیان کیا کہ محفل و مجمع
میں گفتگو کرتے وقت آیات قرآنی کا اپنے کلام میں لانا بہت پسند کرتے تھے اسلئے کہ کلام میں خوبی
و وقار پیدا ہو جاتا ہے۔

دوسری یہ کہ اسلام نے عرب کی خشونت اور بدخلقی کو دور کر کے نرمی و اخلاق کا پتلا بنادیا تھا
اس سے باریک معانی اور لطیف و نازک کلام کا لانا انپر بہت آسان ہو گیا اور اپنی لطافت طبع سے
کلام کے لطائف کو خوب سمجھنے لگ گئے تھے۔

تیسرے یہ کہ قرآن شریف کی خوش اسلوبی ومعجز بیانی اور دلکش نظم نے خوف ورجا کو ملا کر ایک عجیب کیفیت دلمیں پیدا کر دی تھی اور عربوں کو تفنن عبارت اور دل لبھانیوالے وہ پیرایے سکھائے تھے کہ خطیب ایک خطبہ سے اپنے سر سے وہ وہ بلائیں ٹالتا اور اسطرح قلوب کو مسخر کرتا کہ وہ تسخیر فوج جرار کی مدد سے حاصل ہوتی یا کو خزانے بیکراں کے خرچ کرنے سے جیسا کہ ابوبکر صدیقؓ نے سقیفہ کے دن اپنی قوت بیان سے مہاجرین وانصار کو اپنا گرویدہ بنا کر امت کو پیش آیند مصائب والام سے نجات دیدی - اسی طرح حجاج کے ایک خطبہ سے اہل عراق کو جنہوں نے سلطنت مروانیہ کا غاشیہ اپنے کندھوں سے اتار کر پھینک دیا تھا - اور فتنہ وفساد پر کمر بستہ ہوگئے تھے بے دام غلام بنالیا چنانچہ مشہور ہے کہ جب حجاج عراق میں پہنچا اور منادی کرائی کہ مسجد میں آؤ تمام لوگ کنکر وپتھر ہاتھوں میں لیکر غصہ سے بھرے ہوئے سنگسار کرنیکی نیت سے آموجود ہوے۔ حجاج ممبر پر بیٹھا ہوا تھا۔ اسنے وہ سحر بیانی دکھائی کہ تمام حاضرین دم بخود رہگئے کسی کو ہوش نہ رہا۔ ہاتھوں سے پتھر چھوٹ کر گر گئے اور کچھ ایسا دلوں پر اثر ہوا کہ تمام لوگوں نے سر تسلیم خم کر دیا اور اسی کے کلمہ گو بنگئے جیسا کہ اسکے حالات میں اس خطبہ کا ذکر آئیگا۔

چوتھے اسلام نے جو نامہ فتح کے دروازے کھولے اور ہر چہار طرف حکومت وشوکت کے جھنڈے گاڑے اختلاط وحاجت کی وجہ سے انکو کلام وخطاب میں بھی بہت وسعت کرنا پڑی اور دائرہ بیان بہت وسیع ہوگیا۔ یہ تھی اسلام میں خطابت کی شان وبرتری اور یوں سخت سے سخت دلوں پر قوت بیان وزور بیان سے غلبہ حاصل کیا جاتا تھا۔ لیکن افسوس کہ حکومت مروانیہ کے متوسط زمانہ سے اس فن کو گھن لگنا شروع ہوا اور ہر ایک طرف سے فساد نے گھیر لیا۔ ایکطرف زبان بگڑنی شروع ہوگئی۔ دوسری طرف خلفاء میں جبروت وعظمت کا خیال آتا گیا حتے کہ عوام کے سامنے آنا اور انسے بات کرنا ایک بیعزتی کی بات خیال ہونے لگی۔ ابتدائے اسلام میں خلفا کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی مہم پیش آتی یا کوئی عام حکم دینا ہوتا۔ یا کسی امر میں مشورہ لینا یا وعظ ونصیحت یا رعایا کو ڈانٹنا مدنظر ہوتا عام منادی کر دیجاتی سب مسجد میں جمع ہوجاتے اور خلیفہ منبر پر چڑھکر جو کچھ بیان کرنا ہوتا بیان کرتا۔ لیکن ان لوگوں کا جنہوں نے بعد میں خلافت کو قیصر وکسری کی حکومت بنا دیا اسطرف خیال تک نہ گیا۔ وہ یہ تو جانتے تھے کہ شاہی رائے میں ایک ایسی زبردست قوت ہے جس سے رعایا منہ نہیں موڑ سکتی۔ تمام لوگوں کو اپنے مقابلہ میں بیکار وہیچ سمجھ لیا اور بھیڑ وبکریوں کی طرح قوت وجبروت کی لاٹھی سے جس طرف چاہا اُسکو چلایا نفسوں پر کیا کیفیت طاری ہوتی ہوگی اور دلوں پر کیا اثر ہوتا ہوگا جب قوم کا سردار جسپر انگلیاں اٹھتی نگاہیں پڑتی ہوں۔ دلوں کو اسطرف میلان ہو سامنے کھڑے ہوکر تقریر کرے۔ حاضرین سختی کریں تو وہ نرم گفتار سے موم بنالے جب نافرمانی کریں جادو بیانی سے

رام کرے۔ کبھی دلوں میں امید وبیم پیدا کرکے دلوں پر حکومت کرے۔ ضرورت پر شجاعت وبہادری کی جان ڈالکر سخت سے سخت دشمن پر حملہ کرے اور بدخواہ کو چشم زدن میں پامال کرکے زمین کا پیوند بنادے شیریں بیانی سے جان ومال پر قابض ہوجائے۔

بخدا یہ بہت بڑا مرتبہ ہے جسکو امرا نے جہالت سے چھوڑ دیا۔ یہ ایسی قوت ہے جسکا تصرف جسم سے پہلے دل وجان پر ہوتا ہے۔ برخلاف اسکے جبر وتشدد کا اثر صرف بدن پر ختم ہوجاتا ہے پہلے پہلے خطابت کو ولید بن عبدالملک کے زمانہ میں کمزوری ہوئی اسلئے کہ اسنے خطبہ بیٹھکر پڑھنا ایجاد کیا۔ اسکے پہلے جتنے خلفا گذرے سب کھڑے ہوکر پڑھتے تھے۔ یوں خطبہ کی توہین شروع ہوئی اور آخر کار خلفاء نے اسکو چھوڑ دیا یا تو بسبب بڑائی ونخوت کے یا بسبب عاجزی وکمزوری کے۔ غرضکہ خلیفہ مامون عباسی تک خطبہ پڑھنا ختم ہوگیا اسکے بعد جب امامت میں کمزوری آگئی تو جسطرح فرائض خلافت کو نائب ادا کرتے تھے اسکو بھی دوسروں کے سر چپکا دیا گیا۔ حتیٰ کہ خطبہ جمعہ بھی ایک معمولی خطبہ ہوگیا۔ اور خلفا نے اس سے بھی پہلوتہی کیا۔ یہانتک کہ آگے چلکر وہ غرض ہی بھلادی جسکے واسطے خطبہ مقرر کیا گیا تھا۔ اور اسکا نفع نقصان سے اور اسکی بھلائی برائی سے بدل گئی کیونکہ یہ مرتبہ جلیلہ ان لوگوں کے سپرد ہوا جو محض جاہل وناکارہ تھے۔ منبروں پر چڑھکر جہالت و ناگوار باتیں سناتے اور مسلمانوں کو گمراہ وبرباد کرنے لگے۔ حالانکہ انہیں سے علم وحکمت کے چشمے جاری ہوئے اور انہوں نے جہالت وگمراہی کے گرد وغبار کو فرو کیا۔ انہیں ممبروں پر کھڑے ہونیوالوں نے جہالت کے پردے اٹھائے اور گمراہوں کو راہ ضلالت سے باز رکھا۔ صدہا مثالیں اور ہزاروں آفتیں دفع کیں۔ ممبروں پر ایسے عالم ودانشمند کھڑے ہوتے تھے جنکے سینے گنجینہ معرفت اور دماغ عقلوں سے منور ہوتے حضرت اپنی زبانوں سے کلمات دل افزا بیان کرتے جنکے سننے سے مردوں میں جان پڑجاتی اور نشاط ذوق سے مست ہوجاتے۔ لیکن افسوس وصد افسوس کہ یہ لوگ گذرگئے۔ اب کہاں ہیں۔ البتہ مغرب میں اب بھی کچھ ایسے خطیب موجود ہیں

خطبات حضرت ابوبکرؓ

حضرت ابوبکر بہت ہی فصیح البیان قوی الحجۃ تھے جب تقریر فرماتے اللہ تعالےٰ کا بہت ذکر کرتے اسکے عذاب سے ڈراتے ثواب کی امید دلاتے۔ زبیر بن بکار سے مروی ہے کہ انہوں نے بعض اہل علم سے سنا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں زیادہ فصیح وبلیغ دو شخص تھے ابوبکر و علیؓ

ہمکو جسقدر آپ کے خطبے دستیاب ہوئے انکو ذیل میں درج کرتے ہیں۔

(۱) جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وفات ہوئی لوگ سخت پریشانی وبیچینی میں مبتلا ہوگئے آپ یہ سانحہ جانکاہ سُن کر سنح سے روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس گئے۔ دیکھکر باہر واپس آئے اور لوگوں کو مخاطب کرکے فرمایا۔

خطبہ اول صفحہ ۱۱۸

اشہد ان لا الہ الا اللہ الخ

میں گواہی دیتاہوں کہ اللہ ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں۔ اور محمدؐ اسکے بندے اور رسول ہیں اور کتاب ویسی ہی ہے جیسی نازل ہوئی اور دین ویسا ہی ہے جیسا شروع ہوا۔ اور حدیث ویسی ہی ہے جیسی کہ بیان ہوئی۔ اور بات ویسی ہے جیسی کہ کہی۔ بیشک خدا حق ہے۔ اسیطرح بہت کچھ بیان کرکے فرمایا۔ اے لوگو جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ جان لے محمدؐ تو مرگئے۔ اور جو خدا کو پوجتا تھا تو خدا بیشک زندہ وقائم ہے۔ خدانے پہلے ہی تمکو اپنے کلام میں آگاہ کردیا تھا۔ اب اُسکو بےصبری سے نہ پکارو خدانے اپنی نبی کو دنیا کے مقابلہ میں اپنے انعام واکرام کے لئے اپنے پاس بلالیا تمہیں کتاب اور سنت کے تمہارے چھوڑ دیا اور نبی کو اپنے ثواب کے واسطے بُلالیا۔ جو شخص کتاب وسنت پر عمل کریگا مقبول ہوگا اور جو انمیں جدائی کرے گا منکر ہوگا۔ اے مومنو میانہ روی ہاتھ سے نہ دو۔ ایسا نہو کہ تمکو شیطان تمہارے نبی کی موت سے بہکا کر فتنہ میں ڈالدے تم تعجلت وہ کام کرو جس سے اُسے مغلوب کرسکو۔ اسکو مہلت نہ دو تا کہ تمکو بہکائے۔

(۲) سقیفہ میں بعد حمد ونعت کے یہ خطبہ پڑھا۔

خطبہ صفحہ ۱۱۸

ایھا الناس الخ

اے لوگو۔ ہم مہاجر ہیں۔ اسلام میں سب سے آگے حسب میں سب سے بزرگ از روے وطن کے متوسط خوش رو۔ کثیر الاولاد۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عزیز وقریب۔ اسلام وقرآن میں تم پر مقدم اللہ تعالےٰ نے فرمایا (اور وہ لوگ جو سبقت کرنیوالے ہیں اگلے مہاجروں سے اور انصار جنہوں نے بھلائی سے انکی پیروی کی) ہم مہاجر ہیں تم ہمارے دینی بھائی انصار اور فیٔ میں ہمارے شریک

وقت پڑنے پر دشمن سے مقابلہ میں ہماری مدد کرنیوالے۔ تمنے ہمکو پناہ دی۔ اور ہمسے سلوک ہوئے۔ اللہ تم کو اسکی جزائے خیر دے۔ بس ہم امیر ہیں اور تم وزیر ہو۔ اسلئے کہ عرب سوائے قریش کے کسی کی حکومت نہ مانینگے پس جو فضل اللہ تعالٰے نے تمہارے بھائی مہاجرین کو عطا کیا ہے آمیں منافست کو کام میں نہ لاؤ۔

(سقیفہ کا دوسرا خطبہ)

خطبہ سوم صفحہ ۱۱۹

نحن اھل اللہ۔ الخ

ہم اللہ کے خاص بندے ہیں اور بیت اللہ کے قریب تر رہنے والے ہیں اور رسول اللہ کے قریب ترین قرابت مند ہیں۔ مسلمانو کوئی ایسی ویسی بات نہیں اگر خزرج نے ہاتھ بڑھایا تو اوس کوتاہی نکرینگے اگر اوس نے دست درازی کی تو خزرج نہ چوکینگے۔ ان دونو قبیلوں میں ایسا کشت و خون ہوچکا ہے جو ابھی تک فراموش نہیں ہوا اور جسکے زخم ابتک نہیں بھرے ہیں۔ اگر تم میں سے کسی کے منہ سے کوئی بات نکلی تو سمجھ لو کہ وہ شیر کے منہ میں ہے مہاجرین اُسکو چبا جائینگے اور انصار اُسے پھاڑ ڈالینگے۔

اس خطبہ نے انصار کے دلوں پر بڑا اثر کیا اور اوس سے متنبہ ہوگئے اور خیال ہوگیا کہ کہیں خلافت خزرج کو نہ ملجائے۔ اور یہی خطرہ خزرج کو دامنگیر ہوا۔ اسلئے دونوں نے متفق ہوکر خلافت قریش کے لئے چھوڑدی اور یوں فتنہ کی آگ بجھ گئی اور مسلمان تفرقہ اور خلاف سے بچ گئے۔

آپ نے خلافت پانے کے بعد ایک اور خطبہ پڑھا جو اسکے علاوہ ہے کہ بیعت کے وقت پڑھا تھا عجب نہیں کہ یہ خطبہ عام بیعت کے بعد کا ہو۔

خطبہ چہارم صفحہ ۱۱۹

اما بعد۔ فانی قد ولیت۔ الخ

اما بعد میں تمہارا والی مقرر ہوا ہوں اور تم سے بہتر نہیں ہوں قرآن نازل ہوا اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنتوں کو رواج دیا اور جو کچھ ہمیں بتانا چاہئے تھا بتایا اور ہمیں سب کچھ معلوم ہوگیا پس اے لوگو جان لو کہ دانا تر متقی ہے اور عاجز ترین فاجر۔ اور میرے نزدیک تم میں سے قوی تر ضعیف ہے جبتک کہ میں اُس سے حق نہ لے لوں اور تم میں جو ضعیف تر ہے وہ میرے نزدیک قوی سے قوی ہے جبتک کہ اسکا حق نہ دلوادوں۔ لوگو میں متبع ہوں بدعتی نہیں جب میں ٹھیک راستہ پر چلوں تم میری مدد کرو

اور اگر کبھی اختیار کر دوں تم مجھے سیدھا کر دینا یہی کافی ہے بس- میں اپنے اور تمھارے لئے استغفار کرتا ہوں-

اسلامی حکومت کی شان

علامہ سیوطی نے اپنی تاریخ میں یہ خطبہ لکھکر امام مالک کا قول نقل کیا ہے کہ ہمیشہ امامت کے لئے یہ شرط ضروری ہے جو حضرت ابو بکر نے اپنے خطبہ میں اپنے لئے لگائی-

جس نے امام مالک کے قول میں غور و تدبر کیا ہے اور خطبہ کی حقیقت کو سمجھا ہے وہ جانتا ہے کہ مدتوں سے اسلامی خلافت قہر و جبروت کی سلطنت ہو گئی ہے اسلئے کہ مسلمانوں میں وہ طاقت نہ رہی کہ اولیاء امور کو ناراستی سے باز رکھ سکیں وہ اسلامی حکومت جو اسلامی حکومت کہلانے کی مستحق ہے اور جس سے مسلمان متمتع ہوئے بہت دن نہ رہی اور جس سلطنت کی حدبندی ابُوبکر صدیق نے اپنے اس خطبہ بیش بہا میں فرمائی- یہی حکومت و سلطنت آئینی حکومت کہلانے کی مستحق ہے جسکی نظیر آزادی کے ہوا خواہوں کو کسی عصر میں نہیں مل سکتی- اس مبارک حکومت سے مسلمان اُسوقت تک مستفید ہوتے رہے جبتک کہ تمدن کی حقیقت کو سب سمجھتے رہے- اور یہ جانتے رہے کہ سعادت و شقاوت ذاتی اعتماد اور اپنے عمل پر موقوف ہیں نہ والیان اور سرداروں پر جسکے ہاتھ میں ریاست و حکومت کا اختیار دیا جاتا ہے کیونکہ وہ ایک انہیں جیسا ہے ایسی ہی سمجھ رکھتا ہے اور سب کے برابر ہی مصلحت فہم ہے- اسلئے جب وہ کوئی اچھا کام اختیار کرتا سب اُسکے حامی و مددگار ہو جاتے اور اگر کچھ لغزش ہوتی سب ملکر سنبھال لیتے لیکن جب مسلمانوں سے یہ شعور اُٹھ گیا اور یہ خیال محال دلمیں جم گیا کہ تمدن کی حالت بے اسکے نہیں درست ہو سکتی جبتک کہ سیاہ و سفید کا اختیار سرداروں پر چھوڑ دیں اور اپنی ہستی وارادت بادشاہ کی ہستی وارادت میں گم نکر دیں جو کچھ وہ چاہے اور ارادہ کرے وہی ہو جب مسلمانوں کی یہ ردی حالت ہو گئی انکی وہ آئینی حکومت مطلق العنان اور خلافت جابرانہ حکومت اور ظالمانہ سلطنت ہو گئی- جبروت کے جوش نے شورے کے اصول اُکھاڑ پھینکے اور مصالح ملکی و مالی کو خاک میں ملادیا- اسیوقت سے دولت اسلامیہ کا شیرازہ بکھرا اور امت راعی و رعیت کے حقوق سمجھنے سے عاجز ہو گئی- نتیجہ یہ ہوا کہ بادشاہ کو سکھ نیند نہ رعیت کو آرام ملتا ہے-

یہاں تک یہ حالت بڑھتی گئی یہانتک کہ زمانہ دراز کے بعد مسلمان مطلق العنان حکومت کے [illegible] اور حریت کو بھول کر حکام کی غلامی اور اُنکے دست خوش بننے پر راضی ہو گئے-

اور رنج ومصیبت سہتے سہتے احساس کی قوت بھی انمیں نہ رہی حریت کا انکے دلوں میں کبھی خیال بھی نہ آتا جبکہ اب شخصی حکومت کے ظلم ونقصان اور معتدل جمہوری حکومت کے عدل انصاف کی خواہش کا ان لوگوں کو اتنا بھی شعور واحساس نہیں جتنا کہ یورپ کی چھوٹی سی چھوٹی سلطنتوں کو ہے تابدول عظام چہ رسد۔ ہمارے اس دعوے کا ثبوت اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ اتبک مسلمان دنیا کے ہرحصہ میں جہاں کہیں بھی ہیں ظلم او شخصی اغراض کا شکار ہورہے ہیں اور انکی ایک بھی ایسی حکومت نہیں جو جو حسن نظام اور ترقی میں مغرب کی کسی ادنی سلطنت سے مقابلہ کرسکے اور انکی ایک جماعت بھی ایسی نظر نہیں آتی جو اس مہلک، وخونخوار مرض کو سمجھتی اور تلافی مافات کے لئے اٹھی ہو اور سوے انجام پر نظر کرکے اس ناگفتہ بہ حالت سے نکلنے کی کوشش کرتی ہو۔

دنیا بھر کے دانا وفلاسفر حیران ہیں کہ مسلمان کیوں اور کسطرح اس شقاوت ونکبت پر راضی اور بلا ومصیبت پر صابر ہوئے اور ہورہے ہیں اس بے حسی کی علت خود مسلمانوں کے بھی سمجھ میں نہیں آتی اور حسن استقبال سے مایوس ہورہے ہیں یورپ کے دانا تو اس ذلت وخواری کو دین کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مسلمان اور یورپین ایک ہی شی سے بنے ہیں انکی خلقت وترکیب میں کوئی ایسا فرق نہیں جو شعور احساس کے اس تفاوت عظیم کا سبب ہوسکے۔ پس اسکی علت دین ومذہب ہی ہے لیکن یہ قول تحقیق سے خالی اور صحت سے دور ہے اسلئے کہ مسلمانوں کی ذلت کے اسباب اور اختلال نظام کے وجوہ بہت سے ہیں جنکو اسلام سے کوئی تعلق نہیں سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ وہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ استقلال واختیار انکے قابو کا نہیں اور یہ کہ اپنے تمام کا اولیا امور اور حکام پر چھوڑ بیٹھے جیسا کہ ہم سابقا بیان کرچکے لیکن یہ مذہب کی تعلیم نہیں مذہب انکو ذلت سے نفرت دلاتا ہے اور ذلت پر راضی ہونے سے منع کرتا ہے اسکی ابتدا مسلمانوں میں اسطرح ہوئی کہ بعض خلفاء نے اپنی نمود کو افراط کے درجہ تک پہنچا دیا اور مسلمانوں نے آزادی سے کہنے سننے اور انکے کام میں نکتہ چیں ہونے اور غلطیوں کے پکڑنے میں تذبذب شروع کردی اور حکومت میں وہ شان نہ رہی جو خلفاء راشدین کے عہد میں تھی اسی افراط وتفریط سے مسلمانوں کی عام دنیوی حالت پر زوال چھانے لگا اور انکی آزادی وعلو کا شیرازہ بکھرنے لگا اور حاکم ومحکوم دونو ضعیف ہوگئے اور ظالم ومظلوم دونو کے پیچھے نقصان خلفاء کو زیادہ پہنچا اور ندامت مسلمانوں کو اسلئے کہ جب خلفا کی سیاست بگڑ گئی اور انکی ہمتیں بیہودہ باتون کی طرف منعطف ہوگئیں تو شاہان اطراف انکے ملک پر ٹوٹ پڑے اور انکی سلطنت کے پرخچے اڑا دئے اور سوائے نام کی امامت اور پادشاہت کے انکے پاس کچھ نہ رہا۔ اسی لئے طرح طرح کے ظلم

اٹھائے اور ہر طرح کی بلاؤں میں گرفتار ہوئے پھر آنکھیں نہ کھلیں اگر وہ سمجھتے کہ خلفاء راشدین کا طریقہ انکی سلطنت کے پائداری اور انکی حکومت کی عزت کا باعث ہے تو ہرگز وہ اس سے بال بھر انحراف نہ کرتے اور قیامت تک اسکے خلاف قدم نہ اٹھاتے تاتاری طوفان اور عیسائیوں کے حملے صرف اس کمزوری کا نتیجہ ہے جو دربار خلافت میں بار پاچکی اور تمام قوم کو دبوچ چکی تھی اور سبب اسکا وہی طرفین کی افراط وتفریط تھی۔ خلافت اور قوم کا ضعف اس سے بڑھکر اور کیا ہوسکتا ہے کہ ممالک اسلام میں ہر ایک بڑا قریہ نکربت دبنجر جیسا ملوک طوائف کا دارالملک بنا ہوا تھا۔ اور ہر ایک اپنی حکومت میں اپنی خواہشوں کے موافق کام کرتا تھا اور اپنے پڑوسی کو مار مار نکالنے کی کوشش کر رہا تھا دینی بھائیوں پر تلوار چلا رہا تھا اور امام بغداد یا مصر میں مغلوب تھا اور کچھ نہیں کر سکتا تھا اور اسکا حکم قعر خلافت سے باہر نہیں چلتا تھا۔

ایسی پیش آمد کے بعد جس میں مسلمانوں کو سیاسی ابتری اور عیسویت اور تاتار کے لشکروں کا مقابلہ کرنا پڑا اب تک مسلمانوں کا کچھ نہ کچھ استقلال سے متمتع ہونا رہنما زمانہ کا ایک معجزہ ہے جو عقلوں کو حیران کرتا ہے۔ جو مسلمان بادشاہوں کو غور وفکر اور عبرت کی طرف بلاتا ہے اور ماضی کو حال پر قیاس کرنے پر مجبور کرتا ہے کیونکہ مسلمانوں کا تمدن ان غیروں کے تمدن سے اسوقت ارفع واعلیٰ تھا جسنے باوجود باہمی تفرقہ اور ضعف عصبیت انکو بکھرنے نہ دیا اور انکی سیادت کو زوال سے محفوظ رکھا پس جبکہ یہ صورت الٹ گئی اور مغربی تمدن دور دور پھیل کر باقی تمدنوں پر غالب آچکا ہے تو سوچ لو اسکا کیا نتیجہ ہونا چاہئے۔ نتیجہ ایسا سخت ہے کہ بے اختیار آنکھوں سے آنسو گرنے لگ جاتے ہیں اور دبا ہوا رنج وملال ابھرتا ہے اور ان آزاد روحق پسندوں کو جو نہ ریا میں گرفتار ہیں اور نہ مسلمانوں کی حالت سے بیخبر اور نہ سنن عالم سے ناواقف مجبور کرتا ہے کہ پکار کر کہدیں کہ اس طریق عمل کا نتیجہ مسلمانوں کے ان امراکو اٹھانا پڑیگا جنھوں نے عبرت بخش واقعات سے عبرت نہ پکڑی اور اپنی پرانی راہ پر چلتے رہے اگرچہ حال بدل گیا اور دنیا کا پردہ الٹ گیا یا یہ کہ قوم کے رہے سہے استقلال کو صدمہ پہنچیگا اور ملک کو زوال آئیگا ہر ایک قوم سوتی ہے لیکن مسلمانوں کی نیند حد سے گذر گئی ہے۔

(۵) حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایک اور خطبہ۔

خطبہ پنجم صفحہ ۱۲۳

اما بعد فانی ولیت ھذا الامر۔۔۔۔الخ

اما بعد میں خلافت پر مقرر ہوا لیکن میں اسکو ناپسند کرتا تھا۔ بخدا میں دل سے چاہتا تھا کہ

کہ تم میں سے کوئی اور اس بار کو اٹھا لیتا - آگاہ ہو کہ اگر تم لوگ مجھکو اس امر کی تکلیف دو کہ میں رسول اللہ کی طرح عمل کروں نہیں کرسکتا کیونکہ وہ خدا کے مقرب بندے تھے جنکی آپنے وحی سے عزت افزائی فرمائی اور ہر ایک امر میں خطا سے محفوظ و معصوم رکھا - سنو میں تمہارے ہی جیسا ایک آدمی ہوں تم میں سے کسی پر مجھکو فضیلت نہیں میری نگہداشت کرو میں جب سیدھے راستے پر ہوں میری پیروی کرو اور اگر کجی پر ہوں تو میری درستی کرو - تم لوگ یاد رکھو کہ میرے واسطے بھی ایک شیطان ہے جو مجھکو آدباتا ہے بس جب تم مجھکو غضبناک دیکھو بچو میں نہیں چاہتا کہ تمکو میں کسی قسم کا نقصان پہنچاؤں -

بخدا اگر انبیاء کے سوا کوئی شخص معصوم ہو سکتا ہے تو وہ ابوبکر ہیں - واقعی جس شخص نے یہ تواضع اختیار کی - اور ایسے ادب سے اپنے نفس کو آراستہ کیا - اور باوجود منصب خلافت صائب الرائی کے نہ اپنے کو کسی مسلمان سے بہتر جانا نہ کسی معاملہ میں تنہا رائے دینے کو پسند کیا - وہ اس قابل ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو ایسا ہی بلند مرتبہ دے - جسنے تمام مسلمانوں کو اپنا گرویدہ اور اپنے زمانہ خلافت کو موحدوں کے واسطے خیر و برکت کا زمانہ بنا دیا - رضی اللہ عنہ وعن الصحابۃ اجمعین -

(۶) جب صحابہؓ نے مشورہ دیا کہ اہل ردت سے قتال نہ کرنا چاہئے کیونکہ مسلمانوں میں عرب سے لڑنے کی طاقت نہیں آپ نے کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد فرمایا -

خطبہ ششم صفحہ ۱۲۴

ایہا الناس من کان یعبد ... الخ

اے لوگو جو شخص محمدؐ کی پرستش کرتا تھا وہ سن لے محمدؐ تو مر گئے - اور جو خدا کی عبادت کرتا ہے سو خدا زندہ و قائم ہے - اے لوگو تم کہتے ہو دشمن زیادہ ہیں اور تم کم ہو یہ ایک وسوسہ شیطانی ہے بخدا یہ دین تمام دینوں پر غالب ہوگا اگرچہ مشرک ناپسند کریں خدا کا قول حق اور وعدہ سچ ہے ہم حق سے باطل پر حملہ کرینگے اور حق باطل کا سر کچل کر نیست و نابود کر دیگا - تمہاری ان باتوں پر افسوس ہے - کتنی ہی چھوٹی جماعتیں بڑے بڑے گروہوں پر بحکم الہی غالب آگئیں - اور خدا صبر والوں کے ہمراہ ہے - اے لوگو اگر میں تمہاری جماعت سے الگ ہو کر یکہ و تنہا رہجاؤں تو بھی اللہ کی راہ میں ثابت قدمی سے جہاد کروں حتی کہ اپنے آپکو عذر تک پہنچا کر شہید ہو جاؤں - بخدا اگر ان لوگوں نے ایک اونٹ کے دینے سے بھی انکار کیا برابر جہاد کرونگا اور خدا سے مدد طلب کرونگا اور وہی اچھا مددگار ہے -

(۷) بحرین سے مال آیا اسکے بانٹنے میں انصار ناخوش ہوگئے۔ آپ نے حمد و ثنا کے بعد یہ خطبہ پڑھا۔

خطبہ ہفتم صفحہ ۱۲۴

یامعشر الانصار ...... الخ

اے گروہ انصار اگر تم یہ کہو کہ ہمنے اپنے سایہ میں تمکو پناہ دی۔ اور اپنے مالوں کو برابر تقسیم کردیا اور اپنی جانوں سے بیدریغ مدد کی۔ بیشک تمہارا یہ قول درست ہے۔ بیشک تمہارے فضائل اسقدر ہیں جنکا کوئی شمار نہیں کرسکتا اگرچہ مدتوں گنتا رہے۔ ہماری اور تمہاری بعینہ وہی مثال ہے کہ جیسا طفیل غنوی نے کہا ہے۔ اللہ جعفر کا بھلا کرے اور تمسے نیکی کرنے کا بدلہ دے کہ جس نے مصیبت کے وقت ہماری مدد کی اور ہماری مدد میں اتنی تکلیف اٹھائی کہ اگر ہماری مائیں بھی ہماری وجہ سے اتنی زحمت اٹھاتیں تو وہ ملول ہوجاتیں لیکن قبلہ جعفر ملول نہ ہوا۔ اسنے سب کو اپنے خیموں کے سایہ میں اُتارا جنہوں نے دھوپ کے وقت ہمیں سایہ دیکر آرام پہنچایا۔ اور جاڑے میں گرم رکھا۔

خطبہ ہشتم صفحہ ۱۲۵

اوصیکم بتقوے اللہ الخ

میں تمکو وصیت کرتا ہوں کہ تم خدا سے ڈرو اور جیسا کہ وہ مستحق ہے اُسکی تعریف کرو۔ اور اللہ کو عاجزی سے پکارو۔ مانگنے میں تضرع و زاری کرو کیونکہ اللہ تعالے نے حضرت زکریا علیہ السلام کی تعریف کی ہے کہ (نیکیوں کی طرف سبقت کرتے اور ہمکو خوف و رجا کے ساتھ پکارتے اور ہمارے سامنے عاجزی کرتے) اے بندگان خدا جانو کہ خدا نے اپنے حق کے عوض میں تمہارے نفسوں کو گرو کرلیا۔ اور اسپر تمسے عہد و پیمان لیا ہے۔ اور اس جہان فانی کے بدلے ملک جاودانی عنایت کیا۔ یہ کتاب اللہ تم میں موجود ہے جسکے عجائبات کبھی نہ ختم ہونگے اور نہ اسکا چراغ گل ہوگا۔ پس اسکی بات پر اعتماد کرو اور اسکی کتاب سے نصیحت پکڑو اور دل تاریک کوٹھری کے واسطے روشنی تلاش کرو۔ اسنے تمکو اپنی عبادت کے واسطے پیدا کیا۔ اور ملائک تمہارے کاموں کی نگرانی کے واسطے مقرر کیا سمجھ جاؤ تم کہ صبح و شام اجل کی طرف منزلیں طے کررہے ہو۔ اور علم تمسے پوشیدہ ہے پس اگر تمسے ہوسکے کہ اجل کے گذرنے کے وقت تم خدا کی یاد اور اُسکے کام میں لگے ہو تو بہا لیکن تم خدا کی مدد کے بغیر یہ نہیں کرسکتے تو مہلت کے وقت اپنے اعمال حسنہ سے آگے

بڑھنے کی کوشش کرو ورنہ اجل گذر جائیگی اور تم برے اعمال پر پچھتاتے رہو گے۔ دیکھو بہت سی قوموں نے اپنی زندگیوں کو دوسرے کاموں میں لگا دیا اور خسارے میں پڑیں۔ پس تمکو میں منع کرتا ہوں کہ تم انکے مثل نہو۔ بد انجام سے بچو اور مخلصی ڈھونڈھو۔ موت تمہارے پیچھے لگی ہے جو بہت تیزی سے چلتی ہے اور جسکے پاؤں کی آہٹ بھی سنائی نہیں دیتی۔

خطبہ نہم وعظ وذکر خدا صفحہ ۱۲۶

الحمد للہ ... الخ

سب تعریف رب العالمین کو ہے اُسی کی تعریف کرتا ہوں اور اُسی سے مدد چاہتا ہوں کیونکہ میری اور تمہاری موت کا وقت قریب آگیا اور گواہی دیتا ہوں کہ خدا ایک ہے اسکا کوئی شریک نہیں اور محمد ؐ اسکے بندے اور رسول ہیں۔ خدا نے انکو بشیر و نذیر اور سراج منیر بنایا تاکہ زندوں کو ڈراویں اور کافروں پر اتمام حجت کریں۔ جو شخص خدا و رسول کی فرمانبرداری کرتا ہدایت پاتا ہے اور جو نافرمانی کرتا ہے سراسر گمراہ ہوتا ہے۔ میں تمکو پرہیز اور احکام خدا کی پابندی کی وصیت کرتا ہوں جس نے تمکو شریعت دی اور اُسکے ذریعہ ہدایت کی۔ اخلاص کے بعد ہدایت اسلام کا اصل الاصول ولیا امور کی اطاعت ہے کیونکہ جو شخص خدا اور برائی سے روکنے والوں اور بھلائی کا حکم کرنے والوں کی اطاعت کرتا ہے کامیاب ہوتا اور اپنا فرض ادا کرتا ہے۔ خواہش کی پیروی سے بچو کیونکہ جو شخص لالچ قوائے غضبی کی پیروی سے بچا نجات پاتا ہے۔ فخر مت کرو کیونکہ جو مٹی سے پیدا ہوا اور ایک دن مٹی ہی میں مل جائیگا اور اسکو کیڑے کھائینگے جسکا یہ حال کہ آج ہے تو کل مردہ ایسے شخص کو کیا فخر زیبا ہے پس ہر روز اور ہر ساعت نیک عمل کرو اور مظلوموں کی آہ و فریاد سے ڈرو۔ اور اپنے آپ کو مُردوں میں شمار کرو۔ صبر اختیار کرو کیونکہ تمام کام صبر ہی سے انجام پاتے ہیں۔ خدا سے ڈرتے رہو کیونکہ حذر کرنا مفید ہے عمل کرو کیونکہ عمل مقبول ہوتا ہے۔ خدا کے عذاب سے ڈرو اور ثواب کی رغبت کرو۔ سمجھو۔ بوجھو۔ ڈرو بچو۔ کیونکہ خدا نے بلا کی و نجات کے اسباب بیان کردئے ہیں اپنی کتاب مبین میں حلال حرام واجب مکروہ سب کچھ ذکر کیا کچھ چھوڑا نہیں۔ پس میں اپنے نفس سے اور تمسے کچھ کوتاہی نہیں کرتا واللہ المستعان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ۔ مسلمانو جان لو اگر تمنے اخلاص کیا اپنے کاموں میں تو اپنے رب کی اطاعت کی اور اپنے حصہ کی حفاظت کی اور خوشحالی ہوئے۔ اور جو کچھ نیکی کرتا ہے وہ اپنے ہاتھ پیر کے چلتے چلتے کر لو اسکا بدلہ تمکو عین ضرورت اور حاجت کے وقت ملیگا۔ اے خدا کے بندو

غور کرو اُن بھائیوں اور دوستوں کی بابت جو چل بسے اور اپنی کردنی سے جا ملے اور اسکی پاداش میں سعادت و شقاوت تک پہنچے اللہ کا کوئی شریک نہیں نہ اسکو کسی سے رشتہ داری ہے کہ اسکے قرابت کے پاس سے مخلصی ہو جائے۔ کوئی اُسکے عذاب سے بچ نہیں سکتا۔ طاعت واتباع شریعت کے ذریعہ سے پس وہ خیر خیر نہیں جسکے بعد دوزخ ہو اور نہ وہ شر شر ہے جسکے بعد جنت ہو۔ میں اسپر اپنے کلام کو ختم کرتا ہوں اور خدا سے استغفار کرتا ہون تم لوگ اُسکے نبی پر درود و سلام بھیجو۔

خطبہ دہم صفحہ ۱۲۷

الحمد للہ احمدہ ۔۔۔ الخ

مستحق حمد خدا ہے اُسی کی میں ثنا کرتا ہوں اور اُسی سے مدد مانگتا ہون۔ اُسی سے بخشش کا طالب ہوں۔ اُسی پر ایمان رکھتا ہوں۔ اُسی پر میرا بھروسہ ہے۔ اُسی سے ہدایت چاہتا ہوں۔ اُسی سے گمراہی وہلاکت نیز جہالت سے پناہ مانگتا ہوں۔ جسکو خدا ہدایت کرتا ہے وہی منزل مقصود کو پہنچتا ہے اور جسکو وہ گمراہ کرے اسکا کوئی ہادی و مددگار نہیں ہے۔ میں گواہی دیتا ہوں خدا ایک ہے اُسکا کوئی شریک نہیں اُسی کے لئے بادشاہت و حمد ہے وہی جلاتا اور مارتا ہے۔ وہ ازلی ابدی زندہ ہے اُسکو موت نہیں۔ عزت و ذلت اُسی کے دست قدرت میں ہے جسے چاہے عزیز و ذلیل کرے وہ ہر چیز پر قادر ہے اور گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اُسکے بندے اور رسول ہیں خدا نے اُنکو ہدایت و دین حق دیکر بھیجا تاکہ تمام دینوں پر اُسے غالب کرے اگرچہ مشرک اکراہ کریں وہ تمام آدمیوں کے رسول اور سب کے واسطے رحمت اور حجت ہیں۔ لوگ جس وقت جہالت وکفر کی تاریکی میں مبتلا تھے اُنکا دین من گڑھت اور اُنکا دعوے جھوٹ تھا۔ خدا نے دین حق کی محمدؐ سے مدد کی اور مومنوں کے دلوں کو شیر وشکر کر دیا پس اب تم بھائی بھائی ہو گئے بعد اسکے کہ دوزخ کے کنارے پر پہنچ چکے تھے پس خدا نے تمکو بچا لیا اسیطرح خدا اپنی نشانیاں ظاہر کیا کرتا ہے تاکہ تم راہ راست پر آجاؤ۔ پس اے مسلمانو خدا و رسول کی اطاعت کرو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ (جسنے رسول کی اطاعت کی وہ خدا کا مطیع ہو چکا اور جسنے روگردانی کی تو اے محمد ہمنے تمکو کچھ انکا نگہبان نہیں مقرر کیا ہے) اما بعد اے لوگو میں تمکو ہر حال میں خدا سے ڈرنے اور ہر محبوب و مکروہ میں حق پر رہنے کی وصیت کرتا ہوں کیونکہ سچ کے سوا کسی چیز میں بہتری نہیں جو شخص جھوٹ بولتا ہے فاجر ہے اور جو فاجر ہے ہلاک ہوگا۔ فخر سے دور رہو اُسے کیا فخر زیبا ہے جو مٹی سے بنا اور

مٹی ہی میں ملجائیگا۔ آج زندہ ہے کل مرجائیگا۔ پس عمل کرو۔ اور اپنوں کو مردوں میں شمار کرو۔ جوامر تم پر مشتبہ ہو اسکو خدا کے علم پر چھوڑو۔ اور اپنے نفس کے لئے نیک اعمال کا توشہ پہلے سے مہیا کرو وہاں موجود پاؤگے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے (ایک دن ہر ایک اپنے نیک و بد کو موجود پائیگا اور چاہیگا کہ کاش اسکے اور اسکے بداعمالوں کے درمیان ایک بعید مدت حائل ہوتی اور خدا تمکو تمہارے نفس سے ڈراتا ہے اور اللہ بندوں پر مہربان ہے) پس اے خدا کے بندو خدا سے ڈرو اور اسکا خیال رکھو اور مرنے والوں کی یاد سے عبرت حاصل کرو اور جان لو کہ تمکو خدا سے ملنا اور اپنے چھوٹے بڑے عمل کی جزا بھگتنا ہے ہاں جو خدا اپنے رحم سے معاف کردے کیونکہ وہ غفور ہے رحیم ہے۔ پس اپنی جانوں کی خیر مناؤ واللہ المستعان ولاحول ولاقوۃ الاباللہ۔ ان اللہ وملائکتہ یصلون علی النبی یا ایھا الذین امنو اصلو علیہ وسلمو اتسلیما۔ اللھم صل علی محمد عبدک ورسولک افضل ما صلیت علی احد من خلقک وزکنا بالصلوۃ علیہ والحقنابہ واحشرنا فی زمرتہ واوردنا حوضہ اللھم اعنا علی طاعتک وانصرنا علی عدوک

(۱۱) ایک مرتبہ بعد حمد وثنا کے آپ نے فرمایا کہ ان اشقی الناس فی الدنیا والآخرۃ الملوک یعنے لوگوں میں زیادہ کمبخت دنیا وعقبیٰ میں بادشاہ ہیں۔ یہ سنکر لوگوں نے گردنیں بلند کیں۔ آپ نے فرمایا۔

خطبہ یازدہم صفحہ ۱۲۸

مالکم ایہا الناس... الخ

اے لوگو تمکو کیا ہوگیا تم تو نیزہ باز ہو مگر جلدی کرنے والے۔ بادشاہوں میں سے وہ ہیں جو مالک ہوتے ہیں۔ تو موجود کو حقیر جانتے اور دوسروں کی املاک لینے میں حریص ہوتے ہیں۔ اپنی بہت کو تھوڑا جانتے ہیں۔ اُنکا دل مال کی طرف سے ہر وقت خائف رہتا ہے۔ وہ تھوڑے پر حسد کرتے اور بہت پر ناخوش ہوتے اور کشائش و آرام سے ملول ہوجاتے ہیں۔ زندگی سے لطف نہیں پاتے صبر و اعتماد موہوم اور عیرت کا حاصل کرنا مفقود ہوجاتا ہے وہ لوگ مثل کھوٹے سکے اور سراب کے ہیں۔ ظاہر آباد۔ باطن خراب۔ جہاں اُنکی موت کا وقت قریب آیا اور عمر کا پیالہ لبریز ہوا اور موت آئی۔ اللہ تعالےٰ اُنسے حساب لیگا۔ اور سختی کریگا اور درگذر نہ کریگا۔ مگر فقیر رحمت الٰہی کے مستحق ہیں لیکن وہی جو اللہ پر ایمان لائے اور کتاب وسنت پر چلے۔ آج تم میں خلافت وراست روی کا زمانہ ہے۔ اور عنقریب تم میرے بعد دیکھوگے کہ پھاڑ کھانیوالی سلطنت اور عناد رکھنے والی حکومت قائم ہوگی۔ قوم میں بخل آجائیگا اور خون مباح ہوگا۔ پس اگر باطل

کو دیڑے اور اہل حق مضطرب ہو جائیں اور حق گمنام ہوتا جائے تم مسجدوں میں ہو بیٹھنا قرآن سے مشورہ لینا اور طاعت کو مضبوطی سے پکڑنا - اور پورے غور و فکر اور مبادلہ خیالات اور مشورے کے بعد کوئی رائے قائم کرنا خرشنہ کی کیا حقیقت ہے اللہ تعالے تمکو اقصی عالم تک فتح دیگا جیسے کہ اسپاس کے ملک پر تمکو فتح دی ہے -

خطبہ دوازدہم صفحہ ۱۲۹

ان اللہ عز وجل ... الخ

مسلمانو - اللہ تعالے وہی عبادت و اعمال قبول کرتا ہے جو بے ریو ریا خالصۃ لوجہ اللہ کئے جائیں - اسلیئے تم خالص النیت ہوا کرو جو کچھ کرو - جان رکھو کہ جو کام تم خالص النیت ہوکر کرو وہی کامل طاعت ہے - وہی تمہارا حصہ ہے جسکو تمنے حاصل کرلیا وہی خراج ہے جسکو تمنے ادا کردیا وہی وہ نقد و جنس ہے جو تمنے دنیائے فانی سے باقی رہنے والی آخرت کے لئے پہلے سے بھیجدی ہے تاکہ فقر و حاجت کے وقت کام آئے -

اے بندگان خدا تم میں سے جو مرے تم اسکے حال سے عبرت پکڑو - اور ان لوگوں کے حال میں غور و فکر کرو جنہوں نے میدان جنگ میں نمایاں کام کرکے ناموری اور شہرت حاصل کی ہمیشہ حریف پر غالب آئے جنہوں نے دنیا کو ہلا مارا اور آخر کار خاک ہوگئے - اور صرف انکی باتیں باقی رہگئیں - الخبیثات للخبیثین والخبیثون للخبیثات -

کہاں ہیں وہ بڑے بڑے بادشاہ جنہوں نے بڑی بڑی فوج کشیاں کیں - اور زمین کو آباد کیا شہر بسائے - بیشک وہ چل بسے اور انکی باتیں بھول بسر گئیں - گویا کہ وہ ہوئے ہی نہ تھے - کام کی بھلائی برائی انکے ساتھ گئی - اور انکی حرص و ہوا کا خاتمہ ہوگیا - وہ گئے اور اعمال انکے ساتھ رہے اور جو کچھ انکا تھا وہ اوروں کے ہاتھ میں چلا گیا - انکے بعد ہم انکے خلف ہیں اگر انکے حال سے عبرت حاصل کرینگے نجات پائینگے اور اگر بھول اور دھوکے میں پڑے رہینگے تو ہمارا حال بھی انہیں کے مانند ہوگا -

کہاں ہیں وہ مہ جبین خوبصورت جنکو اپنی خوبصورتی پر ناز تھا اور جوانی پر اتراتی تھی - مٹی ہوگئے - اور جو کیا اور جن واجبات میں کوتاہی کی اسکی حسرت ساتھ لیگئے - کہاں ہیں وہ جنہوں نے مدائن کو بنایا - فصیلوں سے محفوظ و مضبوط کیا - دنیا بھر کے عجائبات اسمیں لاکر رکھے - آنیوالوں کے لئے چھوڑ گئے اور چلدئے - انکے گھر ویران اور خالی تمہارے سامنے پڑے ہیں اور وہ قبروں کی

اندھیریوں میں سو رہے ہیں نہ انمیں سے اب کسی کو کچھ احساس باقی ہے نہ سُننے کی طاقت حاصل۔
کہاں ہیں وہ تمہارے بھائی بند اور بال بچے جنکو موت نے آلیا۔ اور انہوں نے اپنی منزل پہنچ کر کھو لیکی
اور سعادت اور شقاوت کے مستحق ہوئے۔ سُن لو اللہ کا کوئی شریک نہیں۔ سوائے اطاعت و اتباع
امر کے کوئی ایسی چیز نہیں کہ بندے اور خدا کے بیچ میں ہو کر خدا سے بندے کا بھلا کرا دے یا برائی کو
ذمہ سے ہٹا دے۔ لوگو تم اللہ کے بندے اور غلام ہو۔ اور جو کچھ اللہ کے پاس ہے وہ بغیر طاعت کے
نہیں مل سکتا۔ وہ خیر کچھ خیر نہیں جسکے بعد دوزخ ہو اور وہ شر کچھ شر نہیں جسکے بعد نعیم جنت ملے۔

اس خطبہ میں آپ نے ملوک ماضیہ کا ذکر کیا ہے تا کہ خود بھی اپنے نفس کو وعظ و پند کرنے کا
حق ادا کریں اور اسکا زہد و ورع زیادہ ہو۔ یہ اس بزرگوار کا طریق ہے جسکا اتقاء و عدل اظہر من الشمس
ہے جو بیش دربیش مسلمانوں کے مصالح کا حریص و دلدادہ تھا جو تمام امرائے اسلام کو بے اکا نہ
جرئت کر کے حدود شرعیہ کے دائرہ سے نہیں نکلنے دیتا تھا۔ پھر کسقدر وعظ و نصیحت کے محتاج ہونگے
مسلمانوں کے امیر اور اولیائے امور جو شہوتوں کے غلام ہو رہے ہیں اور جنکی خود پرستی و خود پسندی انتہا کو
پہنچ گئی ہے اور کسقدر ضرورت ہے کہ یہ لوگ اگلے لوگوں کے حال سے عبرت پکڑیں اور اپنے نفوس کو
تادیب دیکر خلفائے راشدین کے آداب پر کاربند ہوں۔ بخدا اگر وہ ایسا کریں تو اب بھی انکی سلطنت
ہر ایک سلطنت پر غالب آسکتی ہے اور اسوقت کے مسلمانوں کو بھی تمام قوموں کا سردار بنا سکتی ہے
اور پھر یوں ہرگز مسلمان ہلاک و برباد نہ ہوں اور غیروں کے ظلم و تعدی کا شکار نہ بنیں۔

(۱۳) خطبہ جو آپ نے غزوہ شام پر لوگوں کو آمادہ کرتے وقت پڑھا۔

خطبہ سیزدہم صفحہ ۱۳۱

الا ان لکل امرٍ ... الخ

(بعد حمد و ثنا) لوگو ہر ایک کام کے کچھ اصول ہوتے ہیں جو ان تک پہنچ گیا اُسکا کام ہو گیا۔
جس نے خالص نیت سے اللہ کا کام کیا اللہ نے اُسکی مدد کی۔ پس تم بھی کوشش و اعتدال کو اختیار
کرو۔ اسلئے کہ اعتدال موصل الی المرام ہے۔ سنو جسکو ایمان نہیں اُسکا کوئی دین نہیں جس شخص کو
خدا پر بھروسہ نہیں وہ اجر کا بھی مستحق نہیں جسکی نیت نیک نہیں اُسکا کام بھی عبث اور بیفائدہ ہے
تم جانتے ہو کہ کتاب اللہ میں جہاد کے ثواب کا وعدہ ہے مسلمان کو نہ چاہئے کہ وہ آرزو کرے کہ جہاد اسی
مخصوص ہو جائے۔ جہاد ایک تجارت ہے جو خود اللہ نے بنائی ہے اور اُسکے ذریعہ شرمساری و رسوائی

سے بچاتا ہے۔ اور دنیا و آخرت کی عزت کو اُس سے وابستہ کیا ہے۔

جبکہ حضرت علی نے آپکی بیعت میں توقف کیا۔ تو آپ نے بطور خطبہ کے کچھ باتیں جو بہت کچھ اہمیت رکھتی ہیں ابو عبیدہ بن جراح سے لکھی تھیں تاکہ جاکر حضرت علیؓ سے کہیں۔ ہم اُس پند و خطبہ کو یہاں نہیں لکھتے بلکہ حضرت علی کے حالات میں لکھینگے۔ اسلئے کہ خلافت کے متعلق اس خطبہ پر علیؓ و ابوبکر و عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہم کے درمیان بہت کچھ گفت و شنید اور بحث ہوئی تھی۔

باب

حضرت ابوبکر کا بیمار ہونا۔ اور بحالت بیماری اپنا جانشین مقرر کرنا اور وفات پانا

آپ کے مرض موت کی وجہ یہ بیان کی گئی ہے کہ آپ ایک دن سخت جاڑے میں نہائے تھے۔ سردی اپنا کام کر گئی اور آپ کو تپ لاحق ہوا۔ اور حاکم ابن عمر سے یوں روایت کرتے ہیں کہ آپکی موت کا سبب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات تھی۔ آنحضرتؐ کی وفات سے آپ کو ایسا صدمہ پہنچا اور غم نے ایسا دبایا کہ روز بروز جسم گھلتا چلا گیا۔ یہانتک کہ آپ بھی ارفانی کو وداع کہہ گئے۔

عایشہ رضی اللہ تعالیٰ بیان کرتی ہیں کہ میں ایک دن بیماری کی حالت میں آپکے سرہانے بیٹھی ہوئی تھی کہ میری زبان سے یہ شعر نکلے ؎ وکل ذی ابل موروث، وکل ذی سلب مسلوب ٭ وکل ذی غیبۃ یوؤب ٭ وغائب للموت لایوب آپ نے ان دونو شعروں کو سمجھا۔ اور کہا بیٹی یہ بات نہیں ہے اسکے متعلق خدا خود یوں فرماتا ہے وجاء سکرت الموت بالحق ذٰلک ما کنت منہ تحید۔ ایک دن عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا نے آپکے سرہانے یہ شعر بھی پڑھا ؎ وابیض یستسقی الغمام بوجہہ ثمال الیتامی عصمۃ للارامل ٭ آپ نے سن کر فرمایا۔ میں اسکا مصداق نہیں۔ ایسے رسولؐ خدا تھے۔

جب بیماری بہت بڑھ گئی تو حضرت عائشہ آپکے پاس آئیں۔ اور کہا۔

کسی کو اپنا جانشین بنا دو۔ اور مال کے متعلق حکم دو۔ اور دنیا سے آخرت کو سدھارو۔ کیونکہ تم یہاں فرائض میں لگے ہوئے ہو۔ تمہاری بے چینی میرے دل پر اثر کرتی ہے میں دیکھتی ہوں کہ تمہارے ہاتھ پاؤں ڈھیلے ہو گئے ہیں اور رنگ اُڑ گیا ہے اللہ مجھکو تمہاری موت پر صبر دے اور حزن والم کا ثواب عطا کرے۔ میں ضبط کرتی ہوں مگر نہیں کر سکتی۔ آنسو بہاتی ہوں اور سب بہا دونگی۔ یہ سنکر آپ نے سر اٹھایا اور فرمایا۔ یہ وہ دن ہے کہ میرے سامنے سے پردہ اُٹھا دیا جائیگا۔ اور میں اپنی آنکھوں سے اپنی جزا دیکھ لونگا۔ الی آخرہ۔

استخلاف و وصیت

آپ کو اگرچہ مرض نے موت کے بستر پر لٹا دیا تھا۔ اور روز بروز اسمیں شدت ہوتی جاتی تھی لیکن اس حال میں بھی مسلمانوں کی مصلحتوں سے مرض آپکی توجہ کو منعطف نہ کر سکا اس خیال سے کہ کہیں دفعتًا اجل آ جائے اور خلافت کا بار کسی کے سر پر نہ رکھے جانے کی وجہ سے فتنہ و فساد آپکو خطرہ ہوا کیونکہ اسوقت مسلمانوں میں بہت سے ایسے لوگ موجود تھے جو جاہلیت و اسلام میں سب سیادت رہے اور تھے اور فضل و سبقت اسلام میں برابر تھے لیکن ہر ایک کی عزت خاص خاص لوگوں کے دلوں میں ایسی تھی جو دوسروں کی نہتھی اور ہر ایک کی عصبیت چاہتی تھی کہ اختیار اسکے ہاتھ میں آئے گو وہ خود انکار ہی کیوں نکرے ایسی حالت میں اگر خلافت کو معلق چھوڑ کر قوم کے شورہ پر موقوف کر دیا جاتا تو اختلاف رائے کا اندیشہ تھا مشکل تھا کہ ان بزرگوں میں سے کسی ایک پر سب متفق ہو جاتے اسلئے کہ شورہ کی غرض اصلح واصوب کے اختیار کرنے کے لئے رائے پر کہنا ہوتی ہے لیکن صاحب رائے مجتہد ہی کبھی خطا کرتا ہے اور کبھی صواب جاتا ہے اور صحابہ کرام میں فضل و شرف اہلبیت والے ایک دائرہ کے مانند تھے جس کا کنارہ نہ معلوم ہوتا ہے اور ہر ایک کے ساتھ عصبیت اور طرفدار تھے جو اپنا دا کفایت و قابلیت کی وجہ سے اس کو خلیفہ بنانا چاہتے تھے ایسے وقت میں اگر خلافت کو معلق چھوڑ دیا جاتا تو اختلاف کا ہونا حتمی و یقینی تھا اور صحابہ بھی اس اختلاف میں معذور ہوتے اسلئے کہ وہ متعدد اشخاص خلافت کی قابلیت کے بانی تھے خصوصًا جبکہ بیعت رضوان والے موجود ہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آپکی خلافت میں بھی شوریٰ عام کا انتظار نہیں کیا گیا تھا اور اختلاف قائم ہونیکا خطر بیعت میں عجلت کی گئی تھی حضرت ابوبکر چونکہ ان باتوں کو اچھی طرح سمجھتے تھے انہوں نے سوچا کہ خلافت کس کو دیجائے مقتضائے وقت کو دیکھکر آپکی یہ رائے ہوئی کہ خلافت اسوقت ایسے ہاتھ میں ہونی چاہئے جو سخت گیر ہو لیکن نہ بیجد نرم ہو لیکن ضعیف الرائے نہو۔ یہ صفات ہیں عمرؓ اور علیؓ میں لیکن عمرؓ کی طبیعت ایسی واقع ہوئی ہے کہ اگر وہ ایک راستہ میں رکاوٹ دیکھتا ہے منزل مقصود پر چلکر دوسری راہ سے پہنچنے کا عزم کرتا ہے اور علیؓ رکاوٹ کی پروا تک نہیں کرتا۔ اس لحاظ سے وہ بہ نسبت نرمی کے سختی کی طرف زیادہ مائل ہے ان مصالح کو مدنظر رکھکر صحابہ سے جب آپ نے رائے لی کہ کس کو خلیفہ بنائیں۔ تو انہوں نے رائے دی کہ عمر کو چنانچہ

جب آپ نے دیکھا کہ مقتضائے وقت یہ ہے کہ عمرؓ کو خلیفہ کیا جائے مزید اطمینان کے لئے صحابہ آپکے
پاس آتے اُن سے مشورہ لیتے کہ عمرؓ کی نسبت کیا رائے دیتے ہو عبدالرحمٰن بن عوف سے دریافت کیا کہ
تو انہوں نے کہا آپ مجھ سے کیا پوچھتے ہیں آپ مجھسے زیادہ جانتے ہیں اور پوچھتے ہی ہو تو حق یہ ہے کہ
وہ آپکے خیال سے بھی بہتر و افضل ہے لیکن سخت گیر ضرور ہے آپ نے فرمایا اسلئے کہ وہ مجھے نرم دیکھتا ہے
اگر خلافت اسکے دیگئی تو اسمیں وہ بہت کمی کر دیگا اور بہت سی باتوں کو چھوڑ دیگا۔ پھر آپنے عثمان
رضی اللہ عنہ کو بلایا اور پوچھا کہ عمرؓ کی نسبت کیا رائے ہے انہوں نے کہا کہ میرے خیال میں اسکا باطن
ظاہر سے بہت اچھا ہے اور ہم میں اس جیسا شخص کوئی بھی نہیں ہے پھر اسید بن حضیر سے یہی
سوال کیا۔ انہوں نے کہا کہ میں آپکے بعد اسکو بہتر اور اچھا سمجھتا ہوں۔ خدا کی رضا پر راضی ہوتا ہے
اور جو بات موجب عتاب الٰہی ہے اس سے جوش میں آتا ہے اور اسکا باطن ظاہر سے اچھا ہے اور
خلافت اسکے قوی ہاتھوں سے اور قوی تر ہاتھ نہیں پا سکتی۔ ان بعد سعید بن زید و مہاجر و
انصار کی ایک جماعت سے اسی طرح مشورہ کیا اور سبنے اچھا ہی کہا۔ بعض صحابہ انکا سراغ
پاکر آپکے پاس خود آئے اور کئی نے اُنمیں سے کہا کہ تم خدا کو کیا جواب دوگے جبکہ وہ تمسے عمرؓ کے خلیفہ
بنانے کے متعلق سوال کریگا حالانکہ آپ اسکی بدمزاجی سے واقف ہیں۔ آپنے کہا بخدا تم مجھے
ڈراتے ہو میں خدا سے کہونگا کہ میں نے مسلمانوں پر تیرے بہترین بندے کو خلیفہ کیا ہے جو کچھ میں نے
تمسے کہا ہے یہی اُن سے کہدو جو تمہارے پیچھے ہیں اور یہاں موجود نہیں۔ پھر عثمانؓ کو بلایا اور کہا لکھو
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ ہذا ما عہد ابوبکر بن ابی قحافہ الخ (یہ تحریر پہلے لکھی جا چکی ہے) جب یہ عہد کا
کاغذ لکھا جا چکا آپ نے اسپر مہر کی پھر حضرت عثمانؓ آپکے حکم کے موافق سربمہر لفافہ لیکر باہر آئے
اور لوگوں نے اسپر بیعت کی اور راضی ہو گئے۔ پھر آپ نے عمر رضی اللہ عنہ کو خلوت میں بلایا اور
ضروری وصیتیں کیں جو حسب ذیل ہیں۔

میں اپنے بعد تمکو خلیفہ بناتا ہوں اور اتقا کی وصیت کرتا ہوں۔ بعض کام ایسے ہیں جو رات کو
کرنا چاہئیں اور دن میں کئے جائیں تو اللہ اُنکو قبول نہیں کرتا۔ اسی طرح بعض کام دن میں کرنے
کے ہوتے ہیں جو رات میں کرنے پر قبول نہیں کئے جاتے وہ نوافل جبتک کہ فرائض ادا نہوں مقبول
نہیں ہوتے۔ قیامت کے دن اُسی کی میزان بھاری ہوگی جو دنیا میں حق کا متبع ہے اور حق اسپر
غالب اور جس پلڑے میں کہ حق ہو وہ اسی قابل ہے کہ بھاری نکلے اور قیامت کے دن ان لوگوں کا
پلڑا ہلکا ہوگا جو باطل پر چلتے ہیں اور کچھ نہ کچھ اثر اسکا انپر ہے اور وہ پلڑا ہلکا ہی ہونا چاہئے جسمیں

باطل ہے۔ اللہ نے اہل جنت کو ذکر کیا ہے تو بھی انکو حسن عمل کے ساتھ یاد کر اور انکی برائیوں سے تجاوز کرا ور جب انکا ذکر کرے تو کہہ مجھے ڈر ہے میں انمیں سے نہوں۔ اور جب دوزخیوں کا ذکر کرے تو انکے سوء اعمال کا ذکر کر اور انکی بھلائیوں کا ذکر درمیان میں نہ لاؤ اور کہہ مجھے امید ہے کہ میں انمیں سے نہیں ہونگا اور آیات عذاب کے ساتھ آیات رحمت بھی سنا تاکہ ترغیب اور ترہیب دونوں رہیں اور بندہ اللہ سے سوائے حق کے اور کچھ نہ مانگے اور اپنے آپ ہلاکت میں نہ پڑے اگر تو نے میری اس وصیت کا خیال رکھا تو مجھے موت سب سے زیادہ پیاری ہوگی اور اگر تو نے میری وصیت کو بھلا دیا تو موت مجھے بہت بری معلوم ہوگی۔ لیکن تو اسکو ٹلا نہیں سکتا۔

جب عمرؓ آپکے پاس سے باہر نکلے تو اپنے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا۔ اے اللہ یہ میں نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کیا ہے فتنہ و فساد کا مجھے خوف تھا اسلئے جو کچھ میں نے انکے حق میں کیا تو اسکو خوب جانتا ہے مسلمانوں کی بھلائی کیلئے میں نے اپنی رائے سے اجتہاد کیا ہے اور انمیں سے بہتر اور قوی کو اور انکی بہتری چاہنے والے کو انکا والی بنایا ہے۔ جبکہ تو نے میرے دلمیں یہ خیال ڈالا۔ پس تو میرا خلیفہ انمیں قائم رکھ وہ تیرے بندے ہیں اور انکی پیشانی تیرے ہاتھ میں ہے انکے والیوں کو اچھا بنا اور عمر بہتر خلیفہ بنا اور اسکے رعیت کو اسکے واسطے اچھی رعیت بنا دے۔

اس دعا سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ آپ نے عمر کو اپنے بعد خلیفہ بنایا اور اس خیال معاملہ کو شوریٰ پر نچھوڑا کہ انمیں فتنہ بپا نہو جاے معہذا آپکو عمر کی کفایت و اہلیت پر وثوق تھا اور جیسے جانتے تھے کہ اسطرح نزاع کا سدباب ہو جائیگا ویسے ہی حضرت عمرؓ کی اعلیٰ سیاست کو بھی جانتے تھے اور سمجھتے تھے کہ وہ مسلمانوں کو سادگی اور قناعت کو حد سے نہ بڑھنے دیں گے اور رومیوں کی ناز و نعمت اور تکلفات میں گھسنے کا موقع نہ دینگے کہ انکے اخلاق بگڑیں اور قوی ضعیف ہوں اور دعوت اسلام کے پھیلانے میں سستی کرنے لگ جائیں باوجودیکہ آپ نے صحابہ کبار کی شہادت سے خلافت کے بہترین کفو کا انتخاب کیا لیکن پھر بھی فراست سے معلوم ہوا کہ بعض مہاجرین اس انتخاب سے خوش نہیں ہیں اسکے اسکایاں آگے آئیگا لیکن یہ نارضامندی صرف اسلئے تھی کہ وہ خیال کرتے تھے کہ عمر ان سے بخشونت و سختی پیش آئیگا روایت ہے کہ عبدالرحمن بن عوف ایکدن بیماری کی حالت میں آپ کے پاس گئے آپکو کچھ افاقہ کی حالت میں پایا کہنے لگے الحمدللہ یا خلیفہ رسول اللہ تم تندرست ہو آپنے فرمایا نہیں مجھے سخت تکلیف ہے۔ لیکن اے مہاجرین جو خبریں مجکو تمہاری طرف سے پہنچی ہیں وہ میرے لئے اس درد سے بھی زیادہ دردناک ہیں میں نے اپنے خیال میں تمہارا والی ایسے شخص کو بنایا ہے جو تم سب سے بہتر ہے

لیکن تم میں سے ہر ایک ناک بھوں چڑھاتا ہے اور چاہتا ہے کہ خلافت اسی کو ملجائے کیونکہ تم دیکھتے ہو کہ دنیا بڑھ رہی ہے اور دولت آتی جاتی ہے یہ تم سب اسلئے کرتے ہو کہ حریر کے پردے بناؤ اور دیبا کے گدے بناؤ۔ اب صوف کے بچھونے تملو ایسے ناگوار گذرتے ہیں جیسے کانٹوں پر لوٹنا بخدا اگر تم میں سے کوئی آگے بڑھے اور بغیر حد اسکی گردن ماری جائے تو اسکے لئے یہ بہتر ہے کہ وہ دولت دنیا میں پھنسے۔ خبردار تمہیں لوگ کل سب سے پہلے گمراہ ہونگے۔ ان لوگوں کو دائیں بائیں بھٹکنے سے روک اے ہادی راہ۔ ابھی اسلام کے آغاز اور اسکے پھلنے پھولنے کا زمانہ ہے۔

عبدالرحمن بن عوف نے کہا آپ رحم کیجئے اللہ آپ پر رحم کرے اس سے آپکو اور زیادہ تکلیف ہوگی آپکے بارہیں دو طرح کے آدمی ہیں ایک تو وہ جنکی رائے آپکے موافق ہے دوسرے وہ جنہوں نے آپسے خلاف کیا مگر وہ بھی آپکو اپنی رائے دیکر آپکے ساتھ ہوگئے جیسا کہ آپ پسند کرتے ہیں اور یہ ہم بھی جانتے ہیں کہ جو کچھ آپ نے کیا ہے بھلائی کے ارادے سے کیا ہے اور آپ ہمیشہ سے صالح و مصلح ہیں اور باوجود اسکے دنیا سے الگ تھلگ رہتے ہیں۔

وفات

جب حضرت ابو بکر کا مرض بہت بڑھ گیا آپ نے حضرت عائشہ رضی صدیقہ کو وصیت کی کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پہلو میں دفن کرنا اور اپنے کپڑوں کی طرف جنکو پہنے ہوئے تھے اشارہ کرکے فرمایا کہ انکو دھوکر کفن دیدینا کیونکہ زندہ کو نئے کپڑے کی مردہ سے زیادہ ضرورت ہے اور غسل کی بابت فرمایا کہ انکی بیوی اسماء بنت عمیس اس خدمت کو انجام دیں اور آپکے صاحبزادے عبدالرحمن انکی مدد کریں۔ آپ نے اپنے مال کے پانچویں حصہ کی وصیت فرمائی اور کہا خدا نے مسلمانوں کی فی میں جو اپنا حصہ مقرر کیا ہے وہی میں اپنے مال سے لیتا ہوں۔

طبری نے بیان کیا کہ جب آپکی موت کا وقت قریب آگیا آپ نے پوچھا کہ دیکھو ابتداء خلافت سے اسوقت تک میں نے بیت المال کا کتنا مال خرچ کیا اسکو میری طرف سے ادا کرو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ زمانہ خلافت کا کل خرچ آٹھ ہزار درہم تھا۔ امام احمد نے عائشہ رضی سے روایت کی کہ جب وقت آخر ہوا۔ آپ نے پوچھا آج کون سا دن ہے لوگوں نے جواب دیا دوشنبہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر میں آج رات کو مر جاؤں تو کل کا انتظار کرو کیونکہ مجھے وہ دن محبوب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے نزدیک کرے۔ پھر آپ اسی رات کو اس دار ناپائدار سے انتقال کر گئے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آپکا انتقال منگل کی رات ۲۲ جمادی الاخری ۱۳ھ کو ہوا۔ اسوقت آپکی عمر ۶۳ برس کی تھی۔ آپکو آپکی وصیت کے موافق اسماء بنت عمیس نے غسل دیا اور حضرت عمرؓ نے قبر و منبر کے مابین نماز چار تکبیروں سے پڑھائی اور روضہ مبارک میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پہلو میں دفن کیا۔ ابن ہشام نے بیان کیا کہ آپکا رات ہی کو گور و کفن ہو گیا تھا۔ آپکی مدت خلافت دو برس تین مہینے چند ایام تھی۔ آپکی مہر کا نقش تھا (نعم القادر اللہ)۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا عزائی خطبہ

راویوں نے باتفاق بیان کیا کہ جس دن ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے وفات پائی مدینہ منورہ کانپ اٹھا اور تمام مسلمان بیہوش ہو گئے۔ آنحضرت کی وفات کا پورا نقشہ آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔ حضرت علی اس خبر کو سنتے ہی روتے ہوئے دوڑے اور آپکے دروازے پر کھڑے ہو کر بصد اندوہ وغم یہ کلمات ارشاد فرمائے۔

صفحہ ۱۳۸

رحمك الله يا ابا بكر ۔۔۔۔۔

۔۔۔۔۔۔۔ ولا اضلنا بعدك

اے ابوبکر خدا تمپر رحم کرے بخدا تم تمام امت میں سب سے پہلے اسلام لائے اور ایمان کو اپنا خلق بنا لیا سب سے زیادہ یقین رکھنے والے سب سے غنی سب سے بڑھکر آنحضرت کی نگہداشت کرنیوالے سب سے زیادہ اسلام کے حامی و خیر خواہ۔ خلق۔ فضل۔ ہدایت۔ سمت۔ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے قریب تر تھے اللہ تمکو اسلام اور مسلمانوں۔ اور رسول اللہ کی طرف سے بہترین جزا دے۔ تمنے اسوقت تصدیق کی جب دوسروں نے تکذیب کی۔ اور غمخواری کی جب اوروں نے بخل کیا۔ جسوقت لوگ نصرت و حمایت سے رکے تمنے کھڑے ہو کر مدد کی۔ خدا نے اپنی کتاب میں تمکو صدیق کہا (والذی جاء بالصدق وصدق به) یعنے جو شخص سچ لایا اور جس نے سچ کی تصدیق کی یعنی محمدؐ و ابوبکرؓ تم اسلام کی پشت پناہ۔ کافروں کے بھگانے والے تھے۔ نہ تمہاری حجت بے راہ ہوئی۔ اور نہ تمہاری بصیرت کمزور ہوئی اور نہ تمہارا نفس نامرد ہوا۔ تم مثل پہاڑ کے تھے۔ نہ تند ہوائیں ہلا سکتی تھیں۔ اور نہ اکھاڑنے والے اکھاڑ سکتے تھے۔ تم جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ضعیف البدن قوی الایمان۔ منکسر المزاج۔ اللہ کے نزدیک بلند مرتبہ۔ زمین پر بزرگ تھے مومنوں میں بڑے

نہ کسی کو تمہارے سامنے بیجا طمع ہوسکتی تھی نہ خواہش - کمزور تمہارے نزدیک قوی اور قوی کمزور - یہانتک کہ کمزور کا حق دلادو - اور زور آور سے حق لے لو - پس خدا ہمکو تمہارے اجر سے نہ محروم کرے - اور تمہارے بعد گمراہ کرے -

آپکی بیٹی حضرت عائشہؓ کا خطبہ صفحہ ۱۳۸

نضر اللہ یا ابت وجہک ... علی الفضاء فیک

اے میرے باپ خدا تمہارے چہرے کو نورانی کرے اور تمہاری نیک کوششوں کا نیک بدلہ دے - تمنے اپنے جانے سے دنیا کو ذلیل آخرت کو عزیز کر دیا اگرچہ تمہاری مصیبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب سے بڑی مصیبت ہے اور تمہارا جانا تمام حوادث سے بڑھ چڑھ کر لیکن خدا کی کتاب ہم کو تمپر صبر کرنے سے نیک عوض کا وعدہ دلاتی ہے اور میں تم پر صبر کرکے وعدہ الہی کے وفا کو چاہتی ہوں اور تمہارے واسطے مغفرت پڑھتی ہوں پس تمپر خدا اس رخصت کرنیوالی کا سلام پہنچائے جسنے نہ تمہاری زندگی سے نفرت کی اور نہ تمہاری بابت قضائے الہی کو بُرا کہا -

حضرت عمرؓ کے غرائی کلما صفحہ ۱۳۹

یاخلیفہ .... فکیف اللحاق بک

اے خلیفہ رسول اللہ تمنے اپنے بعد قوم کو بڑی سخت تکلیف دی اور انکو مصیبت میں ڈال دیا تمہارے غبار کو پہنچنا بہت مشکل ہے پھر میں کیسے کیونکر مل سکتا ہوں -

باب

(اولاد - عمال - قضاۃ - کتاب)

ابن قتیبہ نے بیان کیا کہ اپکی بیوی قتیلہ سے عبد اللہ و اسماء - اور ام رومان بنت حرث بن حویرث فراسی کنانی سے عبد الرحمن و عائشہؓ اور اسماء بنت عمیس سے محمد اور بنت زید ابن خارجہ انصاری سے ام کلثوم پیدا ہوئیں -

عبد اللہ طائف میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ موجود تھے اپنے والد کی خلافت تک زندہ رہے - آپکے ایک لڑکا اسمعیل جو لاولد فوت ہوگئے آپ بھی اپنے والد کے زمانہ خلافت

میں فوت ہو گئے اور کوئی اولاد نہ چھوڑی۔

اسماء۔ آپ ذات النطاقین[1] کے لقب سے مشہور ہیں۔ مکہ میں زبیر بن عوام کی تھی چند لڑکوں کے پیدا ہونے کے بعد انہوں نے طلاق دیدی۔ آپ اپنے بیٹے عبداللہ کے ساتھ رہیں حتے کہ مکہ میں مقتول ہو گئیں۔ آپ سو برس تک زندہ رہیں۔ آخری وقت نابینا ہو گئی تھیں۔

عائشہ صدیقہؓ۔ آپ آنحضرتؐ کی ازواج مطہرات میں سے ہیں۔ آپ معاویہؓ کی خلافت تک زندہ رہیں۔ ۶۰ برس کے قریب ہوکر ۵۸ھ فوت اور بقیع میں دفن ہوئیں۔

آپ بہت ہی ذہین فصیح البیان تھیں جیسا کہ انکے گذشتہ خطبات کے دیکھنے سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے۔ آپکے بہت خطبات ہیں جو سب کے سب بلاغت و فصاحت میں بڑے پائے کے چنانچہ بعض مناسب مقامات پر درج بھی ہوئے علاوہ اسکے آپ بہت بڑی عالمہ فاضلہ تھیں آپسے اکثر لوگوں نے علوم و احادیث اخذ کیں۔ یرحمہا اللہ و رضی عنہا۔

عبدالرحمن۔ بدر میں مسلمانوں کے مقابلے میں آئے تھے بعد میں سچے دل سے مسلمان ہوئے۔ ۵۳ھ اچانک مکہ کے پہاڑ کے قریب فوت ہو گئی حضرت عائشہ صدیقہ نے حرم میں لیجا کر دفن کیا اور ایک غلام آپکی طرف سے آزاد کیا۔ آپ جنگ جمل میں بھی شریک تھے ابو عبداللہ آپکی کنیت تھی۔ آپسے عبداللہ۔ محمد۔ حفصہ پیدا ہوئے۔ جنسے بہت نسل ہے جو شہروں اور قریوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ مسعودی نے بیان کیا ہے کہ یہ لوگ حجاز و عراق کے درمیان موضع صفیسان میں رہا کرتے تھے۔

محمد ابن ابوبکر انکی کنیت ابوالقاسم ہے۔ قریش کے بڑے نامدروں میں گنے جاتے تھے حضرت علیؓ نے انکو مصر کا والی مقرر کیا تھا۔ لیکن معاویہ کے والی نے مقابلہ کرکے شکست دیدی اور قتل کر ڈالا۔ آپسے قاسم پیدا ہوئے جو بڑے فقیہ و فاضل تھے۔

ام کلثوم کی طلحہ بن عبیداللہ سے شادی ہوئی۔ جنسے زکریا۔ عائشہ پیدا ہوئے انکے قتل کے بعد عبدالرحمن بن ابی ربیعہ مخزومی سے آپ نے شادی کی۔

عمال و قضاۃ و کتاب

جب آپ خلیفہ مقرر ہوئے ابوعبیدہ نے فرمایا میں بیت المال کو سنبھالونگا۔ اور عمرؓ نے کہا

[1] مسلمان عورتوں میں آپ نہایت شجاع و دلیر اولوالعزم تھیں آپ کی بہادری کی خود داری کی تعلیم دینے والی بی بی ہوئی ہیں

عمر میں قضا کے محکمہ کو لیتا ہوں حضرت علی ابن ابی طالب ـ زید بن ثابت ـ عثمان بن عفان نے کتابت کا کام لیا ـ انکی عدم موجودگی میں جو کوئی بھی حاضر ہوتا وہی اس خدمت کو سرانجام دیتا ـ

عمال

مکہ پر عتاب بن اسید مقرر تھے اور آپکی وفات کے دن وہ بھی فوت ہوگئے اور بعضوں نے کہا کہ بعد میں فوت ہوئے ـ طائف پر عثمان بن العاص ـ صنعا پر مہاجر بن امیہ ـ حضرموت پر زیاد بن لبید انصاری ـ خولان پر یعلی بن منیہ ـ منیہ آپکی والدہ کا نام تھا ـ اور آپ انہیں کے نام سے مشہور تھے ـ آپکے والد کا نام امیہ تھا ـ زبید و ربیع پر ابو موسیٰ ـ جند پر معاذ بن جبل ـ بحرین پر علاء بن حضرمی معین تھے ـ نجران پر جریر بن عبداللہ ـ اور دومۃ الجندل پر عیاض بن غنم کو روانہ کیا تھا ـ ابو عبیدہ شرجیل ـ یزید ابن ابی سفیان ـ عمرو بن العاص ـ خالد بن ولید اپنے اپنے لشکر لئے شام میں ڈٹے ہوئے تھے ـ خالد کی سرداری عام و تام تھی یہ ابو بکر کے نامور سپہ سالار تھے ـ اسی وجہ سے ابو بکر رضی اللہ عنہ کے ساتھ انکے ذکر کو اختیار کیا ـ عراق پر مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کو خالد بن ولید ـ شام کو جاتے ہوئے مقرر کئے گئے تھے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ـ

حلیہ ابو بکر رضی اللہ عنہ

ابن قتیبہ نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی ہے کہ انہوں نے انکا حلیہ یوں بیان کیا کہ آپ گورے دبلے تھے رخسار دن پر گوشت بہت کم تھا رگیں نظر آتی تھیں نچلا بدن اتنا ہلکا تھا کہ ازار نیچے کو کھسکتی رہتی تھی ـ آنکھیں گڑھی گڑی تھیں پیشانی کھلتی اور کم مرتی ـ حنا اور تال سے خضاب کیا کرتے تھے ـ

حضرت ابو بکر کی سیرت کے متعلق ہم اتنا ہی لکھنا چاہتے تھے ؛ سلسلہ اسی پر بس کرتے ہیں ـ ہمنے جو کچھ بیان کیا بہت جد و جہد تحقیق و تنقید سے اور پراگندہ بیانوں کو یکجا کرکے اور اشباہ و نظائر کو ایک دوسرے سے ملا کر بیان کیا تاکہ دیکھنے والوں کو سہولت اور فائدہ اٹھانے والوں کو آسانی ہو ـ مگر بعض ایسے امور کو جنکو دیگر مورخین نے آپکی سیرت میں بیان کیا ہے ہمنے قصداً چھوڑ دیا مثلاً کتنی احادیث آپ سے مروی ہیں یا آپ نے کیا کیا احکام زمانہ خلافت میں صادر کئے یا آپ کی فضیلت میں کون کون حدیثیں وارد ہیں اسی طرح کے اور امور جو کتب احادیث و شریعت میں شرح

وبسط کے ساتھ مرقوم ہیں اور مقاصد حدیث ہی سے ہیں اونکو تاریخی خصوصیات سے کچھ تعلق نہیں ہاں صرف تمدنی حالت کا دکھلانا رکھا گیا ہے جسکو بیان کرکے خالد بن ولید کے حالات شروع کرینگے - اور اسی پر اس حصہ کو ختم کر دینگے - واللہ المستعان

عہد ابو بکرؓ میں مسلمانوں کی اجتماعی و تمدنی حالت

اسلام توحید کے ساتھ ہی انسانی اجتماع و افکار لغتہ و مقاصد کے اتحاد کی منادی دیتا ہوا عرب کے سرزمین میں ظاہر ہوا ایسے وقت میں جبکہ نفوس بشری پر ہوا و ہوس کا غلبہ تھا اور دنیا کی تمام قومیں بت پرستی میں ڈوبی ہوئی تھیں حتی کہ اہل کتاب نے اپنے دین کی صورت کو بگاڑ لیا تھا اپنی آسمانی کتابوں سے منحرف ہوگئے تھے - کفار دہمیت و خیالیات میں پڑے ہوئے تھے - اور اور ہر ایک فرقہ نے اپنے اپنے توہم و تصور کے موافق عبادت کے لئے نئی نئی اور جدا جدا شکلیں اور بت تراش رکھے تھے - ان اعتقادی اختلافات کی وجہ سے آنکے اخلاق و مقاصد بھی بالکل مختلف ہوگئے تھے کسی کی کوئی رو کسی دوسرے فریق سے نہیں ملتی تھی - گویا نفوس انسانی میں کوئی مشاکلت ہی باقی نہ تھی اور اجتماعی و سیاسی دینی اتحاد ہر قوم میں پارہ پارہ ہوچکا تھا - یہود کے متعدد فرقے تھے مثلاً قراء - سامری - ربانی وغیرہ یہی حال نصاریٰ کا تھا کوئی اپنے آپ کو یعقوبی کہتا تھا - آریوسینی اور کوئی نسطوری - انکے علاوہ اور بہت سے فرقے تھے جنکے معتقدات بالکل مختلف تھے - اہل کتاب کے علاوہ دیگر قومیں جو اپنے کو مجوسی - زردشتی - برہمن وغیرہ کہتی تھیں انکے بھی صدہا فرقے ہورہے تھے - اور اس انقسام کا نتیجہ تھا کہ ہر مذہب کا مسلک سیاسی و اجتماعی بھی الگ الگ تھا - اگرچہ عرب کے ہمسایہ روم و فارس کی سلطنتیں جو انتہا درجہ کی متمدن اور پرانی صاحب شوکت مرہوب القوی) - اور سب سلطنتوں سے زیادہ زمین پر پھیلی ہوئی تھیں - ایک ایسے درخت کی مانند تھیں جسکی جڑیں تحت الثریٰ اور شاخیں آسمان تک پہنچی ہوئی تھیں - لیکن یک بیک قوموں کے مذہب و مشرب کے اختلاف کی آندھی اٹھی جسنے ان عالیشان درختوں کی جڑوں کو ہلا دیا - شاخوں اور تنوں کو جھکا کر زمین سے ملا یا اور آخر کار انہیں بالکل اکھاڑ کر پھینک دیا یعنی روم کی سلطنت مختلف قوموں کی خواہشوں کے تیروں کا نشانہ بنگئی اور متعدد قومیں شکاری درندوں کی طرح اسکو نوچنے لگیں - مثلاً عرب یونانی ارمنی - رومانی صقلبی وغیرہ سب ہی اسپر ٹوٹ پڑے -

اسی طرح سے ایران کا اتحاد پارہ پارہ ہوا - اطراف و جوانب میں اسکے عامل خود سر بن بیٹھے -

کیا سرہ سے سلطنت کے لئے لڑے - ملک پر غالب آنے کی کوشش کی - ظالمانہ روش اختیار کی اور رعایا کو ستایا - ان اقسادوں سے رومیوں اور ایرانیوں کے اتحاد کا شیرازہ کھلا - اور حکام و عمال کے مقاصد متبائن ہوتے ہیں - رومی وایرانی تمدن کا آفتاب چھپنے لگا - اور قریب تھا کہ علم و تمدن کے آثار دفعتہ مٹ جائیں - اور دنیا میں انسان کی حالت اس سے بھی بدتر ہو جائے جو تاریخ تمدن اور بعثت آیندہ سے پہلے تھی - اجتماع کا نام و نشان نہ رہے افراد انسانی کے خیالات و ارادے باہم جوڑ ہی نہ کھائیں وحشیانہ زندگی کا دور شروع ہو - اور مدارک و عقول بعد ترقی پھر پستی میں جا پڑیں - لیکن اللہ تعالیٰ نے رحم فرمایا اور دنیا کو اپنی قدرت کے آثار دکھائے - اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو بشیر و نذیر اور ہادی البشر بنا کر بھیجا - اور قرآن اسپر نازل کیا - جو عالم والوں کے لئے ہدایت و نور و رحمت ہے تا کہ زندوں کو ڈرائے اور کافروں کی خدا کی حجت پوری ہو جائے -

محمد صلے اللہ علیہ وسلم نے اپنے پروردگار کے حکم کے موافق لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلایا - اور کہا کہ اللہ کی وحدانیت پر ایمان لاؤ کسی کو اسکا شریک نہ بناؤ - سب مل جل کر رہو - فرقوں میں متفرق ہو کہ ایک دوسرے کو ڈھکیلے - خیالات میں متحد ہو جاؤ اور حق میں مت جھگڑو - اپنا ایک مقصد بناؤ - تاکہ شیطان تمکو گمراہ نکرے اور تم کو حق سے نفسانی خواہشیں الگ کریں - ایک ہی زبان بولو تاکہ اجنبیت اور باہمی نفرت اٹھ جائے -

پہلے آپ نے اپنے اہل اور قبیلہ والوں کو یہ خدائی دعوت دی - پھر اپنی قوم کو اور پھر تمام عرب کو پھر تمام دنیا کے بادشاہوں کو خط لکھے جنکے ہاتھ میں قوموں کا حل و عقد تھا اور جسکے ذریعہ سے دعوت پھیلتی ہے - یہاں تک کہ اللہ کی حجت بنی آدم پر قائم ہو گئی - جو خوش نصیب تھے انہوں نے اس دعوت کو قبول کیا اور ایمان لائے جنہیں سے زیادہ عرب تھے جو نہیں کہ انہوں نے اسلام اختیار کیا - انہیں وہ آثار ظاہر ہوئے - جو انکی پیش آیند سیادت کی خبر دیتے تھے - اسلئے کہ اسلام نے تنافر و غیریت کے بعد انمیں اخوت پیدا کی تفرق و نفاق کے بعد انکو ایک مرکز پر جمع کیا - شرک کو چھوڑ کر وہ موحد بنے - غفلت کو چھوڑ کر وہ ہوشیار ہوئے - کفر کے بعد صاحب ایمان ہوئے - نفرت و بغض کے بعد ایک دوسرے کے دوستدار ہوئے - بھلائی کا حکم اور برائی سے منع کرنے لگے - خدا کے لئے جہاد پر آمادہ ہوئے - اُسکے دین کی نصرت کی اللہ کی حدود کو قائم کیا - غریبوں اور فقیروں کے ساتھ مواساۃ کو اپنا شیوہ بنایا - حق پسند ہوئے - حرص و طمع کو چھوڑ کر قانع بکفاف ہوئے اور ایثار اختیار کیا اگرچہ اُنکے پاس ذرا ہی سا ہوتا -

ان بنیادوں پر اسلامی اجتماع کی عمارت بلند ہوئی اور انہیں اوصاف کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے

امت محمدی کی تعریف کی چنانچہ وہ فرماتا ہے۔ کنتم خیرامۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف تنہون عن المنکر وتسارعون فی الخیرات واولئک من الصالحین ۔ دوسری جگہ فرماتا ہے محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینہم تراہم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ ورضوانا۔ تیسری جگہ فرمایا۔ یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ ۔ چوتھی جگہ فرمایا انما المومنون اخوۃ اسی طرح اور بہت سی آیتیں ہیں جو عہد نبوت کے مسلمانوں کی حالت کا آئینہ ہیں اور ظاہر کرتی ہیں کہ اسلام نے یک بیک مسلمانوں کے دلوں پر کتنا اثر ڈالا تھا جسنے ایک بدو قوم کو دفعتہً جنگ وجہالت کی تاریکی سے علم واجتماع کی روشنی میں پہنچا دیا۔ یہ تھی مسلمانوں کی اجتماعی حالت عہد نبوت اور عہد خلافت ابو بکر میں حضرت ابو بکر نے اپنے عہد خلافت میں نشر دعوت واتحاد قوم کے لئے جو کچھ کوشش کی اسکا مفصل حال ہم سیرت گذشتہ میں بیان کر ہی چکے ہیں۔ آپ نے روم وفارس پر مسلمانوں کی فوجیں بھیجیں تاکہ اُس دعوت کو پورا کریں جو عہد رسول اللہ میں قوت سے خالی ہونے کی وجہ سے پوری نہ ہو سکی تھی یوں مسلمان اُن قوموں تک پہنچے جو عیش وعشرت اور تمدن کے انتہا کو پہنچی ہوئی تھیں۔ اُنکے ملک کو فتح کیا۔ اور اُنکے دیرینہ خزانوں کے مالک بنے لیکن ان باتوں سے اُنکے اخلاق پر کوئی بُرا اثر نہیں پڑا اور دنیا کے اقبال نے اُنکو ہدایت کے سیدھے راستے سے نہیں موڑا۔ قرآن اُنکے ہاتھ میں تھا۔ اسکی ہدایت پر کاربند تھے۔ اور حضرت ابو بکر اُنکے پیچھے نگرانی کر رہے تھے۔ قرآن وشریعت کی راہ سے اُنکو الگ نہیں ہونے دیتے تھے اور انہیں اپنے اخلاق وعادات کا سبق پڑھاتے تھے۔ آپکی بڑی کوشش ہر وقت یہی رہتی تھی کہ شعائر دین پورے طور سے قائم ہوں اور مسلمان رسول اللہ کے نقش قدم پر چلیں۔ خصوصًا سادگی اور خلاف نفس اور قناعت کے بارے میں آپ اس طریقہ پر کاربند تھے اور مسلمانوں کو اس طریقہ پر چلاتے تھے اور ساتھ یہ بھی جانتے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے طیبات کو مسلمانوں کے لئے حلال کیا ہے۔ وہ مسلمانوں کو آداب نبوی سے اسلئے شاداب کرتے تھے کہ کہیں عیش وآرام پسندی اور دنیا کا مال ومنال اُنکو دعوت دین اور اتحاد قومی کے بڑھانے سے روک نہ دے۔ ورنہ کوئی چیز کیونکر اُنکو احکام الٰہی سے منحرف کر سکتی تھی جبکہ وہ بہترین امت تھے۔ اور اُنکا زمانہ بہترین زمانہ تھا۔ اور کیونکر اُنکا بہترین زمانہ نہ ہوتا جبکہ مسلمان ایسے سلیم الفطرت پاکیزہ اخلاق باہمدیگر مالوف ومانوس حامی عدل وحق معین ضعفا حق شناس اخوت ایک دوسرے پر اس درجہ اعتماد کرنے والے تھے کہ کوئی امت نہ تھی نہ ایمان لانیوالے نہ اُس درجہ کو پہنچے اور نہ پہنچینگے۔

امام غزالیؒ نے احیاء العلوم میں لکھا ہے کہ ان دنوں مسلمانوں میں یہاں تک محبت اور یکجہ

دوسرے پر اعتماد تھا کہ اگر بہت سے آدمیوں کا مال ملا جلا ہوتا۔ تو محتاج فقیر اسی مال میں سے کوئی ایک جو چاہتا اٹھا لے لیتا تھا اور سب حصہ دار اُسکو اپنے اپنے حصہ میں ادا کر دیتے تھے اور اتنا نہیں پوچھتے تھے کہ ہم سے اجازت کیوں نہ لی۔ کیونکہ وہ مسلمان یوثروں علی انفسہم ولو کان بہم خصاصۃ کے مصداق تھے اور فقراء و محتاج اس بات کو جانتے تھے۔

اور یہانتک حق شناس اور حق پر قائم رہنے والے تھے کہ حضرت ابوبکر کی اوائل خلافت میں دو مسلمان اپنا جھگڑا لیکر قاضی کے سامنے نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر انکے عہد میں قاضی مقرر ہوئے ایک سال تک اُنکے پاس کوئی دعوے لیکر نہیں آیا۔ کہ میرا فلاں شخص پر یہ حق ہے اور وہ نہیں دیتا اور چونکہ حضرت ابوبکر بہترین مقتدائے مسلمانان تھے اور باوجود غنی اور املاک کی وافر آمدنی کے انتہا درجہ کے متواضع سادگی پسند۔ اور موٹا جھوٹا پہننے والے۔ اسلئے عام مسلمانان بھی اُنکے نقش قدم پر چلتے تھے نہ کھانے میں تکلف کرتے نہ لباس میں اور بڑے بڑے صحابی تو اپنی آمدنی سے بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سرداران عرب اور ملوک یمن جب حضرت ابوبکر کے پاس آئے تو حلے اور منقش چادریں اوڑھے اور سونا اور تاج لادے ہوئے تھے۔ یہاں آکر جب زہد و تواضع اور اُسکے ساتھ وقار و ہیبت کا تماشہ دیکھا۔ وہ طمطراق چھوڑ کر خاک نشینوں میں خاک نشین بنگئے۔ ذوالکلاع ملک حمیر جس وقت مدینہ پہنچا ہے تو خاص اسکے ساتھ خاص اسکے ...... ایک ہزار غلام تھے اور اُسکے کنبہ والوں کے اسکے علاوہ تاج پہنے ہوئے تھے اور زیور اور زنگا رنگ چادروں سے دمکا ہوا تھا۔ جب حضرت ابوبکر کو سادگی میں دیکھا سارا لباس اُتار پھینکا اور انہیں کے سے کپڑے پہن لئے۔ یہانتک کہ وہ اسی دن مدینہ کی گلیوں میں اس ہیئت سے دیکھا گیا کہ بکری کی کھال لپیٹے ہوئے تھا اور تنہا پھر رہا تھا۔ یہ حالت دیکھکر اسکے کنبہ والوں نے کہا کہ ذوالکلاع تو نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ اور مہاجرین و انصار کی نگاہ میں حقیر کر دیا اسنے جواب دیا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسلام میں بھی ایک جبار بادشاہ رہوں۔ بخدا خدا کی طاعت بغیر تواضع و زہد کے نہیں ہو سکتی۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ اسی طرح اور بہت سے بادشاہوں نے اور وفد کے سرداروں نے ابوبکر کی حالت کو دیکھکر تواضع اختیار اور تکبر و تجبر کے بعد مسکنت پسند کی۔

اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ قوم کے پیشوا اُسکے رئیس و بادشاہ ہی ہوتے ہیں وہی اُسکو خیر و شر کی طرف کھینچتے ہیں اور تاریخ بتاتی ہے کہ آجتک جو قوم تباہ ہوئی وہ بادشاہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور کسی قوم کو سیادت و اقبال ملا ہے تو اُسی وقت جبکہ اُسکے بادشاہ استقامت پسند ہوئے

یہ تھی مسلمانوں کی اجتماعی حالت عہد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جسکو ہم نے اجمال کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ آپ اسے پڑھو اور عبرت پکڑو اللہ سے ڈرو اور برائیوں سے بچو۔ کاش ہمارے زمانہ کے مسلمان حکام پاکستان کو خدا توفیق عطا کرے اور وہ سوچیں خلفاء کا زمانہ کیسا تھا اور وہ کیا کام کرتے تھے جس سے مسلمان دن دگنی رات چوگنی ترقی کر رہے تھے۔

سیف اللہ خالد بن ولید

جاہلیت

اصل و نسب

آپکا سلسلہ نسب یہ ہے:۔

خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبداللہ بن عمر بن مخزوم ابو سلیمان یا ابو الولید قرشی مخزومی آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ یا لبریٰ تھیں۔ (پہلا قول زیادہ زبردست ہے) وہ حارث بن خزن ہلالیہ کی بیٹی میمونہ بنت حارث کی جو حضرتؐ کی ازواج مطہرات سے ہیں بہن تھیں۔ آپکی بڑی بہن لبابہ کبریٰ حضرت عباس کی بیوی تھیں اسوجہ سے آپ اولاد عباس کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔

قومی شرف ہم ابتدائے کتاب میں قریش کی شرافت کا ذکر کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ خالد کے متعلق قبہ و اعنہ کی خدمت تھی جسکا بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا یہاں اسکی تفصیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہی وجہ تھی کہ بدر و احد و خندق کے وقائع میں مشرکین کے سواروں کے ساتھ تھے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب لڑائیوں میں بعد فتح کے شریک ہوئے۔ آپ اپنی قوم میں ہر دلعزیز و شجاع تھے ہر ایک معرکہ میں سب سے آگے رہتے۔ قواعد جنگ سے خوب ماہر سپہ گری کے صفات سے متصف تھے جسکے واسطے خشونت طبع۔ جوش جوانمردی۔ ہر ایک حادثہ میں بیباکی۔ فی الفور بدلہ لینا جیسے امور لازمی ہیں۔ اسی وجہ سے جب مالک بن نویرہ کے معاملہ میں انہوں نے عجلت سے کام لیا عمر بن خطاب نے کہا کہ خالد کی تلوار نے ناحق خون کیا اور زور کے ساتھ انکے معزولی کی گفتگو کی کیونکہ آپ کو ڈر لگا ہوا تھا کہ محاربین سے یوں سختی نہ برتیں جبکہ اسلام نرمی کا حکم دیتا اور سختی سے منع کرتا ہے لیکن باوجود اسکے اسلام نے انکے بہت کچھ اوصاف بدل دئے اور پھر کبھی فارس اور روم کی لڑائیوں میں کوئی بے احتیاطی کی بات اُنسے ظاہر نہیں ہوئی۔

دوسرے پر اعتماد تھا کہ اگر بہت سے آدمیوں کا مال ملا جلا ہوتا۔ تو محتاج فقیر اسی مال میں سے کُچھ ایک سے جو چاہتا اٹھا لے لیتا تھا اور سب حصہ دار اُسکو اپنے اپنے حصہ میں ادا کر دیتے تھے اور اتنا نہیں پوچھتے تھے کہ ہم سے اجازت کیوں نہ لی۔ کیونکہ وہ مسلمان یوثرون علی انفسہم ولو کان بہم خصاصہ کے مصداق تھے اور فقراء و محتاج اس بات کو جانتے تھے۔

اور یہانتک حق شناس اور حق پر قائم رہنے والے تھے کہ حضرت ابوبکر کی اوائل خلافت میں دو مسلمان اپنا جھگڑا لیکر قاضی کے سامنے نہیں جاتے تھے۔ چنانچہ جب حضرت عمر انکے عہد میں قاضی مقرر ہوئے ایک سال تک اُنکے پاس کوئی دعوے لیکر نہیں آیا۔ کہ میرا فلاں شخص پر یہ حق ہے اور وہ نہیں دیتا اور چونکہ حضرت ابوبکر بہترین مقتدائے مسلمانان تھے اور باوجود غنی اور املاک کی وافر آمدنی کے انتہا درجہ کے متواضع سادگی پسند۔ اور موٹا جھوٹا پہننے والے۔ اسلئے عام مسلمانان بھی اُنکے نقش قدم پر چلتے تھے نہ کھانے میں تکلف کرتے نہ لباس میں اور بڑے بڑے صحابی تو اپنی آمدنی سے بھی فائدہ نہیں اُٹھاتے تھے۔ چنانچہ مسعودی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے کہ سرداران عرب اور ملوک یمن جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس آئے تو حلے اور منقش چادریں اوڑھے اور سونا اور تاج لادے ہوئے تھے۔ یہاں آکر جب زہد و تواضع اور اُسکے ساتھ وقار و ہیبت کا تماشہ دیکھا۔ وہ طمطراق چھوڑ کر خاک نشینوں میں خاک نشین بنگئے۔ ذوالکلاع مالک حمیر جس وقت مدینہ پہنچا ہے تو خاص اسکے ساتھ خاص اسکے ... ایک ہزار غلام تھے اور اُسکے کنبہ والوں کے اسکے علاوہ تاج پہنے ہوئے تھے اور زیور اور رنگا رنگ چادروں سے دمکا ہوا تھا۔ جب حضرت ابوبکرؓ کو سادگی میں دیکھا سارا لباس اُتار پھینکا اور انہیں کے سے کپڑے پہن لئے۔ یہانتک کہ وہ اسی دن مدینہ کی گلیوں میں اس ہیئت سے دیکھا گیا کہ بکری کی کھال لپیٹے ہوئے تھا اور تنہا پھر رہا تھا۔ یہ حالت دیکھکر اسکے کنبہ والوں نے کہا کہ ذوالکلاع تو نے ہمیں ذلیل کر دیا۔ اور مہاجرین و انصار کی نگاہ میں حقیر کر دیا اسنے جواب دیا کہ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ میں اسلام میں بھی ایک جبار بادشاہ رہوں۔ بخدا خدا کی طاعت بغیر تواضع و زہد کے نہیں ہو سکتی۔ مسعودی نے لکھا ہے کہ اسی طرح اور بہت سے بادشاہوں نے اور وفد کے سرداروں نے ابوبکر کی حالت کو دیکھکر تواضع اختیار اور تکبر و تجبر کے بعد مسکنت پسند کی۔

اور یہ ایک ظاہر بات ہے کہ قوم کے پیشوا اُسکے رئیس و بادشاہ ہی ہوتے ہیں وہی اُسکو خیر و شر کی طرف کھینچتے ہیں اور تاریخ بتاتی ہے کہ آجتک جو قوم تباہ ہوئی وہ بادشاہ کی وجہ سے ہوئی ہے اور کسی قوم کو سیادت و اقبال ملا ہے تو اُسی وقت جبکہ اُسکے بادشاہ استقامت پسند ہوئے

یہ تھی مسلمانوں کی اجتماعی حالت عہد ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں جسکو ہم نے اجمال کے ساتھ بیان کر دیا ہے تاکہ آپ اسے پڑھو اور عبرت پکڑو۔ اللہ سے ڈرو اور برائیوں سے بچو۔ کاش ہمارے زمانہ کے مسلمان حکام پاکستان کو خدا توفیق عطا کرے اور وہ سوچیں خلفاء کا زمانہ کیسا تھا اور وہ کیا کام کرتے تھے جس سے مسلمان دن دونی رات چوگنی ترقی کر رہے تھے۔

سیف اللہ خالد بن ولید

جاہلیت

اصل و نسب

آپکا سلسلہ نسب یہ ہے:۔

خالد بن ولید بن مغیرہ بن عبد اللہ بن عمر بن مخزوم ابو سلیمان یا ابو الولید قرشی مخزومی آپ کی والدہ لبابہ صغریٰ یا لبابہ بری تھیں۔ (پہلا قول زیادہ زبردست ہے) وہ حارث بن حزن ہلالیہ کی بیٹی میمونہ بنت حارث کی جو حضرت کی ازواج مطہرات سے ہیں بہن تھیں۔ آپکی بڑی بہن لبابہ کبریٰ حضرت عباس کی بیوی تھیں اسوجہ سے آپ اولاد عباس کے خالہ زاد بھائی ہوئے۔

قومی شرف ہم ابتدائے کتاب میں قریش کی شرافت کا ذکر کر چکے ہیں اور یہ بھی بیان کر دیا ہے کہ خالد کے متعلق قبہ و اعنہ کی خدمت تھی جسکا بیان پہلے ہو چکا ہے لہذا یہاں اسکی تفصیل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں یہی وجہ تھی کہ بدر و احد و خندق کے وقائع میں مشرکین کے سواروں کے ساتھ تھے۔ آپ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمرکاب لڑائیوں میں بعد فتح کے شریک ہوئے۔ آپ اپنی قوم میں ہردلعزیز و شجاع تھے ہرایک معرکہ میں سب سے آگے رہتے۔ قواعد جنگ سے خوب ماہر سپہ گری کے صفات سے متصف تھے جسکے واسطے خشونت طبع۔ جوش جوانمردی۔ ہرایک حادثہ میں بیباکی۔ فی الفور بدلہ لینا جیسے امور لازمی ہیں۔ اسی وجہ سے جب مالک بن نویرہ کے معاملہ میں انہوں نے عجلت سے کام لیا عمر بن خطابؓ نے کہا کہ خالد کی تلوار نے ناحق خون کیا اور زور کے ساتھ انکے معزولی کی گفتگو کی کیونکہ آپ کو ڈر لگا ہوا تھا کہ محاربین سے یوں سختی نہ برتیں جبکہ اسلام نرمی کا حکم دیتا اور سختی سے منع کرتا ہے لیکن باوجود اسکے اسلام نے انکے بہت کچھ اوصاف بدل دئے اور پھر کبھی فارس اور روم کی لڑائیوں میں کوئی بے احتیاطی کی بات اُنسے ظاہر نہیں ہوئی۔

اسلام و صحبت

آپ کے اسلام کو بعض نے ۵ھ و بعض نے ۶ھ بعض نے ۸ھ بیان کیا ہے مگر سات کی روایت زیادہ معتبر و درست ہے کیونکہ آپ صلح حدیبیہ کے بعد اسلام لائے ہیں اور صلح حدیبیہ ذیقعد ۶ھ میں ہوئی تھی۔ آپ عمرو بن العاص طلحہ بن ابی طلحہ عبدری کے ساتھ صفر میں آنحضرت ؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ آنحضرت ؐ نے ان لوگوں کو دیکھکر ارشاد فرمایا کہ مکہ نے اپنے جگر پارے تمہاری طرف پھینک دئے

صحبت رسول ؐ

جب آپ مشرف باسلام ہو چکے آپکو آنحضرت ؐ نے ایک لشکر کے ہمراہ جسکے امیر زید بن حارثہ تھے مشارف شام کی طرف روم سے لڑنے کو روانہ کیا۔ اس واقعہ میں بہت کشت وخون ہوا حتیٰ کہ زید بن حارثہ شہید ہوگئے انکے بعد جعفر ابن ابیطالب نے نشان اپنے ہاتھ میں لیا اور جام شہادت نوش کر کے راہی بہشت ہوئے انکے بعد عبداللہ بن رواحہ نے یہ خدمت سنبھالی اور تھوڑی دیر میں ملک بقا کو سدھارے۔ اسکے بعد مسلمانوں نے متفق ہوکر اسلامی جھنڈا آپکے ہاتھ میں دیا۔ آپنے اسوقت ایسا سخت مقابلہ کیا کہ آپکے ہاتھ میں سات تلواریں ٹکڑے ٹکڑے ہوگئیں مگر آپ برابر بے دین دشمنان دین کو ہٹاتے رہے۔ کچھ دیر میں وہ بھاگ نکلے اور یہ مظفر و منصور مسلمانوں کو لیکر واپس ہوئے اس معرکہ آپکو سیف اللہ کا لقب عنایت ہوا۔ وجہ اسکی یہ ہوئی کہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت کو امراء کی شہادت کی خبر دی آپنے منبر پر چڑھکر زید جعفر۔ ابن رواحہ کے شہادت کی خبر سنائی اسکے بعد فرمایا (ثم اخذ الایۃ سیف من سیوف اللہ خالد بن ولید) انکے بعد اللہ کی تلوار نے نشان کو اٹھایا اور اسی کے ہاتھ پر خدا نے فتح دی اسیوجہ سے آپکا لقب سیف اللہ ہوگیا۔

جب سے آپ اسلام لائے اعنۃ الخیل آپ ہی کے سپرد رہے اور آپ جنگ میں سب سے آگے چلا کرتے تھے فتح مکہ میں آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے انکو آنحضرت ؐ نے نچلے حصہ کی طرف سے داخل ہونے کا حکم دیا انکی ماتحتی میں اسلم۔ غفار۔ مزینہ جہینہ۔ اور عرب کے چند قبیلے تھے یہ پہلا موقعہ ہے کہ جس میں آنحضرت ؐ نے انکو امیر لشکر مقرر کیا۔

اس طرف عکرمہ بن ابی جہل صفوان بن امیہ سہیل ابن عمرو نے ایک بڑی جماعت حبشیوں اور بنو بکر بنو حرث بن عبد مناۃ کی لیکر لڑنے کے واسطے جمع کر رکھی تھی۔ خالد نے انمیں سے تیرہ آدمیوں کو

مار کر باغیوں کو بھگا دیا۔
جب مکہ فتح ہو گیا اور قریش رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مطیع ہو گئے جو سب سے زیادہ رسول اللہ کے دشمن ایذا رسان اور دعوت الٰہی میں رخنہ انداز تھے تو آپ نے اُن عرب کو جو مکہ کے آس پاس رہتے تھے لوگوں کو بھیج کر دعوت اسلام دی منجملہ انکے خالد کو بھی بنو خذیمہ کی طرف دعوت کے واسطے بھیجا۔ انہوں نے وہاں جاکر جنگ چھیڑ دی اور انمیں سے کچھ لوگوں کو مار ڈالا۔ جب خبر آنحضرتؐ کو پہنچی آپنے آسمان کی طرف ہاتھ اُٹھا کر فرمایا (اللھم انی ابرءالیک مما صنع خالد) یعنے میں خالد کے اس فعل سے بری الذمہ ہوں۔ پھر حضرت علی کو مال دیکر روانہ کیا انہوں نے انکو خونبہا ادا کر دیا پھر خالد نے آکر آنحضرتؐ سے معذرت کی اور کہا کہ مجکو عبداللہ بن حذافہ سہمی نے یہی حکم آپکی طرف سے پہنچایا تھا۔ آنحضرتؐ نے آپ کو عزی کی طرف جو بطن نخلہ میں واقع ہے جسکی قریش و کنانہ و مضر بہت تعظیم کرتے تھے اور جہاں کی کنجی بنو شیبان کے پاس تھی جو بنی ہاشم کے حلیف تھے روانہ کیا۔ آپنے جاکر اس بت خانہ کو مسمار کر دیا اور یہ شعر پڑھا ؎ یا عز کفرانک لا سبحانک۔ انی رایت اللہ قد اہانک۔ یعنے اے عزی میں تیری تسبیح نہیں پڑھتا، بلکہ میں تجکو نہیں مانتا کیونکہ میں دیکھتا ہوں کہ اللہ نے تیری اہانت کی۔
جنگ حنین کے دن خالد آنحضرتؐ کے مقدمہ پر بنی سلیم کے ساتھ موجود تھے۔ جب زخمی ہو گئے آنحضرتؐ نے بلا کر دم کر دیا زخم فی الفور اچھا ہو گیا۔ آنحضرتؐ نے آپکو اکیدر بن عبدالملک صاحب دومۃ الجندل کے مقابلہ پر بھیجا۔ آپ نے جاکر اُسکو پابزنجیر حضور اقدس میں پیش کیا آنحضرتؐ نے جزیہ پر صلح کر کے اسکے شہر کو واپس کر دیا۔
سنہ ۱۰ھ میں بنی حویرث بن مدحج کی طرف نجران میں دعوت اسلام کے واسطے روانہ کیا اور حکم دیا کہ اگر انکار کریں جنگ کرنا۔ آپنے جاکر ہر طرف سوار دوڑا دئے اور اسلام کی عام منادی کروا دی لوگوں نے سنکر بخوشی اسلام میں جوق جوق داخل ہو اسلام قبول کیا۔ آپؓ انکو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی تعلیم دیتے رہے اور اسکی خبر آنحضرتؐ کی خدمت میں بھیجی۔ آپ نے انکو اپنے پاس بلا بھیجا اور لکھا کہ جو شخص بطور وفد کے تمہارے ہمراہ آنا چاہے اُسکو اپنے ساتھ ہی لیتے آؤ۔ آپ مع وفد کے جسمیں قیس بن حصین بن یزید بن قنان ذی الغصہ اور یزید بن عبدالمدان و یزید بن محجل وغیرہ شامل تھے حضور نبوی میں حاضر ہوئے۔
غرضکہ خالد آنحضرتؐ کی زندگی میں جب سے کہ اسلام لائے برابر کفار سے لڑتے اور آنحضرتؐ کی جو ندا

میں لگے رہے یہانتک کہ آپ نے وفات پائی۔حضرت کی وفات کے بعد بھی اسلامی فتوحات وارتداد کی آگ بجھانے میں انکو بہت بڑا دخل رہا جیسا کہ ابوبکرؓ کے حالات کے ضمن میں معلوم ہوا۔اب ہم انہیں واقعات کو خلاصہ کے طور پر بیان کرتے ہیں۔

جنگہائے خالدؓ بعہد ابوبکرؓ

جنگہائے ارتداد ہم اوپر بیان کر چکے ہیں کہ حضرت ابوبکرؓ نے خالد بن ولید کو طلیحہ بن خویلد کی طرف روانہ کرکے کہدیا تھا کہ وہاں سے فراغت کے بعد مالک بن نویرہ کی طرف بطاح میں جائیں۔مگر انکی روانگی سے پہلے عدی بن حاتم کو طے کی طرف بھیجا تھا اور انکے عقب میں خالد کو روانہ کرکے کہدیا تھا پہلے طے جائیں وہاں سے فرصت کرکے بزاخ میں طلیحہ اور وہاں سے بطاح میں مالک بن نویرہ کے پاس جائیں اور کسی ایک قوم کے کام سے فارغ ہوکر دوسری کا قصد نکریں جب تک کہ اجازت نہ منگا لیں۔عدی نے پہلے سے جاکر اپنی قوم کو اسلام کی طرف بلایا انہوں نے فوراً قبول کیا اور کہا کہ خالد کے پاس جاکر کہو کہ کچھ ٹھہر جائیں تاکہ ہم اپنے آدمیوں کو طلیحہ کے پاس سے بلوالیں ورنہ وہ بھی انہیں کے ساتھ قتل ہو جائینگے۔عدی نے آکر اپنی قوم کا پیغام پہنچایا۔آپ ٹھہر گئے اور قبیلہ طے نے آدمی بھیجکر اپنے بھائیوں کو بلا لیا۔جب خالد نے حدیبہ کا رخ کیا جو طے کا ایک قبیلہ ہے عدی نے آکر کہا کہ تم ٹھہر جاؤ پہلے میں جاکر انکو نصیحت و دعوت کردوں تب تم جانا۔انہوں نے جاکر اسلام کی منادی کردی وہ سب مسلمان ہوگئے اور انہیں کے ہمراہ ہزار سوار آکر مسلمانوں کے لشکر میں شامل ہوگئے۔یہ عدی بن حاتم کی حسن سعی کا نتیجہ تھا۔انہیں مساعی جمیلہ کو دیکھکر کہا گیا ہے کہ عدی اسوقت اپنی قوم میں سب سے بہترین وبزرگ ترین تھا۔

خالد نے جب طلیحہ پر جانے کا ارادہ کیا تو عکاشہ بن محصن وثابت بن اقرم انصاری کو طلیحہ کی طرف روانہ کیا راستہ میں حبال طلیحہ کا بھائی ملا۔انہوں نے اسکو مار ڈالا جب اسکی خبر طلیحہ کو پہنچی آپنے بھائی سلمہ کو ساتھ لیکر ان دونو کو قتل کر دیا۔ادھر سے خالد لشکر لیئے ہوئے آرہے تھے ان دونوں کی لاشیں دیکھکر بہت غمگین ہوئے۔اور مسلمانوں سمیت طے کی طرف لوٹ گئے۔طے نے کہا کہ قیس کو تو ہم سنبھال لینگے بنی اسد کی تم چھوڑ دو کیونکہ ہمارے انکے درمیان عہد ہے خالد نے جواب دیا کہ جس قبیلہ سے تمہارا دل چاہے لڑو۔عدی بن حاتم نے کہا کہ اگر ایسا کام کوئی میرا قریبی رشتہ دار ہی کرتا تو میں اُس سے بھی لڑتا بخدا میں انکی حلف کیوجہ سے جہاد نہ چھوڑونگا۔خالد نے کہا کہ جہاد جہاد سب برابر اپنی قوم کی

دل شکنی نہ کرو اور جس قوم کے لڑنے کے واسطے بخوشی تیار ہیں اسی کے مقابلہ پر جاؤ۔ خالد کی یہ رائے بہت ہی صائب تھی عدی بھی اسپر راضی ہوگئے اسکے بعد مسلمانوں کا لشکر آراستہ ہوکر براخہ کو روانہ ہوا اور طلیحہ اور اسکے ہمراہیوں سے جا مقابل ہوا دونوں میں سختی کے ساتھ معرکہ شروع ہوگیا طلیحہ کے ساتھ عینیہ بن حصین بھی سات سو جوان لئے ہوئے لڑ رہا تھا اور خوب جمکر لڑا جب مسلمانوں کے حملہ سے تنگ آگیا اور مسلمانوں کے تصادم نے اسکو متزلزل کر دیا۔ تو طلیحہ کے پاس آیا اور پوچھا کچھ وحی بھی آئی اسنے کہا نہیں اسکو چھوڑکر پھر لڑنے لگا۔ اور تھوڑی دیر کے بعد پھر وہی سوال کیا اور وہی جواب پایا عینیہ نے کہا کہ پھر کب جبرئیل آئینگے ہم تو بہت بری حالت کو پہنچ گئے۔ یہ کہنے کے بعد پھر لوٹ کر لڑنے لگا اور کچھ دیر کے بعد پھر آکر پوچھا کہ کہو اب بھی جبرئیل آئے یا نہیں کہا۔ ہاں آئے اور یہ وحی لائے ان لک رحی کرحاہ وحدیثا لا تنساہ) یہ سُن کر عینیہ نے کہا بیشک خدانے جان لیا کہ ایسی بات ہوگی جسکو تو نہ بھولیگا اے بنی فزارہ اپنے گھر جاؤ یہ کذاب ہے وہ تو اپنے گھر لوٹے رہے سہے جو تھے وہ بھی شکست کھا کر بھاگ نکلے۔ طلیحہ نے پہلے ہی سے بھاگنے کے واسطے ایک گھوڑا اور اپنی بیوی نوار کے واسطے محمل تیار کر رکھا تھا جب مسلمانوں نے اسکا نرغہ کر لیا جھٹ گھوڑے پر سوار ہوکر بیوی کو لے بھاگ کھڑا ہوا۔ اور کہا کہ اے بنی فزارہ جس سے ہو سکے وہ بھی اپنی اپنی بیویوں کو لیکر یوں ہی بھاگ جائے۔ یہ کہکر بھاگا اور شام میں جاکر قبیلہ کلب میں دم لیا۔ جب اسکو یہ خبر پہنچی کہ اسد و غطفان مسلمان ہوگئے خود بھی مسلمان ہوگیا۔ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت تک تو کلب ہی میں رہا جب حضرت عمرؓ خلیفہ ہوئے آکر بیعت کی اور نہاوند کی فتح میں خوب لڑا اور نامور فاتحان اسلام میں شمار ہوا۔ فارس کی جنگ میں داد شجاعت دے کر شہید ہوگیا۔

یوں طلیحہ کا جھگڑا ختم ہوا۔ جیسا کہ دوسرے کذابوں کا ہوا۔ باطل میں کہاں یہ قوت کہ حق کے مقابل میں ٹھہر سکے یا جھوٹ سچ پر غالب آجائے۔ بلکہ اللہ حق کو باطل پر ڈال دیتا ہے وہ اسکا سر توڑ کر ہلاک کر دیتا ہے۔

طلیحہ کے ساتھی شکست کھا کر ام زمل نام ایک عورت کے پاس جو بنی فزارہ میں تھی جا جمع ہوئے اُسنے انکو مسلمانوں سے لڑنے کا حکم دیا جب اسکی خبر خالد کو ہوئی اسی وقت وہ لشکر لیکر پہنچے اور ایک سخت جنگ کے بعد اسکو قتل کر ڈالا اور اسکے ساتھیوں کو مار کر بھگا دیا۔

حادثہ مالک بن نویرہ

یہاں سے فراغت کے بعد خالد نے مالک بن نویرہ کا قصد کیا ہم ابوبکرؓ کی سیرت میں بیان

بیان کر چکے ہیں کہ یہ شخص اسلام کے بارہ میں متردد تھا کبھی آگے بڑھتا کبھی پھر پیچھے ہٹ جاتا تاہم نےتمام قبائل مثل زبرقان صفوان بن صفوان - وکیع بن مالک وغیرہ نے اپنے اپنے صدقات ابُوبکرؓ کی خدمت میں پیش کردے تھے مگر یہ ابھی تک سوچ بچار میں پڑا تھا جب خالد کے آنے کی خبر ہوئی بہت گھبرایا اور اپنی جماعت کو الگ کردیا اور جمگھٹ کرنے سے منع کردیا اور کہا اے بنی یربوع ہم دین اسلام کی طرف بلائے گئے ہمنے تاخیر کی - اب مجھے غور کرنے سے معلوم ہوا کہ یہ بہت ہی نامناسب اور غیر عاقلانہ کام ہوا - اگر اور لوگوں نے حسب سیاست کام نہ کیا تم بھی قوم کا ساتھ چھوڑ دو اور اُنسے الگ ہوکر اسلام میں داخل ہو جاؤ -

جب خالد نے بطاح کا ارادہ کیا انصار نے انکار کیا اور کہا کہ خلیفہ نے ہمکو حکم دیا ہے کہ بزاخہ سے فارغ ہونے کے بعد بلا ہماری اجازت کے کہیں نہ جانا - خالد نے کہا کہ مجھکو جانے کا حکم دیا تھا اور میں امیر ہوں اور اگر میرے پاس اُس طرف کے جانے کا اجازت نامہ نہ آیا جدہر کا میں اسوقت موقعہ دیکھتا ہوں یا میں نے اپنے ارادے سے خلیفہ وقت کو آگاہ کیا اور وہاں سے اسکا جواب آنے سے پہلے کوئی اور ایسے کام کا موقعہ آگیا جسکو میں نہیں جانتا - یا اگر ہم کسی ایسی بلا میں پھنس گئے جسکے متعلق مجھے آگے ہدایت نہیں کی گئی ہے تو خود ہم سوچینگے اور جو رائے ہوگی اُسپر عمل کرینگے اسوقت میری رائے یہی ہے کہ میں مالک بن نویرہ کی طرف جاؤں جو میرے ساتھ چلے چلے اور جو نہ جائے اُس سے مجھے کچھ پرخاش و اکراہ بھی نہیں -

خالد نے جو کچھ کہا بہت درست تھا اگر خالد کی عجلت کا انجام نامحمود ہوتا - اسی وجہ سے انصار جانے سے رُک گئے لیکن خالد کے جانے کے بعد نادم ہوئے اور کہا اگر لوگوں کو بھلائی ملی تو محروم ہوگے اور اگر کوئی مصیبت پہنچی تو لوگ تمسے کنارہ کرینگے یہ خیال کرکے انصار بھی جا ملے -

جب خالد بطاح میں پہنچے تو لوگوں کو دعوت اسلام کے واسطے روانہ کیا اور یہ حکم دیدیا جو قبول کرے اُسکو پکڑ لاؤ - ابُوبکرؓ کی یہ وصیت تھی کہ جب کہیں اُترین اُس مقام پر اذان دیں - اگر وہاں کے لوگ بھی اسکے جواب میں اذان دین تو اُن سے لڑو - اور اگر خاموش رہیں جہاد کرو اور مال و اسباب لوٹ لو اور اگر اسلام منظور کرلیں تو اُنسے زکوۃ طلب کرو اگر دیدیں تو خیر ورنہ انکار کی صورت میں جہاد کردو -

خالد نے فوج کو روانہ کیا تو سوار مالک ابن نویرہ کو معہ چندکس بنی ثعلبہ یربوعی کے لائے - ان لوگوں کا بیان مختلف تھا بعض کہتے تھے اذان کا جواب دیا بعض کہتے تھے نہیں دیا - انہیں میں قتادہ بھی تھے جنہون نے بیان کیا کہ اذان کا جواب دیا تھا - اس اختلاف کیوجہ سے خالد نے حکم دیا تھا کہ انکو قید کردو -

چونکہ یہ سردی کی رات تھی اسوجہ سے آپ نے حکم دیا کہ پکار دو (وافئوا اسراکم) یعنے اپنے قیدیوں کو گرمی پہنچاؤ۔ اور یہ لفظ بنی کنانہ میں قتل کے واسطے مستعمل ہوتا تھا۔ اسوجہ سے انہوں نے قیدیوں کو قتل کر دیا انہیں خیال ہوا کہ قتل کا حکم دیا ہے حالانکہ آپنے سردی سے بچانے کے واسطے حکم دیا تھا۔ غرضکہ اس غلط فہمی سے قیدی قتل ہوئے چنانچہ مالک بن نویرہ کو ضرار بن ازور نے قتل کیا۔ خالد شور سُن کر نکل آئے جبتک وہ لوگ فارغ بھی ہو چکے تھے۔ آپنے فرمایا خدا جس امر کو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ خالد نے ام تمیم زوجہ مالک سے نکاح بھی کر لیا۔

جب اس حادثہ کی خبر ابو بکرؓ و عمرؓ کو ہوئی۔ عمرؓ نے ابو بکرؓ سے کہا کہ خالد کو بلا کر قصاص لینا چاہئے آپ کے مزاج میں سختی زیادہ تھی اور فوراً سزا دینا پسند کرتے تھے۔ ابو بکرؓ نہایت حلیم اور سزا میں تاخیر کو بہتر جانتے تھے اسوجہ سے جب عمرؓ نے بہت اصرار کیا۔ آپنے فرمایا۔ خالد نے اجتہاد کیا اور خطا ہو گئی اسے زیادہ نہیں لن کو سو کو کیونکہ میں اُس تلوار کو نہیں عیب لگاتا جسکو خدا نے کافروں پر سونتا ہے۔ اور خالد کو لکھ بھیجا کہ مدینہ منورہ میں حاضر ہو۔ جب خالد آئے اور مسجد نبوی میں داخل ہوئے قبا پہنے ہوئے تھے اور عمامہ میں اپنا نام لگا رکھا تھا۔ حضرت عمرؓ غصہ سے اُٹھ کھڑے ہوئے اور عمامہ اُتار کر پارہ پارہ کر ڈالا اور سخت وسُست کہا خالد خاموش ابو بکرؓ کے پاس چلے گئے اور سارا ماجرا سنا کر معافی کی درخواست کی ابو بکرؓ نے عذر قبول کر لیا اور بیت المال سے مالک کی دیت ادا کر دی۔

ظاہر ہے کہ مالک بن نویرہ کے قتل کا سبب کج فہمی ہوئی جیساکہ اوپر بیان ہوا تو خالد سے کچھ باز پرس نہیں ہو سکتی یہ بھی اُس وقت کہ جب ثابت ہو جائے کہ اُسنے مسلمانوں کو دیکھکر اسلام ظاہر کر دیا تھا مگر ابتداء سے اسوقت تک اسکا متردد رہنا اس امر کو بخوبی ظاہر کرتا ہے کہ اسلام کو دل سے نہیں مانا تھا۔ ورنہ دیگر سرداروں کے صدقات کے ساتھ اپنا صدقہ بھی بھیج دیتا اور مسلمانوں کے لشکر کو اتنی دیر تک نہ روکتا۔ اگر خالد کا قتل کرنا قصداً یا خالد کی عجلت کا نتیجہ فرض کیا جائے تو یہ انتہاء عذر ہے جو ہمنے بیان کیا ورنہ یہ واقعہ انکی تاریخ میں ایک ایسا بدنما داغ ہے جسکو بجز عراق وشام کے کارناموں کے اور کوئی نہیں مٹا سکتا۔

مسیلمہ کا قتال

اوپر بیان ہو چکا کہ عکرمہ بن ابی جہل کی عجلت کا جو نتیجہ ہوا۔ جب اسکی خبر ابو بکرؓ کو ہوئی انہوں نے شرجبیل کو لکھا کہ تم خالد کے آنے تک جہاں ہو وہیں ٹھہرے رہو۔ اور اسکے بعد بنی خالد

کو مع مہاجرین و انصار کے روانہ کردیا یہ انکو لیکر بطاح کی طرف بڑھے جب اور آدمی جمع ہوگئے اُن کو لیکر مسیلمہ کا قصد کیا۔ ادہر شرجیل نے خالد سے پہلے ہی مسیلمہ پر حملہ کردیا مگر ناکام پیچھے ہٹنا پڑا اسپر خالد نے ملامت کی کہ جلدی سے کام نہ لینا چاہیئے۔ جب مسیلمہ کو خالد کے پاس آجانے کی خبر ہوئی عقرباء میں چالیس ہزار اور بروایت دیگر ساٹھ ہزار جنگجو لیکر جم گیا۔ اسکے بعد بھی اور آدمی اُسکے پاس آتے رہے۔ اسی اثنا میں مجاعہ ابن مرارہ ایک جماعت کے ساتھ بنی عامر سے بدلا لینے کی غرض سے جا رہا تھا مسلمانوں نے پکڑ لیا اور اسکے ساتھیوں کو قتل کر ڈالا مگر خالد نے مجاعہ کو بسبب شرافت قومی کے اپنے پاس رکھ لیا۔

مسیلمہ مال و اسباب پیچھے رکھکر مسلمانوں کے مقابلہ کے واسطے بڑھا اور اُسکا بیٹا شرجیل باپ کی نبوت کو چھوڑ چھاڑ کر لوگوں کو یہ کہکر اُبھار رہا تھا کہ اے لوگو آج غیرت و حمیت کا دن ہے اپنے حسب نسب اور عورتوں کی حمایت کرو۔ پس طرفین سے لڑائی کی آگ بھڑک اٹھی اور نیزہ و شمشیر کے وار پر وار ہونے لگے۔ لڑائی اس سختی و گھمسان سے ہوئی کہ اب تک مسلمانوں کو کبھی ایسا سابقہ نہیں پڑا تھا اور قریب تھا گھبرا کر بھاگ نکلیں۔ حتیٰ کہ خالد کے خیمہ کو چھوڑ کر الگ ہوگئے۔ یہ حالت دیکھکر اہل حمیت و غیرت نے جوش میں آکر ایک دوسرے کو پکارنا اور دشمنوں کی صفوں کو چیرنا شروع کردیا۔ اور خالد نے تمام لوگوں کو لیکر ایک بارگی حملہ کردیا اور دشمنوں کو بھگا کر انکے مقام سے بھی پیچھے تک پہنچا دیا۔ اسوقت لڑائی بہت زوروں پر ہوگئی اور بنو حنیفہ بھی آپسے باہر ہوکر ایک دوسرے پر گرنے اور موت کا بازار گرم کرنے لگے اور ایسی جانبازی سے لڑائی کی کہ مسلمانوں میں سے بہت بڑے بڑے ماہران جنگ مثل زید بن خطاب قرشی۔ ابو حذیفہ اور اُسکا غلام سالم وغیرہ شہید ہوگئے۔

جب خالد نے یہ حالت دیکھی ڈرے کہ کہیں ایسا نہو کہ ملے جلے عرب بھاگ نکلیں اور مسلمانوں کی صفیں پراگندہ اور اہل مجد و شرافت کے پاؤں اُکھڑ جائیں۔ یہ سوچ کر آواز دی کہ ایک ایک قبیلہ الگ ہوجائے تاکہ ہر ایک کا حال معلوم ہو اور ظاہر ہوجائے کہ کس کی طرف سے دشمن کو آنے کا موقع ملجاتا ہے۔ اس ندا کو سنکر الگ الگ ہوگئے اور آپس میں کہنے لگے کہ آج بھاگنا بڑے شرم کی بات ہے اور اسوقت معلوم ہوا کہ زیادہ تر لوگ مہاجرین و انصار اور اہل قری کے شہید ہوئے اور بادیہ نشین بہت کم۔ اور خالد نے جان لیا کہ مسیلمہ کے قتل کے بغیر لڑائی کا خاتمہ نہ ہوگا آپ نے مسیلمہ کو نکلنے کے واسطے طلب کیا جب وہ آیا چند امور اسکے سامنے پیش کیئے وہ اپنے دل سے مشورہ لینے لگا اتنے میں خالد نے حملہ کردیا وہ جان چھوڑ کر بھاگا خالد نے لوگوں کو آواز دیکر پکارا لوگ اسطرف ٹوٹ پڑے۔ اور مسیلمہ کے ساتھی بھاگ نکلے اور مسیلمہ سے کہا کہ جو تو ہمسے وعدے

وعدے کیا کرتا تھا وہ کہاں ہیں اسنے کہا کہ اب اپنے حسب کی طرف سے لڑو۔ اتنے میں کسی پکارنیوالے نے کہا کہ اے بنو حنیفہ حدیقہ میں بھاگ جاو اسکو سُن کر حدیقہ میں گھُس گئے اور دروازوں کو بند کرلیا۔ براءابن مالک نے کہا کہ اے مسلمانو مجکو اُٹھا کر انکے باغ کے اندر پھینک دو لوگوں نے انکو اُٹھایا جب دیوار پر پہنچے دشمنوں کے اوپر باغ میں کود پڑے اور دروازے پر لڑکر پھاٹک کھولدیا مسلمان گھس گئے اور خوب جانفروشی سے لڑتے رہے حتی کہ وحشی غلام جبیر اور ایک اور انصاری نے ملک مسیلمہ کا کام تمام کردیا۔ جب بنو حنیفہ کو مسیلمہ کے مرنے کی خبر معلوم ہوئی جان چھوڑ کر بھاگے اور ہر چہار طرف مسلمانوں کی تلوار کی گھاٹ اُترتے گئے۔ پہلے بیان ہو چکا ہے کہ مجاعۃ بن مرارہ خالد کے پاس مقید تھا اسنے کہا کہ مجھسے صلح کرلو اور جو کچھ مردوں کی جانوں کے سوا ہے سب لےلو یہ کہکر اپنی قوم سے مشورہ کرنے گیا وہاں بجز عورتوں اور لڑکوں اور بڈھوں کے اور کوئی نہ تھا سب مرچکے تھے اسوقت کیا چال چلا کہ ان سب کو مسلح کرکے قلعہ کی فصیل پر کھڑا کردیا اور آپنے خالد کے پاس آکر کہا کہ انھوں نے اسکو قبول کرنے سے انکار کیا۔ اس سے خالد کو دھوکا دینا مقصود تھا کہ صرف مردوں کے واسطے امان لینے اور قیدیوں پر صلح کرنے سے انکار کردیا اور یہ حیلہ اسکا کارگر ہوگیا کیونکہ مسلمان بھی لڑکر تھک چکے تھے آخرکار سونا چاندی اور آدھے یا چوتھائی قیدیوں پر صلح ہوکر معاملہ رفت وگذشت ہوا۔

اس لڑائی میں مسلمانوں نے وہ ثابت قدمی شجاعت وصبر دکھایا جو کسی لشکر سے کبھی نہیں ظاہر ہوا تھا اور سب سے زیادہ اُس ان مہاجرین وانصار شہید ہوئے اور قراء کی ایک بہت بڑی جماعت میدان میں کام آئی اور یہی سبب تھا جسنے ابوبکرؓ وعمرؓ کو قرآن کے جمع کرنے پر مجبور کیا۔

خالد بن ولید کی سپاہیانہ چال اور حسن تدبیر کا اندازہ اس حکم سے ہوسکتا ہے کہ جو آپنے شدت جنگ کے وقت دیا کہ ہر ایک الگ ہوجائے تاکہ ہر ایک کی جانبازی وحسن سعی ظاہر ہو اسکا یہ اثر ہوا کہ ہر ایک بھاگنے کو عار اور مرنے کو فخر سمجھنے لگا اور تھوڑی ہی دیر میں اس لشکر عظیم کی جمعیت کو منتشر و پراگندہ کردیا رضی اللہ عنہ وعنہم اجمعین۔

باب

(فتح عراق)

محرم ۱۲ھ میں یمامہ سے فراغت کے بعد ابوبکرؓ نے خالد کو عراق کی طرف رخ کرنے کا حکم دیا جیسا کہ ہم ابوبکرؓ کی سیرت میں بیان کرچکے ہیں۔ اب ہم یہاں عراق کی اُن اہم واقعات کو

جو وہاں نہیں بیان کئے تھے - ذکر کرتے ہیں -

واقعہ حفیر

عراق کا اول اول معرکہ حفیر کا واقعہ ہے جو خلیج بصرہ کے قریب ہے یہاں کا سردار ہرمز تھا۔ خالد کی طرف اپنے لشکر کو ساتھ لیکر نکلا جنکو بیڑیوں سے جکڑ دیا تھا تاکہ بھاگ نہ سکیں۔ خالد نے ہرمز کو مقابلہ کے واسطے بلایا۔ تھوڑی دیر تک پینترے بدلتے رہے کہ خالد نے یک بیک اسکو دبوچ لیا۔ ہرمز کے لشکر نے یہ دیکھکر حملہ کر دیا مگر آپ اسکے قتل سے نہ رکے اور اسکا کام تمام کیا۔ مسلمانوں کی طرف سے قعقاع بن عمرو نے مسلمانوں کو لیکر بابہ کر کے فارسیوں کو ہٹا اور دور تک بھگا دیا۔ ہرمز کا اسباب خالد کو ملا منجملہ اسکے اور سامان کے اسکا تاج صرف ایک لاکھ کا تھا جو اسکے شریف اور کامل ہونیکا نشان تھا کیونکہ فارسیوں کا دستور تھا کہ جب کسی کا شرف منصب پورا ہو جاتا تو اسکا تاج ایک لاکھ کا ہوتا۔

مناصب و خطابات کا کچھ بیان

مورخوں نے اس تاج کی بابت یہی لکھا ہے جو اوپر بیان ہوا لیکن بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ فارسیوں میں تاج شرافت کی نشانی تھی اور بقدر شرف و مرتبہ کے اسکے تاج کی قیمت کم و زیادہ ہوتی تھی۔ اسکا ویساہی حال تھا کہ جیسا کہ دولت عباسیہ میں خطابات و القاب کا رواج ہو گیا تھا جسکو انہوں نے عجمیوں سے اخذ کیا تھا مثلاً بادشاہوں کے القاب منصور۔ مہدی وغیرہ اور وزیروں کے نظام الملک اور افسران فوج کے شرف الدولہ۔ عزالدولہ وغیرہ جو قرون وسطی میں جہالت تکبر جبروت ضعف انحطاط کا زمانہ تھا اس حد تک پہنچ گئے تھے کہ جسکو نفس ناپسند اور عقل سلیم ابا کرتی ہے جسکو ان خطابات کی سیر دیکھنا ہو وہ طوائف الملوکی کے زمانہ کی تاریخ مثل دولت ترکی۔ ایوبی۔ چرکسی وغیرہ کا مطالعہ کرے خصوصاً وہ فرامین جو دیوان خلافت سے صادر ہوتے تاکہ معلوم کر امرا و ملوک کے واسطے کس طرح القاب و خطابات درج کئے جاتے تھے جنکو دیکھکر اندلس کے شاعر کا یہ شعر یاد آتا ہے ؎

القاب مملکۃ فی غیر موضعہا ✣ کالہر یحکی انتفاخا صولۃ الاسد

جب جو نسی شیخی کا دور دورہ آتا ہے اور حقیقی شرف و اعتلا ناپید ہوتے ہیں تو سلطنتوں میں اس قسم کے خطابات و القاب کی بھرمار ہو جاتی ہے فقدان تربیت اور ضعف حکومت ان باتوں کی اصل علت ہوتا ہے تربیت کا نہ ہونا آزادی کو کمزور اور علم کو ناپید کر کے فضل و کمال کی خواہش کو مار دیتا ہے۔ لوگ گوشہ گمنامی میں جا پڑتے ہیں اور فضل و کمالات کی راہیں بند ہو جاتی ہیں ناچار

ہمتیں کمزور اور ارادے پست ہوجاتے ہیں۔ اصلی و ذاتی شرافت سے محروم ہوکر ظاہری عزت کے حصول میں ریاکاری و حیلہ گری پر لوگ آمادہ ہوتے ہیں اور اپنی پست ہمتی و بداخلاقی وجہالت کا ثبوت دیتے ہیں۔ خلاصہ یہ کہ ایسے امور اسوقت پیدا ہوتے ہیں جب قوم اپنے عروج واقبال سے پستی وادبار کی طرف رجوع کرتی ہے اور آخرکار ہلاکت وفنا کے تیرہ و تار گڑھے میں جاگرتی اور دوسرے جو اسکے مقابل میں کھڑے ہوتے ہیں بلندی واقبال کے آسمان پر پہنچ جاتے ہیں یہی حال فارسیوں کا ہوا۔ عرب میں باوجود نوخیز ہونے کے پرانی فراست حریف پر غالب آگئی۔ (وتلک الایام نداولہا بین الناس)۔

امر دوم یعنی دولت کا کمزور ہونا اس قسم کے القاب کا باعث ہوتا ہے اسکی یہ وجہ ہے کہ جب سلطنت پرانی اور کمزور ہوجاتی ہے یا آخروقت میں عیش وآرام سے ظلم وتعدی کرنے لگتی ہے تو اسوقت لوگ اس سے منہ موڑنے اور کنارہ کشی کرنے لگتے ہیں اسوقت دولت بجز انکی دلجوئی اور خاطر ومدارات کے کوئی اور بات نہیں کرسکتی طرح طرح کے حیلوں اور تدبیروں سے لوگوں کو اپنی طرف مائل کرتی اور کھینچتی ہے کبھی کچھ رشوت وجاگیر سے کبھی القاب وخطابات سے اس سے سربرآوردہ لوگوں کے اخلاق خراب ہوجاتے اور ظاہری واہ واہ اور نام کے القاب کی طرف دوڑتے اور انہی مراتب کو سرمایہ ناز وفخر سمجھنے لگتے ہیں۔ یہی حال خلافت کا آخر میں کر بغداد ومصر میں ہوا کہ خلفاء نے بڑے بڑے عزت کے القاب تراشے اور ان امرا وسلاطین کو جو دولت وخلافت پر کودنا اور ہاتھ صاف کرنا چاہتے ان خطابات سے اپنی طرف کھینچتے اور اپنا گرویدہ بناتے لیکن اس حیلہ گری نے انکی دولت کی کمزوری اور انتظام کی ابتری کو کچھ نفع نہ دیا اور وہی ہوا جو ہونا چاہئے تھا ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسہم۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ عجمیوں کی تقلید سے دول اسلام کو کیا کیا خرابیاں پہنچیں امت کے اخلاق بگڑے اسلامی خلافت کے وہ اصول جنپر خلافت راشدہ کی بنا رکھی گئی اور انکے بعد بعض خلفائے بنی امیہ نے انکی پیروی کی بدل گئے جسکا اصل الاصول یہ تھا کہ لوگ جھوٹے شرف سے اعراض کرتے اور اصلی وذاتی مجد وشرف کی خواہش کرتے جسکو بجز ان لوگوں کے جو بلند ہمت۔ جوانمرد۔ حکمت شناس ظاہر پرستی سے بھاگنے والے ہیں اور کوئی نہیں پہنچ سکتا حتی کہ خلفا اس اچھے زمانہ میں امیرالمومنین کے سوا اور کسی لقب سے نہیں پکارے جاتے اور نہ وہ اپنے والیوں اور امرا کو کسی خطاب والقاب سے یاد کرتے بلکہ وہ ان لغویات سے واقف نہ تھے۔ انہیں لوگوں کی پیروی اس زمانہ میں شمالی امریکہ

کی جمہوری سلطنت جو اس زمانہ میں سب دول عظام میں باعتبار عزت و قوت و ثروت بڑھ کر رہی ہے نہ اسنے اس قسم کے لغو نشانات و امتیازات مقرر کئے اور نہ القاب و خطابات جو اخلاق و تربیت کے دشمن ہیں نکالے۔ پس اس ملک کے لوگوں نے حقیقی عزت و کمال حاصل کرنے میں اپنی کوششوں کو صرف کیا جو علم و عمل کا نتیجہ ہے اور ایسے مرتبہ و شوکت پر پہنچ گئے کہ آج تمام سلطنتیں حسد کرتی ہیں۔ (واللہ فی خلقہ شئون) سعادت و شقاوت کے دو الگ راستے ہیں ایک کو عاقل دوسرے کو جاہل اختیار کرتے ہیں۔

جنگ ثنی اور اسکے بعد کے حالات

جب خالد حفیر میں ہرمز کے ساتھ مقابلہ کر رہے تھے ثانی نے کسریٰ کے پاس خط بھیجا اور مدد کی درخواست کی۔ کسریٰ نے ایک عظیم الشان لشکر قارن کی زیر کمان روانہ کیا جب مذار میں پہنچا تو ہرمز کے بھاگے ہوئے لشکری بھی جا ملے اور نہر ثنی پر خیمہ زن ہوئے خالد اسطرف بڑھے اور انکو مار کر بھگا دیا۔ بہت سے مقتول و گرفتار ہوئے انہیں میں مشہور و معروف ابوالحسن بصری بھی تھے جو نصرانی مذہب رکھتے تھے۔ خالد نے لشکر کی سرداری سعید بن النعمان کو اور طلایہ کی کمان سوید بن مقرن کو دیکر حفیر میں ٹھہرنے کا حکم دیا اور خود دشمن کے پتہ لگانے میں مصروف ہوئے۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ کسریٰ نے سرحدی عرب اور دہقانوں سے ایک لشکر مرتب کر کے اندرزغر کی ماتحتی میں روانہ کیا ہے۔ خالد اس خبر کو پاتے ہی سوید کو متوجہ ہوئے اور ایک کمینگاہ میں لوگوں کو بٹھا کر خود ایک جماعت لیکر آگے بڑھے اور مقام ولجہ پر دونوں میں مٹھ بھیڑ ہوئی۔ تھوڑی دیر کے بعد کمینگاہ کے لوگوں نے آکر گھیر لیا۔ اسوقت کسریٰ کا لشکر چہار طرف سے مسلمانوں کے نرغہ میں آگیا اور مسلمان مثل ہالہ کے محیط ہو گئے بہت تباہی و خستہ حالی سے وہ لوگ بھاگے اور بہت سے لوگ وہیں کام آئے۔ انکا سپہ سالار اندرزغر میدان میں پیاس سے مر گیا۔

اس واقعہ میں بکر بن وائل کے نصرانی بہت کام آئے انہوں نے جوش میں آکر اپنی قوم کو پھر جمع کیا اور اردشیر سے بھی کمک منگوا بھیجی اردشیر نے اپنے بخشی فوج بہمن جاذویہ کو روانہ کیا اور حکم دیا کہ پہلے لیس کے عرب نصاریٰ کے پاس جائے بہمن اپنے آگے سپہ سالار باجان کو روانہ کیا۔ اور وہیں ٹھہرنے کو کہدیا۔ اور خود شاہ کی خدمت میں مشورہ کے واسطے گیا یہاں آکر بادشاہ کو بیمار پا کر ٹھہر گیا۔ باجان کے پاس عجل۔ تیم اللات۔ جبیعہ۔ جابر بن بجیر کے نصاریٰ اور دیہہ عرب جمع ہو گئے۔ خالد انکے طرف گئے انکو کھانے میں لگے ہوئے پایا۔ موقع کو غنیمت سمجھ کر حملہ کر دیا

جب انکے سر پر پہنچ گئے وہ کھانا چھوڑ کر لڑائی کے واسطے اٹھے مگر بدحواسی و پریشانی میں بجز بھاگنے کے اور کچھ نہ سوجھا۔ اکثر مقتول و مجروح ہوئے باقیوں کو قید کر لیا۔

اسکے بعد خالد نے حیرہ کا قصد کیا اور اسباب بار کرکے نہر پر روانہ کر دیا جب وہاں پہنچے کچھ خفیف نوک جھونک کے بعد صلح ہو گئی جسکا ذکر ابوبکر کی سیرت میں بقدر ضرورت ہو چکا ہے۔ یہ فتح ربیع الاول ۱۲ھ میں ہوئی۔ خالد نے انکو ایک عہدنامہ بھی لکھکر دیا تھا۔

جب خالد کا تسلط حیرہ میں ہو گیا تو گرد و نواح کے دہقان صلح کرنے کو آئے اور جو ہرمز کو دیتے تھے اسی مالیہ پر صلح ہو گئی لیکن وہ رقم جو آل کسریٰ کو بطور نذرانہ کے جاتی تھی چھوڑ دی گئی۔ بعضوں نے رقم صلح کو دس لاکھ اور بعضوں نے بیس لاکھ بیان کیا ہے۔ اسکے بعد خالد نے اپنے عمال و سپاہ و مخبروں کو چھوڑ دیا جنہوں نے دجلہ کو فارس کی سرزمین تک کھونڈ ڈالا۔ خالد نے فارس کے بادشاہ اور جاگیرداروں کے نام پیغامات دعوت اسلام بھی روانہ کئے۔ اس اثنا میں فارس کا بادشاہ ہلاک ہو گیا۔ اور کاروبار سلطنت میں ایسا اضطراب ہوا کہ معلوم ہوتا تھا کہ شاہ کے ساتھ اسکا بھی خاتمہ ہو جائیگا ہر روز ایک کو لا کر تخت پر بٹھلاتے پھر شام کو اتار دیتے اسی طرح چند دنوں میں کئی بادشاہ بدل گئے جیسا کہ سلطنت کا آخری دور ہوتا ہے۔ فارسی اس اضطراب میں پڑے ہوئے تھے اُدھر خالد عراق کی فتح میں سرگرم حیرہ سے آگے بڑھکر انبار میں پہنچے۔ یہاں کا والی شیرزاد تھا فوج لیکر نکلا مگر ناکام ہو کر صلح کا خواہشمند ہوا۔ اور صلح کرکے بہمن جازویہ کے پاس جان بچاکر بھاگ گیا۔ خالد نے یہاں کے گرد و نواح کے لوگوں سے صلح کرکے زبرقان بن بدر کو عامل مقرر کیا اور خود عین التمر رجعت کی۔ عین التمر کا عامل مہران بن بہرام جوبین ایک بہت بڑا لشکر عجمیوں کا اور عقبہ بن ابی عقہ نمر۔ تغلب۔ ایاد کی فوج کو لیکر خالد کے مقابلہ کو نکلا خالد نے غفلت میں اسے جا دبوچا جیسے باز چڑیا کو یا شیر اپنے شکار کو جا دبوچے جبکہ وہ صف آرائی میں مشغول تھا۔ عرب یہ حال دیکھکر بے لڑے بھڑے بھاگ گئے مہران نے جب یہ حالت دیکھی میدان میں نہ ٹھہر سکا اور بھاگ کے قلعہ میں پناہ گزین ہوا۔ خالد نے جاکر محاصرہ کر لیا اور لڑکر قلعہ کو فتح کیا اور محصورین کو قید کر لیا انہیں میں سیرین بن محمد بن سیرین اور نصیر ابو موسیٰ بن نصیر فاتح اندلس بھی تھے۔ بعض مورخوں کا یہ بھی قول ہے کہ نصیر عربی الاصل اور قوم اراشہ سے تھا ابوبکر کی خلافت میں گرفتار اور بنی امیہ کی خلافت میں آزاد ہوا اور شام میں جا کر سکونت اختیار کی وہیں موضع کفرمری میں موسیٰ پیدا ہوئے۔

یہاں سے خالد دومتہ الجندل کو روانہ ہوئے جہاں عیاض بن غنم محاصرہ لئے ہوئے پڑے تھے جنکو ابوبکرؓ نے بالائی طرف سے اور خالد کو نیچے سے حملہ کرنے کو حکم دیا تھا جودی دومتہ الجندل کا والی تھا خالد کے مقابلہ کو نکلا اور ایک دوسرے لشکر کو عیاض بن غنم کے مقابلہ پر روانہ کیا مسلمانوں نے ایک دم میں دوطرفہ حملہ کرکے شکست دیدی۔ اور قلعہ پر قابض ہو کر اہل قلعہ کو گرفتار کر لیا۔

اسکے بعد حصید۔ خنافس بفتح الرشاء۔ ثنی۔ زمیل کے واقعات ہوئے اور سب سے آخر فراض کا معرکہ ہوا جو شام۔ عراق جزائرہ کی سرحد پر واقع ہے یہاں عرب۔ فارس۔ روم تینوں ملک خالد کے مقابلہ کے واسطے تیار ہو گئے۔ جب خالد اسطرف آئے تینوں نے متفقانہ حملہ کیا خالد نے تینوں کو مار کر بھگا دیا۔ یہاں سے ۲۵۔ ذیقعدہ کو حیرہ واپس ہوئے راستہ میں زیارت بیت اللہ کا جوش ہوا وہیں عنان اسپ مکہ معظمہ کیطرف موڑدی اور حج کرکے فوج کے حیرہ پہنچنے سے پہلے لشکر میں شامل ہو گئے۔

خالد کی آخری لڑائی وہ تھی جسمیں عرب و فارس دست و گریبان ہوئے اور جس نے فارس کی حکومت پر تباہی ڈالی کیونکہ عراق میں قدم جم جانے کی وجہ سے فارس کا فتح کرنا آسان ہو گیا۔ اسوقت یہ تمام روی زمین کی سلطنتوں سے بڑی اور شاندار تھی مگر کبر و نخوت اور بد انتظامی میں بھی پرلے درجے پر پہنچی ہوئی تھی۔ اسلام کا اٹھتا ہوا جوش اور مسلمانوں کے بڑھتے ہوئے اقبال نے انکی سرحد پر قدم جما کر آگے بڑھنے کا راستہ صاف اور بت پرستی کا خاتمہ کر دیا اور اسلامی حکومت کی منادی کردی تاکہ سب کا دین و ملت اسلام ہوجائے اور اور سارے مومن ہوجائیں اور خدا کی نصرت کا وعدہ پورا ہو جاے (وکان حقا علینا نصر المومنین)

عراق کے معرکے جو خالد کے زمانہ میں ہوئے فارس کے تمام واقعات میں زیادہ سخت تھے کیونکہ اسمیں فارس اور عرب دونو لڑے ہوئے تھے یہانتک کہ حضرت علیؓ و معاویہؓ کے معرکہ میں معاویہ کی طرف سے کوئی خبر پہنچتی تو یہ لوگ فخریہ کہتے کہ ہم اصحاب سلاسل و فراض ہیں اور اور انکے بعد کے واقعات کو حقیر سمجھ کر ذکر تک نہ کرتے

خالد کے ماتحت افسران فوج

جن لوگوں نے خالد کے ساتھ عراق میں ناموری و عزت حاصل کی اور وقتاً فوقتاً دعوت اسلام یا جزیہ کے طلب اور دونو سے انکار کی صورت میں جنگ پر مامور ہوتے رہے

آنکے اسماء گرامی یہ ہیں۔ مثنیٰ بن حارثہ شیبانی۔ بشیر ابن سعد انصاری۔ حنظلہ بن الربیع مشہور بحنظلہ کاتب۔ نسیر بن وسیم بن ثور۔ جریر بن بن عبداللہ بجلی۔ ضرار بن ازور۔ ضرار بن خطاب قعقاع بن عمر عتیبہ بن نہاس وغیرہ جو صاحب فضل و شجاعت تھے انمیں سے چار اخیر سرحدوں کے عامل بھی رہے۔

عراق کا جغرافیہ

عراق کو عراق القربہ کی مشابہت کی وجہ سے عراق کہتے ہیں اور عراق القربہ اس مہرہ کا نام ہے جو سرین کے نیچے ہوتا ہے۔ عراق دجلہ کے دونو کناروں پر واقع ہے۔ اسکے شمال میں جزیرہ کردستان۔ مشرق میں بلاد عجم۔ جنوب میں بحر فارس و میدان ہیں۔ جزیرہ عراق کے درمیان وہ خط مفروض ہے جو فلوجہ سے فرات پر ہوتا ہوا انبار کے قریب بغداد پر ختم ہوتا ہے اور یہاں دجلہ کے مشرقی کناروں پر ہوتا ہوا نہر زاب اصغر کے دہانہ پر منتہی ہو جاتا ہے۔ اور عراق و بلاد فارس کے درمیان حد فاصل خوزستان کا پہاڑی سلسلہ ہے جو جنوب میں کردستان کے پہاڑوں سے جا کر مل جاتا ہے۔

عراق قدیم زمانہ سے عرب کا مسکن و ماویٰ تھا اسمیں بنی بکر رہتے تھے۔ بلکہ دجلہ و فرات کا تمام درمیانی حصہ یعنی عراق و جزیرہ عربوں کا وطن تھا یہاں عربوں کی سلطنت قائم تھی جو مناذرہ کی دولت کہلاتے تھے۔ یہ لوگ عجم کو خراج دیتے تھے۔ جیسا کہ شام میں غسانی ریاست قائم تھی اور روم کی باجگذار تھی۔ جب اسلام کا زمانہ آیا اسنے ان دونو کو نیست و نابود کر دیا جیسا کہ فارس اور روم کو تباہ کیا۔

شام کا سفر اور معرکہ

ہم حضرت ابو بکرؓ کی سیرت میں بیان کر چکے ہیں اسلامی لشکر جو شام میں تھا یرموک میں آکر جمع ہو گیا تھا اور دشمن کو ٹال رہا تھا اور حضرت ابو بکرؓ کو کمک و مدد کی خواہش کی تھی جس پر آپنے خالد کو حکم دیا کہ نصف آدمیوں کو مثنیٰ بن حارثہ شیبانی کی ماتحتی میں چھوڑ دو اور نصف کو لیکر تم شام کو چلے جاؤ۔ آپ نے اس حکم کے پہنچتے ہی فوراً تعمیل کی اور ربیع الاول یا ربیع الآخر سنہ ۱۳ھ میں کوچ کر دیا۔ بعض کا قول ہے کہ شام کا سفر آپ نے حیرہ سے کیا تھا اور بعض کا قول ہے کہ عین التمر سے اور چلتے وقت مثنیٰ کو عراق کا والی بنا کر فرمایا کہ حکومت پر بغیر کوتاہی و سستی کے جاؤ

خدا تم پر رحم کرے گا۔

مثنیٰ نے پہلے خود ہی حضرت ابوبکر سے فارسیوں سے لڑنے کی اجازت چاہی تھی جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے پھر آپ نے اجازت دیدی اور پیچھے سے خالد کو روانہ کیے مثنیٰ کو انکا ماتحت کر دیا جب وہ شام چلے گئے تو چونکہ عراق کی سرداری مثنیٰ ہی کے سپرد ہوئی اور وہ اسکے بہترین اہل بھی تھے۔

خالد اپنے ہمراہیوں کو لیکر جنکی تعداد چھ یا سات ہزار تھی اور بعض نے بیان کیا ہے جب ابوبکر نے حکم دیا کہ اپنے ہمراہ بہادر و شریف لوگوں کو لیں تو آپ صرف پانچسو اپنے ہمراہ لیگئے بظاہر پہلی روایت زیادہ درست معلوم ہوتی ہے راستہ میں ثعلب و کلب کی ایک جماعت پر وادی قراقر میں چھاپا مارا۔ اور یہیں سے میدان کا راستہ اختیار کیا جو بہت خطرناک اور بے آب و گیاہ تھا رافع بن عمیرہ طائی نے جو راہبری کا کام کرتے تھے کہا کہ اس راستہ کو گھوڑوں و اسباب سمیت نہیں قطع کر سکتے۔ آپ نے فرمایا کہ اسکا قطع کرنا ضروری ہے تاکہ رومیوں کے لشکر کے اوپر جا نکلیں اور احتیاطاً حکم دیا کہ ہر شخص پانچ دن کی سیرابی کے لائق پانی پی لے اور اصیل اونٹوں کو پیاسہ رکھکر خوب پیٹ بھر کے پانی پلادیں اور پھر کانوں اور منہوں کو کس دیں تاکہ جگالی نہ کر سکیں۔ اسکے بعد قراقر سے روانہ ہوئے اور جب ایک دن رات مسافت طے کر چکتے تو چند گھوڑوں کے واسطے دس اونٹ ذبح کرتے اور جو کچھ انکی انتڑیوں میں پانی اور تھنوں میں دودھ نکلتا اُن کو ملا کر گھوڑوں کو پلاتے اسی طرح چار دن کیا اور پانچویں دن سوئے پر پہنچ گئے۔ اور بہراء کی ایک جماعت کو لوٹ کر ارک پر آئے یہاں سے تدمر پہنچے۔ تدمر کے قلعہ کا محاصرہ کیا اور پھر صلح کر لی اسکے بعد قریتین پر آئے اور وہاں کے لوگوں سے قتال کر کے حوارین پہنچے اور یہاں بھی ویسا ہی کیا طبری نے بیان کیا ہے یہاں سے قصم کو روانہ ہوئے اور بنی شجعہ سے جنگ کر کے ثنیۃ العقاب پر جھنڈا اُٹھائے ہوئے پہنچے۔

---

۵۱ اب یہ عالیشان شہر صرف ایک گاؤں رہگیا ہے جسمیں بدو عرب رہتے ہیں تدمر کا بت خانہ رہتک موجود ہے اور قدیم زمانے میں اُسکی عظمت کے متعلق جو کچھ سنا جاتا تھا بالکل اسی طرح بھی منطبق ہے یہ دمشق سے سات منزل ہے تدمر کے پاس ہی قریتین ہے جو صرف منزل پر واقع ہے یا تو اُسکے جوار میں لگتا ہے۔

۵۲ ثنیۃ العقاب غوطہ دمشق کے اوپر واقع ہے دمشق سے حمص کے جانے والے وہیں ہو کر جاتے ہیں شاید اصل اسکو ثنایا کہتے ہیں۔

یہ سیاہ رنگ کا جھنڈا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا تھا اور عقاب اسکا نام تھا اسی وجہ سے اس ثنیہ کا نام بھی ثنیہ العقاب پڑ گیا۔ یہاں سے مرج[1] راہط کو گئے اور اہل غسان پر انکے عید کے دن ٹوٹ پڑے اور بسر بن ابی ارطاۃ اور حبیب بن سلمہ فہری قرشی کو روانہ کیا انہوں نے غوطہ کے قریوں پر حملہ کیا یہاں سے خالد روانہ ہو کر جابیہ و بروایت دمشق کے شرقی دروازے پر اترے وہاں کے بطریق نے نکلکر سامان مہمانی و خدمت پیشکش کئے اور کہا کہ اس کا پاس کھنا آپ نے اُن کو ایک عہدنامہ لکھدیا۔

یہاں سے بصریٰ کو روانہ ہوئے (جو اِن کے مضافات میں ہے یہاں آجکل حکومت تحصیل کا صدر مقام ہے) اور وہاں آپ نے ابو عبیدہ بن جراح و بروایت یزید بن ابی سفیان کو پایا اور بصریٰ کو فتح کر کے خمس حضرت ابو بکر کی خدمت میں روانہ کی اور یہاں سے چلکر ربیع الآخر میں مسلمانوں کی جماعت سے جاملے۔ مورخوں کا اس باب میں اختلاف ہے کہ مسلمانوں سے ملاقات کس مقام پر ہوئی بعض کہتے ہیں یرموک میں جو جبل عجلون کے شمال میں ہے اور بعض کہتے ہیں اجنادین میں جو فلسطین کے اطراف میں واقع ہے۔ ابو جعفر طبری نے کہا ہے کہ اجنادین کا واقعہ یرموک کے بعد ہوا ہے اور بلاذری نے فتوح البلدان میں لکھا کہ اجنادین واقعہ یرموک سے پہلے ہے چنانچہ وہ لکھتا ہے کہ اجنادین کا معرکہ جمادی الاولیٰ یا آخری ۱۳ھ میں ہوا اور یرموک کا واقعہ ۱۵ھ میں لیکن اکثر مورخین مثل ابن اثیر وغیرہ نے یرموک کو ۱۳ھ میں بتایا ہے۔ ہم اس اختلاف کو اچھی طرح ابو بکرؓ کی سیرت میں بیان کر چکے ہیں۔ اب ہمکو یہاں دوبارہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں ہم یہاں صرف اس قول کو بیان کرتے ہیں جسکو مورخین کی بڑی جماعت نے معتبر قرار دیا ہے کہ یرموک کا واقعہ اجنادین سے پہلے ہے اور اسیمیں خالد بن ولید مسلمانوں سے آکر ملے ہیں بعض مورخین کا قول ہے کہ ابو بکر نے جب خالد کو شام جانے کا حکم دیا تھا تو تمام لشکر پر امیر عام مقرر کر دیا تھا اور بعض نے بیان کیا ہے کہ نہیں صرف اپنے ہی لشکر کے امیر تھے عام امارت نہ تھی یہی قول راجح ہے کیونکہ ابن اثیر و طبری نے بیان کیا ہے کہ جب خالد آئے تو دیکھا کہ ہر ایک امیر اپنے اپنے لشکر کو لئے پڑے ہوئے سہل انگاری کر رہے ہیں۔ یہ دیکھکر خالد نے انکو امارت عامہ قائم کرنے کی طرف رغبت دلائی چنانچہ انہوں نے ملکر خالد کو امیر لشکر مقرر کر دیا ہم یہاں اُس روایت کو نقل کرتے ہیں جس سے یہ

---

[1] مرج دمشق کے مشرق میں غوطہ دمشق سے ملا ہوا واقع ہے۔

مضمون صاف ظاہر ہو جائیگا جب مسلمان یرموک میں جمع ہوئے انکی تعداد ستائیس ہزار تھی جن میں
ایک ہزار صحابی تھے اور رومیوں کی تعداد ایک لاکھ اور ایک روایت میں دو لاکھ بیان کی گئی ہے
مسلمان اسوقت اپنے اپنے امیروں کے ساتھ علیحدہ علیحدہ پڑے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ اسمیں کسقدر کمزوری
اور اختلاف رائے ہو سکتا ہے کیونکہ قوت بالکل منتشر و پارہ پارہ تھی۔ جب خالدؓ آئے اور مسلمانوں کے
معرکوں میں حاضر ہوئے سمجھ گئے کہ اسطرح لڑنا کچھ مفید نہیں کیونکہ دشمن کی تعداد اور ساز و سامان
بہت ہے اور کامیابی کے حاصل کرنے کے واسطے پختگی رائے اور اتفاق کا ہونا ضروری ہے۔ ادھر اس
منصوبہ میں لگے ہوئے تھے کہ ساری قوت سے ایکبارگی حملہ کر دیں اور ایک فیصلہ کن جنگ کر کے
اس قصیہ کو تمام کر دیں۔ اسکے واسطے انہوں نے جمادی الاولیٰ کی آخری دو راتیں اور بعض روایت
میں جمادی الاخریٰ کے دو راتیں مقرر کی تھیں۔ مسلمانوں نے اس رائے سے الگ نکلنے کا ارادہ کیا
خالد بن ولید نے انکے درمیان کھڑے ہو کر حمد و ثنا کے بعد کہا۔ یہ خدا کا دن ہے اسمیں فخر و عبارت
کو چھوڑ دو اور صرف رضائے مولیٰ اور جہاد فی سبیل اللہ کو مد نظر رکھو اسدن کا انجام اسکے بعد ہے
اور ایسی قوم سے جو ہر طرح تیار ہے اس پراگندگی و اختلاف سے نہ لڑو کیونکہ ایسا کرنا نہ درست
نہ مناسب وقت اور تمہارے پیچھے ایسا شخص ہے کہ اگر تمہاری طرح دشمن کے حال سے واقف ہوتو
تمہارے اس انتظام کو بدل دیتا (اس شخص سے مراد ابو بکرؓ ہیں) پس اس امر میں جسکی بابت تمکو
حکم نہیں دیا گیا ایسے امر کی پیروی کرو کہ اگر تمہارا موجود ہوتا تو وہی رائے دیتا۔ لوگوں نے سوال کیا
وہ کیا رائے ہے۔ آپنے مشورہ دیا کہ امارت عامہ باری باری کی مقرر کرو ہر ایک امیر اپنی اپنی باری
میں حکم دے اور سب اسکی اطاعت کریں۔ لوگوں نے باتفاق آپ ہی کو امیر الجیش بنا دیا۔ وہ جانتے تھے
کہ وہ بھی ویسا ہی ہے اور بات ٹھیک رہیگی۔

اس روایت سے صاف ظاہر ہے کہ خالد کو پہلے امارت عامہ نہیں حاصل تھی ورنہ اس طول عمل
کی کیا ضرورت تھی آتے ہی رومیوں کی بیخ کنی کی تدبیریں کرنے لگتے۔

جب خالد کو امارت عامہ ملگئی تو سب سے پہلے ترتیب لشکر میں مصروف ہوئے اور اس خوبی سے
جمایا کہ آجتک عرب کا لشکر اس خوبی سے نہیں جمایا گیا تھا۔ لشکر کے قلب میں فوج کے متعدد ٹکڑے قائم
کئے اور پھر ابو عبیدہ بن جراح کو مقرر کیا اور میمنہ کے مورچوں پر عمرو بن العاص اور شرحبیل بن حسنہ اور
قعقاع بن عمرو و یزید بن ابی سفیان کو مامور کیا اور ہر ایک فوج پر ایک نامی بہادر کو معین فرمایا
اور طلایہ پر قباث بن اشیم کو مقرر کیا جب لشکر کی صف بندی اس ترتیب پر ہو چکی چالیس ٹکڑے فوج کے

لیکر دشمنوں کے مقابلے پر نکلے اور عکرمہ بن ابی جہل اور قعقاع بن عمرو کو حکم دیا کہ جنگ شروع کر دو
رومیوں نے اس معرکہ میں وہ ثابت قدمی وصبر استقلال دکھایا کہ قریب تھا کہ مسلمانوں کے پاؤں اکھڑ
جائیں۔ خالد بن ولید اور دیگر شجاعان اسلام نے خالد کے خیمہ کے سامنے اس سختی سے جنگ کی
کہ رومی پسپت ہو گئے اور پیچھے ہٹتے ہی بنی۔ اور خالد انکے قلب لشکر تک گھستے چلے گئے حتی
جا کھڑے ہوئے۔ رومیوں کے سوار بھاگ نکلے اور مسلمانوں نے انکے واسطے راستہ کر دیا پیادوں کا تو کچھ ذکر
نہیں جو بچ نکلا بچ نکلا اور نہیں تو وہیں مارا گیا۔ بہت سرداران قریش و بزرگان صحابہ کے شہید ہونے کے
بعد آخرکار مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی۔ اسی طرح رومیوں کے بھی بہت سے سردار جنہوں نے مرجانے
بھاگنے سے بہتر جانا کام آئے۔

اگر وہ انصاف کرتے تو اسلام یا جزیہ اختیار کرکے اس کشت وخون سے بچ جاتے اور ایسی قوم
کے منہ نہ آتے جسکی فتح و نصرت کے سامان خدا نے کر دئے تھے اور خود اسکا حامی تھا۔ جو معجزات قرآن و
آیات بینات کے حامل تھی۔ جو خبر دے رہی تھیں کہ ظلم و جور کے آثار دنیا سے معدوم ہو جائینگے اور
کمزوروں پر سے ظالم و جابروں کا تسلط اٹھ جائیگا اور بڑے بڑے سرکشوں سے گردن پکڑ پکڑ کر مظلوموں کا
حق لیا جائیگا لیکن خود مختاری کے دم بھرنے والے اور مطلق العنانی پر مرنے والے کب عدل و انصاف
کو دھیان میں لاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یوں انکی جبروت کو نقص آئیگا۔ انکے زور و حکومت سپید دود
ہو جائیگی تخت کی شان کم ہو جائیگی اور نفسانی خواہشیں من مانی طور پر پوری نہ ہو سکینگی۔ کوئی قوم کسی
زمانہ میں ہلاک نہیں ہوئی اور عمروں تمدن کے ارکان نہیں گرے مگر انہیں خود سروں کی وجہ سے جنہوں
نے سیادت مطلقہ کو اپنا ذاتی حق سمجھ لیا اور لوگوں کو طرح طرح عذاب اور تکلیفوں میں مبتلا کیا۔

معزولی

ادھر مسلمان اس کشمکش میں مبتلا تھے کہ مدینہ منورہ سے قاصد ابوبکر کی وفات وحضرت عمر
کی خلافت کا پیغام لیکر آیا اور اسی کے ہمراہ خالد کی معزولی اور ابو عبیدہ کی تقرری کا بھی حکم تھا
لیکن ابو عبیدہ نے اس خبر کو فتح تک چھپا رکھا۔ یہ بعض مورخوں کی روایت ہے مگر اور کہتے ہیں
کہ قاصد دمشق کے محاصرہ کے وقت آیا۔ اور جو لوگ اجنادین کے واقعہ کو یرموک سے قبل قرار دیتے ہیں
انکا بیان ہے کہ اجنادین کے موقع پر قاصد آیا تھا لیکن صحیح وہی روایت ہے جنہوں نے دمشق کے
محاصرہ پر آنا بیان کیا جیسا کہ عمر بن خطاب کے خط سے معلوم ہوتا ہے جسکا ذکر حضرت عمر کے تذکرہ میں

معصل آپکا طبری نے روایت کی ہے کہ ابو عبیدہ نے خالد کی معزولی دمشق کی فتح تک پوشیدہ رکھی
حتے کہ آپنے جو عہد نامہ اہل دمشق سے کیا تھا اسکو بھی جائز رکھا غرض جو کچھ بھی ہو مگر خالد اس عظیم الشان
فتح کے بعد بھی بڑے بڑے معرکوں معرکوں میں شریک رہے بلعضوں نے بیان کیا ہے کہ خالد آرمینیا
کی فتوحات میں شریک تھے۔ضرورت کے وقت مسلمان لڑائیوں پر اپنے رائے طلب کرتے اور آپکی
رائے کو سب سے مقدم جانتے۔ابو عبیدہ انکو اپنی طرف سے فتوحات پر روانہ کیا کرتے۔جب ابو عبیدہ کے
زمانہ میں قنسرین جو حلب کے علاقہ میں ہے فتح ہوا اور آسکی خبر حضرت عمرؓ کو پہنچی آپنے فرمایا (خالد اپنے آپ
امیر ہے اللہ ابو بکر کا بھلا کرے وہ مجھ سے زیادہ مردم شناس تھے۔آپکے عزل کی دو وجہیں تھیں ایک تو وہی
حضرت عمر کی ناراضی جو مالک بن نویرہ کے واقعہ سے پیدا ہوئی دوسرے خوف فتنہ کیونکہ مسلمانوں کا تمام
لشکر خالد کو دل وجان سے عزیز اور انکے ساتھ لڑنے مرنے کو محبوب جانتا تھا جیسا کہ عراق وشام کے
واقعات سے ظاہر ہے کیونکہ ہر لشکری کے دل میں انکا خوف اور آنکی شجاعت کا اثر اور انکا موفق
من اللہ ہونا جما ہوا تھا۔حضرت عمر ان خیالات سے بے خبر نہ تھے انکو خیال پیدا ہوا کہ کہیں ایسا نہو کہ انکے
دل میں مخالفت کی ہوا سما جائے خصوصاً جبکہ انکے دلمیں بھی حضرت عمر کی طرف سے ویسا ہی اثر پیدا
ہو گیا تھا جیسا کہ حضرت عمرؓ کو انکی طرف سے تھا۔کیونکہ حضرت عمرؓ نے انکو بہت لعنت ملامت اور سخت و
سست کہا تھا۔ان وجوہات پر حضرت عمر نے غور کرکے آپکو معزول کرنا مناسب سمجھا۔قبل اسکے
کہ میری خلافت کی خبر پہنچے اور خالد امیر لشکر ہو اسکا معزول ہو جانا ہی بہتر ہے۔حضرت عمر نے اپنے
اس خیال کو خالد سے پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ کھلم کھلا ظاہر کر دیا چنانچہ مروی ہے کہ حضرت عمر نے خالد
کو معزول کرنے کے بعد مدینہ منورہ میں بلا بھیجا۔جب خالد مدینہ میں پہنچے تو حضرت عمر سے شکایت کی
حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں نے تمکو کسی تہمت وشک کی وجہ سے نہیں معزول کیا بلکہ لوگ تمہارے
بہت گرویدہ ہو رہے ہیں میں ڈرا کہ کہیں ایسا نہو تم بھی انکی گرویدگی پر فریفتہ ہو جاؤ اس سے صاف
معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمرؓ کو یہ خوف دامنگیر تھا کہ کہیں خالد سے کوئی ایسا فعل وقوع میں نہ آجائے
جس سے مسلمانوں کی جماعت میں تفرقہ پڑے۔یہ آپکا خیال بہت دور اندیشی اور انجام بینی پر مبنی تھا۔
مگر خالد ابن ولید و دیگر سرداران قریش ان دو نو خلیفوں یعنی ابو بکرؓ و عمرؓ کے زمانہ میں بسبب آنحضرت
کے قرب عہد کے فتنہ وفساد سے بہت دور اور طاعت وفرمانبرداری سے بہت نزدیک تھے۔خصوصاً ان
دو نو بزرگوں کو حسن سیاست وحزم واحتیاط نے فتنہ وفساد کو اٹھنے ہی نہ دیتی تھی۔علاوہ اسکے حضرت
ابو بکر کی وفات کے بعد خالد کا وہ غصہ وکدورت جو حضرت عمر کی طرف سے وہ بھی جاتا رہا تھا۔چنانچہ

طبری نے بیان کیا ہے کہ خالد کو جب ابوبکر کے موت کی خبر ہوئی فرمایا (الحمد للہ الذی قضی ابوبکر الموت وکان احب الی من عمر والحمد للہ الذی ولی عمر وکان ابغض الی من ابی بکر ثم الزمنی حبہ) یعنی الحمد للہ جس نے ابوبکر وفات دی اور ابوبکر مجکو عمر سے زیادہ محبوب تھے اور خدا کا شکر جسنے عمر کو خلیفہ کیا اور عمر مجکو ابوبکر سے زیادہ مبغوض تھے مگر خدا نے انکی محبت میرے دلمیں پیدا کر دی۔ معلوم ہوتا ہے کہ خالد نے اپنی محبت کا اظہار بعد میں حضرت عمر سے کر دیا تھا اسیوجہ سے انہوں نے فرمایا کہ میں نے تمکو کسی تہمت کی وجہ سے نہیں معزول کیا اور اسی مضمون کے فرامین انکی بے لوثی ثابت کرنے کے لئے بھیجدئے یہ خالد کی بزرگی کے تحفظ کی کافی شہادت اور حسن خدمت کا بہترین اعتراف ہے اور فی الحقیقت یہ شخص اس قابل تھا کہ اسکا ذکر جمیل بلند ہو اور اسکی قدر بڑھائی جائے۔ خدا اسسے اور تمام صحابہ سے راضی ہو۔

طبری نے بیان کیا کہ عمر بن خطاب نے جب خالد کو معزول کیا تو انکا نصف مال لے لیا اور یہی آپ کا دستور اکثر عاملوں کے ساتھ رہا۔ جیساکہ آپکی سیرت میں آئیگا۔ وجہ اسکی یہ تھی کہ آپ خیال کرتے تھے کہ جو کچھ انہوں نے جمع کیا ہے وہ مسلمانوں کا حق ہے لہذا اسکو لیکر بیت المال میں داخل کرنا مناسب ہے۔

خالد کا حزم اور توفیق الٰہی

عالم میں کوئی شخص ایسا نہیں پایا جاتا کہ جو ہر ایک معرکہ میں کامیاب ہوا ہو جیساکہ خالد بن ولید بعون اللہ اس عزت سے ممتاز رہے۔ کیونکہ تاریخ کے صفحات اس امر میں بالکل خاموش ہیں اور کسی ایک کو بھی نہیں پیش کرتے۔ یہ درحقیقت آپکی شجاعت اور فنون حرب کی مہارت اور حزم و بیدار مغزی کا نتیجہ تھا۔ آپ رات بھر جاگتے اور دشمنوں کی حرکات و سکنات کو دیکھتے رہتے اور فرصت کے وقت کو تلاش کرتے رہتے اور اپنے فکر کے تیر دور سے دور نشان پر لگاتے مگر کبھی خطا نکرتے جب مسلمانوں نے آپکو عام حکومت و سرداری کے واسطے یرموک میں آپکو منتخب کیا۔ باوجودیکہ انہیں نامی نامی اور سر برآوردہ لوگ جو جاہلیت و اسلام کی لڑائیوں میں شہرت پاچکے تھے موجود تھے مثل عمرو بن العاص۔ ابی عبیدہ بن جراح۔ یزید بن ابی سفیان وغیرہ مگر انکے بنائے کچھ نہ بنا اور آپنے تھوڑے ہی عرصہ میں رومیوں کی اس ٹڈی دل فوج کو پراگندہ و منتشر کر دیا۔

طبری نے بیان کیا ہے کہ خالد بن ولید ابو عبیدہ کے ساتھ جب دمشق کے محاصرہ پر تھے تو ایک دن دشمن شہر پناہ کی محفوظ جگہوں کو چھوڑ کر بطریق کے یہاں دعوت ولیمہ کھانے چلے گئے اسکی خبر خالد کے سوا اور کسی کو نہوئی کیونکہ آپ رات بھر جاگتے اور دشمنوں کو دیکھتے رہتے۔ یہ تو ایسے وقت کے منتظر ہی تھے

چند معتبر ساتھیوں کو لیکر شہر پناہ کے پاس پہنچے اور سیڑھیاں لگا کر چڑھ گئے اور اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا اسکے ساتھ تمام ساتھیوں نے تکبیر کہی اور بیچا تک پر جا پڑے۔ آپنے دروازے کھول دئے اور فوراً فتح حاصل کر لی یہ صرف آپکی بیداری کا نتیجہ تھا کہ ہر ایک موقع پہ آپ تالب آتے اور آپکی سطوت شجاعت کا سکہ لوگوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا تھا بخدا ایسے سردار کا ذکر جمیل واجب ہے کہ صفحات تاریخ پر لبدا لآباد تک ثبت رہے اور دل وزبان کا ورد ہو۔

خالد بن ولید کے خطوط

عراق فتح کرنے کے بعد اہل فارس کو دعوت اسلام و پیغام باصواب بایں صورت ارسال کیا۔

(۱) صفحہ ۱۷۰ اما بعد ... تحبون الحیاۃ	اما بعد۔ الحمد للہ جس نے تمہارے انتظام کو پراگندہ اور تدبیروں کو بیکار اور تمہارے اتفاق کو منتشر کر دیا۔ اور اگر ہم ایسا نہ کرتے تو تمہارے حق میں برا تھا پس تم ہمارے

دین میں داخل ہو جاؤ تمہارے لئے بہتر ہے ہم تمہارا ملک چھوڑ دینگے اور کسی دوسری طرف چلے جاوینگے ورنہ تمکو چار و ناچار ایسی قوم سے سابقہ ہوگا جو موت کو اتنا چاہتی ہے جتنا تم زندگی کو۔

مرزبانوں کو اس مضمون کا خط بھیجا

(۲) صفحہ ۱۸۱ اما بعد ... شرب الخمر	اما بعد اُس خدا کی تعریف کرتا ہوں جسنے تمہاری تیزی کو کند اور کلمہ کو متفرق اور شوکت کو خاک میں ملا دیا۔ اسلام قبول کرو سلامت رہوگے اور اگر نہیں تو ذمہ

اور جزیہ کی تیاری کرو ورنہ میں تمہارے پاس ایسی قوم کو لیکر آیا ہوں جو موت کو اسی طرح چاہتی ہے جس طرح تم شراب کو چاہتے ہو۔

جب آپ ابو عبیدہ کے ساتھ دمشق کا محاصرہ کئے ہوئے پڑے تھے ایک دن وہ اسقف جسنے عراق سے آتے وقت مہمانی کی تھی شہر پناہ پر آیا خالد نے اُسکو پکارا اُسنے سلام کے بعد کہا کہ اے ابو سلیمان تمہارا ستارہ اور اقبال ترقی پر ہے۔ اور میں نے تمہارے ساتھ سلوک کیا تھا آج تم مجھسے اس شہر کے متعلق صلح کرلو۔ آپ نے قلم دوات منگا کر صلحنامہ لکھا۔

(۳) صفحہ ۱۷۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم ... اذا اعطو جزیۃ	بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ یہ عہد نامہ خالد بن ولید اہل دمشق کو دیتا ہے کہ جب ہم دمشق میں داخل ہونگے اہل شہر کے مال و جان و مکان کو کچھ گزند نہ پہنچائینگے اور نہ انکے کسی گھر میں رہینگے۔ انکے واسطے خدا اور رسول و خلفاء و مومنین کا ذمہ ہے

انسے کوئی کچھ تعرض نکرے جبتک یہ لوگ جزیہ ادا کرتے ہیں۔

اس روایت کو بلاذری نے فتوح البلدان میں بیان کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خالد اسوقت امیر تھے اور انکے عزل کی خبر نہیں موصول ہوئی مگر ابو عبیدہ نے اس خبر کو فتح تک بائے رکھا۔ مورخوں نے بیان کیا ہے کہ ابو عبیدہ نے آپکے اس صلحنامہ کو جائز رکھا اور دمشق کے فتح ہونے کے بعد معزولی کی خبر سنائی۔

آنحضرتؐ نے خالد کو بنی حارث بن کعب کے پاس کی دعوت کے واسطے روانہ کیا تھا آپنے وہاں سے آنحضرتؐ کی خدمت عریضہ بھیجا۔

(۴) صفحہ ۱۰۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم ... ورحمۃ کاتہ	بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ رسول خدا محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے نام از طرف خالد بن ولید۔ السلام علیک ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اے رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم آپ نے مجکو بنی حارث بن کعب کی طرف روانہ کیا تھا اور حکم دیا تھا کہ تین دن تک انکو اسلام کی دعوت دوں اگر قبول کریں تو دین کے احکام اور کتاب وسنت کی تعلیم دوں اور اگر اعراض کریں تو جہاد کروں۔ میں نے انمیں آکر دین کی منادی کی اور مردوں کو ہر طرف بھیجکر اسلام کی دعوت پہنچادی انہوں نے بلا جدل وقتال اسلام قبول کرلیا۔ اب میں انکو دین کی تعلیم دے رہا ہوں اور آپکے لکھنے تک برابر جاری رکھونگا۔ والسلام علیک یارسول اللہ ورحمۃ وبرکاتہ

صلحنامہ حیرہ

(۵) صفحہ ۱۰۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم... فلان وفلان	یہ عہدنامہ خالد بن ولید نے عدی۔ عمرو بن عدی عمر بن عبد المسیح۔ ایاس بن قبیصہ حیری بن اکال سرداران اہل حیرہ سے برضامندی طرفین ویک لاکھ نوّے ہزار درہم پر کیا ہے جسکو وہ سال بسال ادا کرتے رہینگے۔ یہ رقم ہر راہب

قسیس کو ادا کرنی ہوگی جو کمائی والے ہیں بجز اُن لوگوں کے جنہوں نے دنیاوی کاروبار چھوڑ دیا ہے اور الگ ہوکر گوشہ نشینی اختیار کرلی ہے۔ انکی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہے۔ اگر مسلمان انکی حفاظت سے عاجز ہوجائیں تو پھر انپر کچھ واجب نہیں۔ اور اگر ان لوگوں نے قولا یا فعلا غدر کیا تو ذمہ سے باہر ہوجائینگے۔ یہ تحریر سنہ ۱۲ھ میں فلاں فلاں کی گواہی سے لکھی گئی۔

دہاقین سواد کا عہدنامہ

(۶) صفحہ ۱۰۶ بسم اللہ الرحمن الرحیم... عشرہ ی صفر ۵ بسم اللہ الرحمن الرحیم - یہ عہدنامہ خالد بن ولید نے

خاذ بن ہیش - صلوبا بن نطونا کو دیا ہے - جزیہ کا ادا کرنا انپر اور انکی حفاظت مسلمانوں پر واجب ہے یہی لوگ بہقباذ اسفل و اوسط کے لوگوں کے ضامن ہیں جنکی صفائی انہوں نے بیان کی - انکی رقم جزیہ میں لاکھ سالانہ ہے جو سال بسال وصول کیجائیگی اور یہ جزیہ ہر کام قابل ادا کریگا اور یہ جزیہ اس جزیہ کے علاوہ ہوگا جو بانقیا اور بارو سما پر ہے - طرفین نے اس مال پر جو پہلے ادا کیا جاتا تا بخوشی عہدنامہ منظور کرلیا لیکن اسمیں سے وہ رقم جو آل کسرے کو نذرانہ میں جاتی تھی خارج ہے - یہ عہدنامہ صفر سنہ ۱۲ھ میں فلاں فلاں کی شہادت سے لکھا گیا۔

ذمہ یا اجنبی کے امتیاز کی اصل

جاننا چاہئے کہ یہ عہدنامہ یا دیگر عہود جو صحابہؓ نے اہل ذمہ کو دئے خواہ وہ شام میں ہوں یا عراق میں یا اور کہیں مثل اصول مسلمہ کے ہے جنکی رعایت ذمی اور غیر مسلم رعایا کی طرف سے خلافت راشدہ میں اور اسکے بعد بنی کی عہد سلطنت میں اور بنی العباس کے ابتدائی تک برابر ہوتی رہی یہاں تک کہ آدمی بھی بدل گئے اور آبادی مختلفہ اور وسعت عمراں کے ساتھ باج و خراج کے وسائل بھی وسیع ہوگئے - انہیں قواعد کی بنا پر فقہا نے اہل ذمہ کے ساتھ سلوک و مراعات کے دیگر قواعد و ضوابط قائم کئے اور ان سب کی علت رہی حدیث شریف " ان المسلمین یسعی بذمتہم ادناہم ...) ہے جسکا ذکر ابھی کتاب میں پہلے ہوچکا ہے جسکا ماحصل یہ ہے کہ تم میں سے اگر کسی نے کسی غیر مسلم سے عہد کرلیا تو پھر اُسے کوئی توڑ نہیں سکتا - بلکہ اور اُسے مضبوط کرنا اُسکا فرض ہے اور یہ ضابطہ اُن اعلیٰ قواعد میں سے ہے کہ اسلام مسلمانوں کی سیادت میں اُنکی فرمانبردار غیر قوموں کے حمایت کے لئے لیکر آیا تا کہ اہل ملیا انکو ایذا نہ پہنچا سکیں - اور کوئی بداندیش اپنے ارادہ پر عمل نہ کرسکے جب تک کہ وہ غیر مذہب و غیر قوم والے اسلام کے عہد اور ذمے میں رہیں اور مسلمانوں پر کسی دشمن کو چڑھا کر نہ لائیں - حق جو رہیں - خیانت نہ کریں اور مسلمانوں کو جو کچھ مان لیا ہے دیتے رہیں - کیونکہ وہ انکی حمایت کرتے ہیں اور یہ انتہا درجہ کا عدل ہے جو مغلوب قوموں کے ساتھ کیا جاتا ہے اور اتنی بڑی حق پسندی اور رعایت ہے جس کی مثال نہ اُس سے پہلے کی تاریخ میں ملتی ہے نہ مابعد کی تاریخ میں - بلکہ فاتح سلطنتوں خصوصاً شمالی یورپ کی سلطنتوں کا دستور ہے کہ مغلوب قومون کے ساتھ وہ سلوک کرتی ہیں جو اپنے ملک میں اور اپنی قوم و مذہب والوں کے ساتھ ہرگز روا نہیں رکھتیں اُنکا معاملہ مغلوبوں کے ساتھ ایسا ہی ہوتا ہے رفیع کا وضیع کے ساتھ اور غالب قاہر مغلوب ضعیف کے ساتھ نہ یہ کہ وہ اُن محکوموں کی حمایت کی ذمہ دار

ہوں اونانکو عہد و پیمان لکھکر دیں۔

مسلمان اس زمانہ میں پوری شان و شوکت رکھتے تھے اور انکی قوت و جاہ دور تک پھیلی ہوئی تھی معہذا انہوں نے ذمیوں اور عہد والوں کے ساتھ یہ عادلانہ برتاؤ کیا۔ اور کرتے رہے لیکن اپنی کمزوری اور دشمن کے خوف کی وجہ سے بلکہ اپنی شریعت کی پابندی اور اپنے رب کے حکم کے اتباع کے وجہ سے کونسا زمانہ امیرالمؤمنین حضرت عمر کے زمانہ سے زیادہ بارعب و قوت ہوسکتا ہے لیکن معہذا جو ممالک رضا و اختیار کے ساتھ مسلمانوں کے مطیع ہوتے تھے ان ممالک کی رعایا سرلشکروں سے عہد لیتی تھی کہ مسلمان انکے جان و مال ننگ و ناموس آزادی مذہب کے حامی ہیں اور پھر کسی اعلیٰ افسر کی بھی یہ تاب نہ ہوتی تھی کہ ان عہدوں میں سے کسی عہد کو بھی توڑ سکے لیکن اسوقت کہ خود وہی لوگ مسلمانوں سے خیانت کے مرتکب ہوں۔

بلاذری نے اپنی تاریخ فتوح البلدان میں بیان کیا ہے کہ عمیر بن سعید انصاری فاتح بزرگ عمر بن الخطاب کے پاس آئے اور کہا کہ ہمارے اور روم کے درمیان عربسوس نامی ایک قریہ ہے اس قریہ والے ہماری کمزوریوں کی خبر دشمنوں کو پہنچاتے ہیں اور انکی کمزوریوں سے ہمیں آگاہ نہیں کرتے اور ہم انکو حمایت کا عہد دے چکے ہیں اب کیا کرنا چاہیے۔ آپ نے جواب دیا کہ جب تم وہاں پہنچے تھے اسوقت اگر انہوں نے تمکو ایک بکری دی تھی تم دو دو۔ ایک گائے دی تھی تم دو دو۔ غرض ہر چیز کے عوض میں اسکا دوچند دو۔ اگر وہ اسپر راضی ہو جائیں تو اسی طرح پر انکی سب چیزیں واپس کردو۔ پھر ان لوگوں کو مہلت دو۔ ناں بعد قریہ کو خراب و برباد کردو اور اگر وہ ان چیزوں کے لینے سے انکار کریں تم انکی چیزیں انکی طرف پھینک دو۔ اور ایک برس کی مہلت دو۔ پھر قریہ کو ویران کردو

دیکھو کہ عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے نقض عہد سے اپنے سپہ سالار کو کیونکر منع کیا۔ حالانکہ وہ عہد کی خلاف ورزی کررہے تھے اور مسلمانوں کو حاکم وقت حکومت سے خیانت کے مرتکب ہورہے تھے اگر آپ چاہتے تو ایک چٹکی بجانے میں انکی جماعت کو پراگندہ کرکے اس جماعت کو اسکے کیفر کردار کو پہنچا دیتے اور قریہ سے نکال دیتے علاوہ اس سے کہ ان کے ساتھ عہد ہوتا نہ ہوتا۔ اسلئے کہ وہ خائن تھے اور خائن کے ساتھ کوئی عہد واجب الوفا نہیں ہوسکتا لیکن آپکے عدل و دین نے انکو جلاوطن کرنے کی اجازت نہ دی لیکن دوہرا بدلہ ادا کرنے کے بعد۔

اسی ہر زمانہ میں خلفاء وقت ذمیوں کے عہد کو جو جزیہ کے متعلق تھے بکمال دیانت پورے کرتے رہے جیسا کہ اسلامی عہود و مواثیق سے ثابت ہے۔ یہانتک کہ آبادی کی صورت بدل گئی اور معظم ممالک

اسلام اختیار کر لیا - اور وہ عہود و مواثیق بھلا دیئے گئے یا مفقود ہو گئے -

رہی اہل ذمہ کی حمایت اور انکے مال و املاک ننگ و ناموس اور ذہب و دین کی حفاظت یہ ایسے عہود کے محتاج ہی نہ تھے کیونکہ یہ ایک اصولی قاعدہ تھا جس پر آجتک عمل ہوتا چلا آتا ہے سوائے اس زمانہ کے کہ طوائف الملوکی قائم ہوئی اور انتظام ہی درہم برہم ہو گیا ایسے زمانہ میں ذمیوں کو بھی وہی پہنچا جو مسلمانوں کو بدنظمی کی وجہ سے برداشت کرنا پڑا - اور جب سلطنت آل عثمان کے قبضہ میں آئی تو سلاطین عثمانیہ میں سے بعض نے اس اسلامی عنایت میں اور وسعت پیدا کر دی - چنانچہ مرحوم سلطان محمد فاتح قسطنطنیہ نے قسطنطنیہ کے بطریق کو ایسی رعایتیں عنایت کیں جو بہت کچھ عیسائی حکومت کی ترتیب سے مماثل تھیں اور وہ اسلامی حکومت میں اسکا قیام جائز رکھا - جسکا منشا سوائے تلطف اور حسن سلوک کے اور کچھ نہیں تھا لیکن سلطان محمد فاتح کا سلوک ایک حلقہ بنا جو بڑھتے بڑھتے ایک سلسلہ طولانی بنگیا ہے کیونکہ دول یورپ اسی وقت سے مسیحیان مشرق کے لئے اس قسم کی رعایتوں میں زیادتی کے خواستگار ہوتے اور حاصل کرتے رہے یہانتک کہ اب یہ رعایتیں دول یورپ کی اصطلاح میں امتیاز کہلانے لگیں اور روز بروز انکا دائرہ وسیع ہوتا گیا ہے ذمی و معاہد سب کو عام ہو گئیں اور ان غیر مسلم امتیاز والوں کے دلوں سے یہ خیال بھی جاتا رہا کہ یہ رعایتیں انکو اسلامی سلطنتوں سے اسلامی شریعت کی ہدایت کے موافق ملی ہیں نہ اس لئے اہل ذمہ مسلمانوں سے ممتاز ہوں اور نہ کسی غیر سلطنت کے خوف سے ایسی رعایت - اسلامی کی فراموشکاری کی وجہ سے دولت علیہ عثمانی میں مسیحی اور مسلمانوں میں کھٹ پٹ رہی ہے اور فریقین میں سے کسی ایک کو دوسرے پر بھروسہ اور اعتماد نہیں رہا - خصوصًا اسلئے اور بھی کہ ایک عرصہ دراز سے دول یورپ مسیحیان مشرق کے حقوق کی حفاظت کے بہانہ دولت علیہ عثمانی سے برسر پرخاش رہتے ہیں حالانکہ شریعت نے اسکو خود مسلم و غیر مسلم کے حقوق کی حفاظت کا ذمہ دار ٹھہرایا ہے اور درحقیقت یعنی دول یورپ اس امر پر متوجہ ہونے کے زیادہ احق ہیں کہ اپنی محکوم رعایا کو جنمیں مسلمان بھی ہیں حفرسی کا موقعہ دیں اور کاش مسلمانوں کو اتنے ہی حق دیں جو اسلام کے عطا کردہ حقوق کا عشر عشیر ہی ہوں - یا جو انھوں نے اپنی عیسائی رعایا کو دے رکھے ہیں - لیکن محال ہے کہ یہ انسانی ہمدردی نعل یورپ کی نفسانی خواہشوں پر غالب آئے - ور دول یورپ وہ عدل و نصفت اختیار کریں جو اسلام اور اہل اسلام نے اپنے وقت میں عیسائیوں کے ساتھ واجب قرار دی تھیں -

خالد کی وفات اور اولاد

جب عراق و شام کی فتوحات تمام و کمال کو پہنچ چکیں تو خالد بن ولید نے شام میں حمص کی سکونت اختیار کی۔ اور وہیں ۲۱ھ میں بعہد خلافت عمرؓ وفات پائی۔ بعض مورخین نے یہ بھی بیان کیا ہے کہ آپ کی وفات مدینہ میں ہوئی لیکن اس روایت کا ثبوت نہیں ملتا۔ برخلاف اسکے پہلی روایت موثوق ہے۔ اور اب تک آپکا مدفن حمص میں زیارتگاہ عام وخاص ہے جو شہر کی شمالی فصیل کے باہر ایک مسجد میں جو آبادی سے ملی ہوئی ہے واقع ہے اور جب سے یہ مسجد آپکے نام سے مشہور ہے میں نے ایک دفعہ اس مسجد کو دیکھا ہے۔ اس مسجد سے اسقدر وقار و ہیبت عیاں ہے کہ طبیعت متاثر ہوئے بغیر نہیں رہتی۔ اور ابتدائے اسلام کے ہیروؤں کی تصویر اور انکے کارنامے آنکھوں کے سامنے پھر جاتے ہیں۔

جب آپ کی وفات کا وقت قریب آیا۔ تو آپ نے کہا کہ میں سَو سے زیادہ جنگوں میں شریک ہوا اور میرا بدن ایک ایک بالشت سے کم زخموں کے نشان رکھتا ہے لیکن افسوس ہے کہ اب میں صاحب فراش ہو کر گدھوں کی طرح مرتا ہوں۔ جو کچھ میں نے کیا اُسکی یاداش میں سوائے اللہ تعالےٰ کے اور کسی سے کچھ امید نہیں ہے۔

ہائے کیسا والاہمت تھا یہ نفس کہ عزت و شرف حاصل کرنے کے لئے جان کی کبھی پروا نہ کی اور مرض فراش ہو کر مرنا گوارا نہ ہوا اور پسند نہ آیا کہ سوائے میدان جنگ کے کسی اور طرح سے موت آئے یقین ہے کہ جس جسم میں ایک بالشت جگہ بھی زخم سے خالی نہ ہو۔ ضرور اس میں ایسا ہی نفس ہونا چاہئے کہ اُسکے پیش نہا داور سفر لمنہ سے لوگ حیران ہو جائیں۔ لڑائی کی موت تمنا رہی اور میدان جنگ میں بے خوف وخطر گھس جائے۔ یہی راز ہے جسکی وجہ سے قومی ہیرودل کی حیات عزیز و طویل ہوتی ہے اور نامردوں کی ذلیل و کوتاہ۔ جہاں مرے پھر لوٹ۔ اتنا بھی نہیں کہ کوئی تھا یا نہیں۔

آپ نے قبل از وفات حضرت عمر کو وصیت کی اور اپنے ہتھیار اور گھوڑے کو راہ خدا میں وقف کیا۔ مرنے کے بعد قبیلہ بنی المغیرہ کی عورتیں جمع ہوئیں اور آپ پر روئیں۔ جب یہ خبر خلیفہ ثانی حضرت عمر رضی اللہ تعالےٰ عنہ کو پہنچی۔ انہیں ابو سلمان کو نہ رونا چاہئے جب تک کہ جنگ کا غبار اور شور بلند نہ ہو۔ کہتے ہیں کہ قبیلہ بنی مغیرہ میں سے کوئی عورت ایسی باقی نہیں رہی تھی

جس نے اس شجاع کے غم میں اپنے بال کٹوا اور سر منڈوالیا ہو جو درحقیقت اس بات کا حقدار تھا
کہ تمام مرد اور عورتیں اُسکو روئیں اور مسلمان صبح و شام اسکے کارناموں کا ورد بنائیں۔

اولاد

ابن قتیبہ نے بیان کیا ہے کہ خالد ابن ولید کی اولاد بہت تھی۔ چالیس مرد انمیں سے طاعون میں ہلاک ہوئے یوں آپکی نسل کا خاتمہ ہو گیا۔ اسد الغابہ میں لکھا ہے کہ خالد بن ولید کی اولاد میں سے کوئی باقی نہیں رہا۔ اسی لئے ایوب بن سلمہ مدینہ میں اولاد خالد کے مکانوں کا وارث بنا۔

آجکل حمص کے نواح میں ایک خانہ بدوش قبیلہ اپنے آپ کو خالد کی طرف منسوب کرتا ہے اور چند ہی سال ہوئے ہیں کہ اس قبیلے کے بعض شیوخ نے اس امر کا دعوے کیا تھا لیکن یہ دعوے انتساب غلط ہے اور خاص غرضوں کو مدنظر رکھا گیا ہے جنکے بیان کا یہاں موقع نہیں ہے۔ یہ امر بالکل محقق ہے کہ خالد بن ولید کی اولاد اسلام کے ابتدائی زمانہ میں منقطع ہو چکی ہے۔ واللہ اعلم +

OSMANIA UNIVERSITY
COLLEGE LIBRARY.



ختم

تمت

آخری درج شدہ تاریخ پر یہ کتاب مستعار
لی گئی تھی مقررہ مدت سے زیادہ رکھنے کی
صورت میں ایک آنہ یومیہ دیرانہ لیا جائے گا۔